رسول اللہ ﷺ کا طرزِ علاج

صحیح بخاری میں صحت وعلاج سے متعلق احادیث
کی جدید تحقیقات کی روشنی میں آسان تشریح

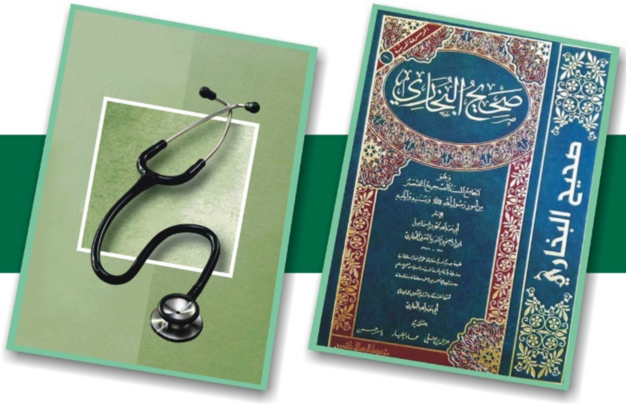

مصنف

ڈاکٹر مفتی محمد وصی بٹ

فاضل جامعہ دارالعلوم کراچی

ممبر شریعہ ایڈوائزری بورڈ پرائم فاؤنڈیشن پاکستان

Member Islamic Medical Learners Association (IMLA)

پسند فرمودہ

حضرت مفتی محمد تقی عثمانی مدظلہم

ڈاکٹر فرید اکبر شاہ {F.R.C.S (Glasgow)}

ڈاکٹر سید فہیم حسن (MD , FACP)

پشاور میڈیکل کالج پرائم فاؤنڈیشن پاکستان

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا طرزِ علاج

صحیح بخاری میں صحت وعلاج سے متعلق احادیث

کی جدید تحقیقات کی روشنی میں آسان تشریح

مصنف

ڈاکٹر مفتی محمد وصی بٹ

ممبر شریعہ ایڈوائزری بورڈ پرائم فاونڈیشن پاکستان

نام کتاب : رسول اللہ ﷺ کا طرزِ علاج

ترتیب و تالیف : ڈاکٹر مفتی محمد وصی بٹ ممبر شریعہ ایڈوائزری بورڈ پرائم فاونڈیشن پاکستان

ناشر : پرائم فاونڈیشن پاکستان

ٹیلیفون نمبر : 091-5202191-94

فیکس نمبر : 091-5202195

ای میل : publications@prime.edu.pk

ویب سائٹ : www.prime.edu.pk

اشاعت : اوّل

تعداد : 500

ائی ایس بی این نمبر : 978-969-23252-3-3

حقوق اشاعت بحق پرائم فاونڈیشن محفوظ ہیں

فہرست

نمبر شمار	مضامین	صفحہ
1.	تقریظ: جناب مفتی محمد تقی عثمانی صاحب دامت برکاتہم	14
2.	تصدیق: مفتی سید حسین احمد صاحب	16
3.	تبصرہ: ڈاکٹر فرید اکبر شاہ صاحب	17
4.	پیشِ لفظ: ڈاکٹر سید فہیم حسن صاحب	20
5.	وہ یادگار جملے!	23
	باب: کچھ موضوع کے بارے میں	
6.	امتِ محمدیہ کا خصوصی اعزاز	27
7.	صحاح ستہ کا تعارف	28
8.	امام بخاری رحمہ اللہ کے حالاتِ زندگی	30
9.	امام بخاری کو یہ مرتبہ کیوں ملا؟	32
10.	صحیح بخاری کا تعارف	35
11.	طبِ نبوی کی کا شرعی مقام	42
12.	طبِ نبوی کا درست مطلب	42
13.	طبِ نبوی کی شرعی حیثیت	46
14.	طب نبوی سے مکمل فائدہ حاصل کرنے کی شرائط	59
	باب: اللہ تعالیٰ نے کوئی بیماری ایسی نہیں اتاری جس کی دوا بھی نازل نہ کی ہو	
15.	عنوان کی وضاحت	63
16.	طبی تحقیقات کی حوصلہ افزائی	63
17.	کیا کوئی مرض لاعلاج ہوتا ہے؟	66
18.	مریض کی تسلی کا ذریعہ	67

67	علاج معالجہ کی شرعی حیثیت	19.
68	یوتھینزیا(Euthanasia)اور اسلام	20.
باب: کیا مرد عورت ایک دوسرے کا علاج کر سکتے ہیں؟		
79	عنوان کی وضاحت	21.
80	خواتین اور طبی تعلیم(Medical Education)	22.
80	عہد رسالت میں خواتین کی طبی خدمات	23.
85	خواتین و مرد کا ایک دوسرے کے علاج کرنے کا شرعی طریقہ	24.
باب: شفاء تین چیزوں میں ہے		
91	عنوان کی وضاحت	25.
92	علاج کے تین اصولی طریقے	26.
92	علاج بالاستفراغ	27.
95	شفاء کے علم کے دو ذرائع	28.
باب: شہد کے ذریعہ علاج کرنا اور۔ اور اللہ تعالیٰ کا فرمان کہ "اس میں لوگوں کے لیے شفاء ہے"		
97	عنوان کی وضاحت	29.
98	شہد کے طبی فوائد	30.
101	دوا اور مرض میں موافقت(Conformity)	31.
102	طبِ نبوی پر مکمل یقین	32.
103	دوا کی مقدار(Dosage)	33.
104	فوری علاج یا دیرپا علاج؟	34.

باب:اونٹنی کے دودھ سے علاج		
.35	عنوان کی وضاحت	105
.36	اِستسقاء (Ascites)کا نبوی علاج	106
.37	اونٹنی کے دودھ اور پیشاب کے فوائد	107
باب:اونٹ کے پیشاب سے علاج		
.38	عنوان کی وضاحت	109
.39	کیا اونٹنی کا پیشاب پاک ہے؟	110
.40	Premarinکا شرعی حکم	113
.41	حرام دوائی سے پرہیز	114
.42	حرام ادویہ سے علاج کی شرائط	115
.43	الکحل ملی ہوئی ہومیوپیتھک ادویہ	116
.44	حرام جانور سے بنی ادویات	117
.45	نشہ آور خشک چیزوں(Solid Intoxicants)سے بنی ادویہ	118
.46	انسانی دودھ یا پیشاب سے بنی دوا	118
.47	انسولین(Insulin)	119
.48	دوا کے حلال ہونے کی اہم شرائط	120
.49	انتقال خون(Blood Transfusion)	120
.50	پوسٹ مارٹم(Post-Mortem)	122
.51	میڈیکل تعلیم کیلئے لاشوں کی چیر پھاڑ(Dissection)	130
باب:کلونجی(Nigella sativa)		
.52	عنوان کی وضاحت	134
.53	دوائی تجویز کرنے کا اختیار	135

.54	کلونجی میں تمام بیماریوں کی شفاء ہونے کا مطلب	137
.55	کلونجی کے فوائد۔ قدیم وجدید تحقیقات	138
باب: مریض کے لیے تلبینہ (Barley Porridge)		
.56	عنوان کی وضاحت	141
.57	دل کے مریض کا ایک ذاتی تجربہ	142
.58	فرحت بخش غذا کی تاثیر	144
.59	تلبینہ کے مزید فوائد	145
باب: ناک میں دواڈالنا (Instilling Nasal Drops)		
.60	عنوان کی وضاحت	146
باب: قسط ہندی اور قسط بحری (Indian and Sea Costus) کو ناک میں ٹپکانا		
.61	عنوان کی وضاحت	147
.62	علاج کے سات طریقے	148
.63	نبی کریم صلی اللہ علیہ اور طبی تفصیلات	148
.64	عودِ ہندی کا مطلب	149
.65	حلق کی بیماری کا نبوی علاج	150
.66	سینے کے درد (Chest Pain) کا نبوی علاج	150
.67	طبِ نبوی اور موجودہ طب کا ایک اہم فرق	151
باب: کس وقت حجامہ لگوایا جائے؟		
.68	عنوان کی وضاحت	153
.69	حجامہ کی مسنون تاریخ اور دن	153
باب: سفر اور حالتِ احرام میں حجامہ		
.70	عنوان کی وضاحت	155
.71	حالتِ احرام میں حجامہ	155

72.	حالتِ احرام میں انجکشن	156
باب: بیماری کی وجہ سے حجامہ کروانا		
73.	عنوان کی وضاحت	157
74.	حجامہ کی فیس	158
75.	میڈیکل فیس کے شرعی مسائل	160
76.	Pharmaceutical Companies کے کمیشن پر جدید فتوی	164
77.	میڈیکل فیس کی نزاکت	168
باب: سر میں حجامہ		
78.	عنوان کی وضاحت	171
79.	سر میں حجامہ کے فوائد	171
باب: آدھے سر یا پورے سر کے درد (Unilateral or Bilateral Headache) میں حجامہ		
80.	عنوان کی وضاحت	174
81.	حجامہ اور جدید سائنس	175
باب: تکلیف کی وجہ سے سر منڈانا		
82.	عنوان کی وضاحت	177
باب: داغ لگوانا یا لگانا (Cauterization) اور جو شخص داغ نہ لگوائے اس کی فضیلت		
83.	عنوان کی وضاحت	179
84.	بطورِ علاج جسم کو داغنا (Cauterization)	180
85.	آپریشن و سرجری کے مسائل	183
باب: آنکھیں دکھنے (Eye Pain) کا علاج اثمد اور سرمہ سے کرنا		
86.	عنوان کی وضاحت	191
87.	اسلام کا عورت پر احسان	192

باب: جذام(Leprosy)		
193	عنوان کی وضاحت	88.
194	کیا بیماری دوسرے کو لگتی ہے؟	89.
198	متعدی امراض(Communicable Diseases)اور اسلامی معاشرہ	90.
204	طبیبِ اعظم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم اور جذام	91.
باب: کھنبی(Truffles)آنکھ کے لیے شفاء ہے		
207	عنوان کی وضاحت	92.
208	کھنبی اور آنکھوں کے امراض	93.
209	پھر بعض کھنبیاں زہریلی کیوں ہوتی ہیں؟	94.
باب: مریض کے منہ میں دوا ٹپکانا		
211	عنوان کی وضاحت	95.
212	علاج میں زبردستی	96.
باب:۔۔۔(بلا عنوان)		
215	عنوان کی وضاحت	97.
216	نبی کریم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے آخری دن	98.
باب: حلق کے کوا کا گر جانا(A Throat Disease)		
218	عنوان کی وضاحت	99.
باب: پیٹ کی بیماری(Diarrhoea)کی دوا		
219	عنوان کی وضاحت	100.
باب: صفر کی کوئی حقیقت نہیں جو کہ پیٹ کی ایک بیماری سمجھی جاتی ہے		
220	عنوان کی وضاحت	101.
باب: ذات الجنب(A Sort Of Chest Pain)		
222	عنوان کی وضاحت	102.

باب: زخم سے خون روکنے کے لیے بوریا جلا کر زخم پر لگانا		
.103	عنوان کی وضاحت	224
.104	راکھ سے زخم کے علاج کی جدید تحقیق	225
باب: بخار دوزخ کے شعلہ سے ہے		
.105	عنوان کی وضاحت	226
.106	بیماری کو برا کہنا؟	227
.107	بخار کو ٹھنڈا کرنے کا مسنون طریقہ	229
.108	طبِ نبوی پر عمل ڈاکٹر کی نگرانی میں	230
باب: ناموافق آب و ہوا سے نکلنا		
.109	عنوان کی وضاحت	232
باب: طاعون(Plague)		
.110	عنوان کی وضاحت	234
.111	طاعون کا نبوی علاج	234
.112	طاعون زدہ علاقے سے نکلنے کی شرعی حیثیت	238
.113	متاثرہ علاقے میں آمد و رفت کی جائز صورتیں	239
.114	ایبولا وائرس(Ebola virus) سے متاثرہ علاقے سے باہر جانا	240
.115	شہادت دلانے والی بیماریاں	243
باب: جو شخص طاعون میں صبر کرے، اس کی فضیلت		
.116	عنوان کی وضاحت	245
باب: قرآن مجید اور معوذات پڑھ کر مریض پر دم کرنا		
.117	عنوان کی وضاحت	246

247	جھاڑ پھونک کے بارے میں درست مؤقف	.118
249	تعویذ کی شرعی حیثیت	.119
253	Sin Ilahi Sin Hu	.120
	باب: سورۃ الفاتحہ سے دم کرنا	
256	عنوان کی وضاحت	.121
	باب: دم کرنے کے عوض بکریاں لینے کی شرط لگانا	
257	عنوان کی وضاحت	.122
258	میڈیکل فیس کی اہم دلیل	.123
	باب: نظر بد کا دم	
260	عنوان کی وضاحت	.124
261	مرض کی تشخیص (Diagnosis) کے نبوی طریقے	.125
	باب: نظر بد حق ہے	
263	عنوان کی وضاحت	.126
263	نظر بد کی حقیقت	.127
264	نظر بد کا علاج کب کروائیں؟	.128
265	جسم پر ٹیٹو (Tattoo) بنوانا	.129
	باب: سانپ اور بچھو کے کاٹے پر دم کرنا	
267	عنوان کی وضاحت	.130
	باب: رسول اللہ ﷺ کے دم	
268	عنوان کی وضاحت	.131
269	بیماری کا اظہار اور بندگی کے تقاضے	.132

.133	ادویہ کے ضمنی اثرات (side effects) شرعاً بھی ناپسندیدہ ہیں	271
.134	مٹی و تھوک سے مسنون علاج اور جدید سائنس	274
باب: دم کرتے ہوئے تھتکارنا		
.135	عنوان کی وضاحت	276
باب: بیمار پر دم کرتے وقت درد کی جگہ پر داہنا ہاتھ پھیرنا		
.136	عنوان کی وضاحت	279
.137	مزاج پرسی کا مسنون انداز	279
.138	مریض کے جسم پر ہاتھ رکھنے کے فوائد	280
باب: عورت مرد پر دم کر سکتی ہے		
.139	عنوان کی وضاحت	281
.140	شوہر کی تیمارداری کی عظیم مثالیں	281
باب: دم نہ کرانے کی فضیلت		
.141	عنوان کی وضاحت	283
.142	عاملوں کی خرابیاں	284
باب: بدشگونی		
.143	عنوان کی وضاحت	286
.144	مریض کی اخلاقی تربیت	287
.145	بدشگونی کا علاج	289
.146	کیا تین چیزوں میں نحوست ہے؟	292
باب: نیک فال		
.147	عنوان کی وضاحت	294

باب: الو کو منحوس سمجھنا غلط ہے		
.148	عنوان کی وضاحت	295
باب: کہانت (Foretelling)		
.149	عنوان کی وضاحت	296
.150	بناوٹی باتیں ناپسندیدہ ہیں	298
باب: جادو		
.151	عنوان کی وضاحت	301
.152	جادو کی حقیقت	302
.153	کیا نبی پر جادو ہو سکتا ہے؟	305
.154	جادو سے بال بال بچاؤ	307
باب: شرک اور جادو تباہ کن گناہ ہیں		
.155	عنوان کی وضاحت	308
باب: جادو کا توڑ کرنا		
.156	عنوان کی وضاحت	309
باب: جادو		
.157	عنوان کی وضاحت	311
باب: جادو بھری تقریریں		
.158	عنوان کی وضاحت	313
باب: عجوہ کھجور سے جادو کا علاج		
.159	عنوان کی وضاحت	314

.160	دل کا ایک حیرت انگیز مریض	314
باب: ہامہ کی کوئی حقیقت نہیں		
.161	عنوان کی وضاحت	316
باب: امراض میں چھوت لگنے کی کوئی حقیقت نہیں		
.162	عنوان کی وضاحت	318
باب: نبی کریم ﷺ کو زہر دیا جانا		
.163	عنوان کی وضاحت	320
.164	جانی دشمنوں سے حسنِ سلوک	322
.165	غیر مسلم سے تحائف کا لین دین	322
باب: زہر پینا یا زہریلی اور خوفناک دوا یا ناپاک دوا کا استعمال کرنا		
.166	عنوان کی وضاحت	324
.167	زہر سے علاج کی جدید صورتیں	325
.168	برازیلی مکھی کے زہر سے کینسر کے علاج میں اہم پیش رفت	325
.169	سانپ کے زہر سے کینسر کا علاج	326
باب: گدھی کا دودھ		
.170	عنوان کی وضاحت	328
باب: جب مکھی برتن میں گر جائے		
.171	عنوان کی وضاحت	330
.172	جدید سائنس کی گواہی	330

تقریظ

جناب مفتی محمد تقی عثمانی صاحب دامت برکاتہم

نائب مہتمم جامعہ دارالعلوم کراچی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ وکفی وسلام علی عبادہ الذین اصطفی

امابعد:

حضور نبی کریم سرورِ دوعالم ﷺ نے زندگی کے ہر شعبے میں ہمارے لیے ہدایت اور راہنمائی کے اصول چھوڑے ہیں۔ طب کا شعبہ بھی اس سے مستثنیٰ نہیں ہے لیکن طب کے بارے میں نبوی ہدایات پر اب تک کوئی ایسا جامع کام طبِ جدید کے ماہرین کی طرف سے کم از کم میرے علم میں نہیں ہے جس میں ان نبوی ہدایات کو بنیاد بنا کر علاج کے اصول اور طریقے مرتب کیے گئے ہوں۔ لیکن اس کام کے لیے ضروری ہے کہ ہمارے دور میں طبِ جدید کے ماہرین تک طبِ نبوی کی معلومات آسان انداز میں پہنچائی جائیں۔

انتہائی مسرت کی بات ہے کہ الحمد للہ دارالعلوم کے فاضل نوجوان مولانا محمد وصی بٹ سلمہ نے اس ضرورت کو محسوس کر کے جسکا اظہار بندہ نے ڈاکٹر حضرات کی ایک تنظیم "IMLA" کے افتتاح کے موقع پر بھی کیا تھا، یہ کتاب مرتب فرمائی ہے جس میں صحیح بخاری کی کتاب الطب کا مکمل آسان الفاظ میں ترجمہ بھی کیا ہے، متعلقہ فقہی مسائل بھی جدید ضروریات کے مطابق جمع کیے ہیں، اور احادیث کی تشریح کرتے ہوئے قدیم و جدید علماء کی تحقیقات بھی ذکر کی ہیں جنکے ذریعے طبِ جدید کے ماہرین کو دعوت دی جاسکے کہ وہ ان پر ریسرچ کر کے اپنی سائنسی تحقیقات میں ان سے مدد لیں۔

کتاب کے مسودے کا جائزہ لینے کے بعد مجھے مسرت ہے کہ اللہ تعالی نے مؤلف موصوف سے بڑا کام لیا ہے اور انہوں نے نہایت سلیقے اور اپج کے ساتھ یہ عام فہم کتاب لکھی ہے جو عام مسلمانوں کے لیے بھی نہایت مفید ہے، اور طبِ جدید کے ماہرین کو بھی دعوتِ فکر و عمل دیتی ہے اور بہت سی باتیں خود انہی کی زبان اور اصطلاحات میں واضح کرتی ہے۔

دل سے دعا ہے کہ اللہ تبارک و تعالی عزیز موصوف کی اس کاوش کو شرفِ قبول عطا فرما کر نافع بنائیں اور ان کی عمر، علم اور عمل میں برکت عطا فرما کر انہیں مزید خدمات کیلیے موفق فرمائیں۔ آمین

والسلام

محمد تقی

۱۷۔۱۱۔۳۹

تصدیق

حضرت مفتی سید حسین احمد دامت برکاتہم

استاذ و معاون مفتی دارالافتاء جامعہ دارالعلوم کراچی

رسول اللہ ﷺ کی بعثت کا اصل مقصد تو لوگوں کو کفر و شرک کے اندھیروں سے نکال کر اسلام کی روشنی کی طرف لانا اور ان کے عقائد و اعمال کی اصلاح تھا لیکن آپ ﷺ نے فن طب سے متعلق بھی امت کو ایسی جامع تعلیمات عطا فرمائی ہیں کہ بڑے سے بڑے طبیب کی رسائی بھی وہاں تک نہ ہو سکی، وجہ ظاہر ہے کہ اطباء کا علم تجربہ پر مبنی ہے، اور رسول اللہ ﷺ کے ارشادات وحی الہی سے مستفاد ہیں۔

حدیث شریف میں ہے کہ اللہ تعالی نے ایسی کوئی بیماری نہیں اتاری جس کا علاج نہ اتارا ہو۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ کوئی بیماری لاعلاج نہیں۔ جبکہ دوسری حدیث شریف ہے میں کہ کلونجی میں موت کے علاوہ ہر بیماری کی علاج ہے۔ اب یہ مسلمان اطباء کی ذمہ داری ہے کہ وہ یہ تحقیق کرلیں کہ احادیث میں بتائی ہوئی دواؤں کو کس طرح استعمال کیا جائے جس سے مختلف بیماریوں کا علاج ہو سکے۔ لیکن افسوس یہ ہے کہ آجکل طب کے میدان میں مسلمان خود تحقیق کرنے کے بجائے یورپ کی تحقیق پر اندھا اعتماد کرتے ہیں، میڈیکل کالجوں میں وہی پڑھایا جاتا ہے جو یورپ سے درآمد ہوتا ہے، انہوں نے احادیث میں بتائی ہوئی ادویہ پر تحقیق ہی نہیں کی بلکہ بعض ڈاکٹروں کو ان نبوی تعلیمات کا علم ہی نہیں کیونکہ وہ عربی سے نابلد ہیں۔

ہمارے محترم دوست مولانا وصی فصیح بٹ صاحب نے بخاری شریف کی کتاب الطب کی احادیث جمع کر کے معتمد شروحات کی مدد سے ان احادیث کی عمدہ تشریح کی، اور ان احادیث میں بتائی ہوئی ادویہ سے متعلق بعض اطباء کے اقوال بھی ذکر کئے اس طرح ایک مفید مجموعہ تیار ہو گیا۔ جس سے اب وہ ڈاکٹر حضرات بھی استفادہ کر سکتے ہیں جو عربی زبان پر عبور نہیں رکھتے۔

دل سے دعا ہے کہ اللہ تعالی اس کاوش کو قبول فرما کر نافع اور مفید بنائے اور فاضل مولف کیلئے ذخیرہ آخرت بنائے۔

(مفتی) سید حسین احمد

معاون مفتی دارالافتاء جامعہ دارالعلوم کراچی

تبصرہ

ڈاکٹر فرید اکبر شاہ صاحب

پروفیسر آف سرجری و کنسلٹنٹ جنرل سرجن، جامعہ طیبہ، مدینہ منورہ

مفتی محمد وصی بٹ صاحب سے میرا پہلا تعارف IMLA (Islamic Medical Learners Association) کے اجلاس منعقدہ اپریل ۲۰۱۲ میں ہوا۔

ایک نوجوان عالم جو اپنی قابلیت کے لحاظ سے کافی کم عمر لگے۔ جنہیں اللہ تعالی نے ظاہری جمال کے ساتھ ساتھ باطنی حسن بھی بھرپور عطا فرمایا، جہاں مستقل مسکراہٹ اور لطیف طنز و مزاح انکی شخصیت کا حصہ ہے وہاں دین کی محبت میں ''کچھ نیا، کچھ منفرد'' کرنے کی جستجو بھی عیاں ہے۔ جب انکی مصروفیات کا علم ہوا تو سمجھ آیا کہ منظّم زندگی کسے کہتے ہیں۔ موصوف ایک طرف مزید تعلیم حاصل کر رہے تھے تو دوسری طرف تدریس کے فرائض بھی انجام دے رہے تھے۔ ذریعہ معاش کے لیے دیگر مشاغل بھی ہیں، نئی نئی شروع ہونے والی ازواجی زندگی کی ذمہ داریاں بھی ہیں اور تبلیغِ دین میں بھی انکی کارکردگی نمایاں ہے۔ ساتھیوں کی حیرت کی انتہا نہ رہی جب ایک دن انکشاف ہوا کہ موصوف نے اسی گوناگوں مصروفیات میں ڈاکٹریٹ (PhD) کی ڈگری بھی حاصل کر لی، گویا اب وہ ہمارے لیے مفتی ڈاکٹر وصی ہو گئے تھے۔

زیرِ نظر کتاب دراصل قرآن مجید کے بعد سب سے معتبر و مستند کتاب ''صحیح بخاری'' کے ایک حصہ ''کتاب الطب'' کا اردو ترجمہ و تشریح ہے۔ نبی کریم ﷺ اگرچہ بطورِ معالج مبعوث نہیں ہوئے تھے لیکن یہ بھی آپ ﷺ کا معجزہ ہے کہ اس کتاب کے مطالعہ سے اندازہ ہو جاتا ہے کہ آپ امت کو صحت و بیماری کے لحاظ سے بھی کس قدر گہری اور جامع تعلیمات عطا کر گئے۔ ان تعلیمات کو ہر بیماری و اسکے علاج میں مدِ نظر رکھنے سے یقینا تمام بیماریاں حقیقتاً رحمت اور قربِ الٰہی کا ذریعہ بھی بن جائیں گی۔

صحیح بخاری کی اس کتاب الطب میں تقریبا۵۸ ابواب اور ۱۰۴ احادیث ہیں، جو عربی زبان اور علمی اصطلاحات پر مشتمل ہونے کی وجہ سے صرف علمائے کرام کی دسترس میں تھیں۔ مفتی صاحب نے کمالِ ذہانت سے ان مشکل اصطلاحات کو آسان تعبیر میں بیان کیا ہے، بہت ذمہ داری سے ان کی اہمیت کو سمجھایا ہے اور حتی الامکان جدید زبان میں ڈاکٹروں تک ان کی امانت کو پہنچایا ہے۔

کتاب کے مطالعہ سے طبِ نبوی کے بہت سے گوشے اور زاویے میرے سامنے آئے:

- شہد، کلونجی، زیتون، قسطِ ہندی، تلبینہ، وغیرہ کی افادیت مستند احادیث سے ثابت ہو چکی ہے لیکن مفتی صاحب نے اس بارے میں بجا طور پر متوجہ کیا ہے کہ جدید سائنسی معیارات کے مطابق تحقیق کر کے مختلف بیماریوں میں ان ادویہ کے طریقہ استعمال اور مقدارِ استعمال کو متعین کرنا ہو گا۔ ایلوپیتھک طریقہ علاج نے دو سو سال سے زائد مدت کی تحقیقات کے بعد یہ مقام حاصل کیا ہے، اس کے باوجود آئے دن اس کی جدید تحقیقات سابقہ تجربات کو جھٹلاتی رہتی ہیں۔ ہمارے طبِ نبوی میں تو علاج کی ناکامی کا تصور ہی نہیں کیونکہ فرمادیا گیا ہے کہ ایسی کوئی بیماری پیدا ہی نہیں کی گئی جسکا علاج ساتھ ہی نازل نہ کیا گیا ہو۔ یعنی علاج آفاقی علم ہے، اس میں مسلم ماہرین کو اپنی توانائیاں صَرف کرنی ہونگی اور طبِ نبوی کو تجربات و تحقیقات (Evidence-Based) سے گزار کر قابلِ عمل صورت میں دنیا کو پیش کرنا ہو گا۔

- اسی کتاب میں امام بخاری رحمہ اللہ نے نبی کریم ﷺ کی یہ دعا نقل کی ہے کہ اے اللہ! ایسی شفا عطا فرما جو کسی بیماری کو نہ چھوڑے۔ اس سے مفتی صاحب کا یہ استدلال دل کو لگا کہ ایسی ادویہ و علاج تجویز کرنے کی کوشش کرنی چاہیے جس میں ضمنی خرابیاں (Side Effects) نہ ہو۔ لوگ درد کی دوائیاں (Anti-Inflammatory Drugs) لے رہے ہیں اور ساتھ ہی جگر اور گردے خراب ہو رہے ہیں، یہاں تک کہ معدہ چھلنی ہو جاتا ہے اور خون کی الٹیاں کرتے کرتے مریض دنیا سے رخصت ہو جاتا ہے۔

- آپ ﷺ کا یہ فرمان کہ بخار جہنم کی تپش سے ہے، ہمیں Heatstroke کی ہلاکت خیزی اور اسکے علاج کی طرف بھی توجہ دلا رہا ہے۔

- خواتین کا شعبہ طب سے منسلک ہونا اور جنسِ مخالف کا علاج کرنا ایک نازک مسئلہ ہے جس کے لیے اس کتاب میں ایک مستقل باب ہے۔ اس معاملہ کو ہم احادیث کی روشنی میں سمجھیں تو شاید اپنی کم نظری اور کم فہمی پر شرمندہ ہو جائیں۔ تاہم یہ ضرور ہے کہ مثالی اور اصولی تعلیم تو اختلاط سے مکمل اجتناب کی ہے لیکن جب بات انسانی زندگی کی ہو اور وسائل کی اس قدر کم یابی ہو کہ مرد و زن کے لیے علیحدہ عملے، ہسپتالوں اور تعلیم گاہوں کی قلت ہو تو ہم صحابیات کی جنگی طبی خدمات کو پیشِ نظر رکھ سکتے ہیں۔ ہمیں شرعی حدود میں رہتے ہوئے خواتین کی صلاحیتوں سے استفادہ کرنا ہو گا اور زمینی حقائق کو سمجھنا ہو گا۔

بہر حال! ہمارا دین کامل ہے جس میں ہر شعبہ کی راہنمائی موجود ہے۔ یہ ہر مسلمان کی ذمہ داری ہے کہ وہ اس کی تعلیم حاصل کرے۔ خصوصاً جس شعبہ سے اس کا معاش وابستہ ہے، دن و رات کا تعلق ہے، اس کے حلال و حرام، جائز و ناجائز کی بصیرت پیدا کرے۔ روزِ قیامت "غلطی" کی تو چھوٹ مل سکتی ہے لیکن "لاعلمی" کی گرفت ہو گی۔ مفتی وصی صاحب نے اپنے حصے کا کام کر دیا ہے، اب "گیند ہمارے کورٹ میں ہے"۔ ہم معالجین کو آگے بڑھنا ہو گا، طب کی نبوی تعلیمات پر تحقیقی ادارے بنانے ہوں گے، درس گاہوں میں اس کو تعلیم کا حصہ بنانا ہو گا۔ بلکہ مریض اور میڈیکل اداروں کے منتظمین کو بھی کم از کم آگاہی کی حد تک تو اپنا کردار ادا کرنا ہو گا۔

ربِ کریم سے دعائے والہانہ ہے کہ دین کے احیا کی اس کوشش کو کامیاب فرمائے اور صحیح بخاری کی نسبت سے اس کتاب کو بھی قبولیت سے نوازے اور اسے مفتی صاحب اور تمام معاونین کے لیے صدقہ جاریہ بنائے۔

دعاؤں کا متمنی

ڈاکٹر فرید اکبر شاہ

معتکف مسجد نبوی علی صاحبہا الف الف تحیۃ

۲۸ رمضان ۱۴۳۹ھ / ۱۲ جنوری ۲۰۱۸ء

FOREWORD

Dr Syed Fahim Hassan,

Diplomate , American Boards of Internal Medicine and Nephrology.

Consultant Transplant Nephrologist, Houston , USA

Mufti Muhammad Wasie Fasih Butt has kindly asked me to write a foreword to his book . I have been in regular contact with him during his writing of the book. Basically, his work is a contemporary understanding of the Chapter on Medicine from the world renowned Sahih al Bukhari .

In recent times , there's been a surge of interest among muslims to explore the meanings of the various ahadith from the Prophet Muhammad (peace be upon him) relating to physical health. In part, this reflects a dissatisfaction with the mechanistic approach of modern medicine , along with , of course , it's high cost . Imported from developed Western countries, it's not always felt to be holistic and cost effective enough for the less developed countries , which cover the vast majority of Muslim world today.

But , more than that , Muslims have an enduring belief that the almighty God Himself spoke to them through the agency of the Prophet . As such, Prophetic advice on health matters should be free of the inevitable gaps in modern medicine. However, when we actually study the ahadith , and try to put the advice into practice, we encounter many challenges. While the principles are no doubt sublime, the Prophet has not " spoon fed " us on these matters. In order to benefit from his advice on health matters , Muslim and other scientists

would first need to reanalyze it in the light of modern science . For example , dietary substances such as dates , honey , and black seed are mentioned glowingly in the ahadith . However , their use in a specific patient today would still need sound human Judgement. Proper selection of the patient , the right dose , and perhaps the right climatic conditions would still need to be worked out to benefit from these substances . In other words, while there are pearls embedded in the collection of prophetic traditions , these need to be extracted , and then polished for use by Muslim scientists and physicians. Indeed, as we will read in the book , indiscriminate use of some of these substances may even prove harmful.

In this book , Mufti Wasie has been very sensitive to this need and has invited contemporary Muslim physicians to reflect on how to best benefit from prophetic medicine . I particularly like the fact that in the introduction of his book , he spent time defining the exact role and status of prophetic medicine within the belief system of aMuslim.This is no doubt a fundamental question, for it will determine the intensity and vigor with which Muslim physicians are likely to explore this matter further . He rightly posits that it is important to assign a realistic role for Prophetic medicine , avoiding the extremes of neglect and totally random application .

I have read through the book , and as mentioned earlier, have been in regular contact with him during its writing . Personally, I think the book raises more questions than answers for the intellectually inclined Muslim physician. The big question is : are there enough interested Muslim scientists who are trained in the principles of empirical evidence , and

who are prepared to invest the time and effort in using their skills to study, analyze, and distill the wisdom contained in the hadith literature for its eventual mainstream application. To that end , this is a very useful contribution to the literature by the Mufti sahib .

I hope this book will inspire many Muslim physicians to dedicate themselves to the work of bringing prophetic medicine into the mainstream , thereby providing the mass of humanity with divine sanctioned and cost effective treatments of all diseases.

May 26 , 2018

Syed Fahim Hassan, MD , FACP

Diplomate , American Boards of Internal Medicine and Nephrology.

Consultant Transplant Nephrologist

Houston , USA

fahimhassan58@hotmail.com

وہ یادگار جملے!

یہ اپریل ۲۰۱۲ء کی بات ہے، جب بندہ کچھ ساتھیوں کے ساتھ اصلاحِ نفس و معاشرہ کی غرض سے ایک مسجد میں چند دن کے لیے حاضر ہوا۔ انہی ساتھیوں میں مشہور ماہرِ امراضِ چشم جناب ڈاکٹر محمد حنیف چٹنی صاحب بھی تھے جو ایک معروف نجی ہسپتال میں اپنے شعبہ کے انچارج ہیں۔ معاش و معاشرت کے دین پر ہونے والی ایک نشست میں گفتگو کا رخ جدید طبی مسائل کی طرف ہو گیا اور متعدد میڈیکل معاملات میں اصلاح طلب امور پر تبادلہ خیال ہوا۔ ڈاکٹر صاحب پہلے سے اس اہم شعبہ زندگی میں احکامِ خداوندی کے احیاء کے لیے فکر مند تھے، اس نیک ماحول سے اس سوچ کو مزید تقویت ملی۔ آپ نے اپنے ہم خیال دیندار ڈاکٹر حضرات کی ایک نشست اپنے ہسپتال میں ۱۳ مئی ۲۰۱۲ منعقد کی جس میں اعضاء کی پیوند کاری، ہسپتالوں میں زکوۃ کے انتظام، مریض و معالج میں مرد و خواتین کا اختلاط، علاج معالجہ کی فیس و اخراجات، طبی سہولیات و آلات کے معیار کے بارے میں اسلامی تعلیمات موضوعِ بحث تھیں۔

امید تھی کہ تمام امور پر نتیجہ خیز گفتگو ایک ہی نشست میں ہو جائے گی لیکن ایک ہی موضوع پر گفتگو و سوال و جواب کا سلسلہ اتنا طویل ہو گیا کہ پوری مجلس صرف ایک موضوع کے لیے بھی ناکافی لگنے لگی۔ لہٰذا اس سلسلہ کی مزید نشستوں کا سلسلہ شروع کیا گیا جو آج تک بلا کسی وقفہ کے جاری ہے۔ الحمد للہ تعالی۔ ان تمام میٹنگز میں ہر مرتبہ یہ تاثر مضبوط ہوتا گیا کہ دین کا تصور مسجد تک محدود ہو جانے کی وجہ سے طبِ اسلامی تو کجا، دینِ اسلامی کے بہت سے اہم و بنیادی مسائل سے بھی ڈاکٹر حضرات ناآشنا ہیں، اور دوسری طرف جدید طبی تحقیقات اور علاج معالجہ کی نت نئی صورتوں سے اہلِ فتوی بھی پوری طرح واقف نہیں۔

ان مفید اور اپنی نوعیت کی ایک حد تک منفرد مجالس کا فائدہ پوری انسانیت تک پہنچانے کی غرض سے ڈاکٹر حضرات اور مفتیانِ کرام کی ایک باقاعدہ جماعت IMLA-Islamic Medical Learners Association کے نام سے قائم کی گئی، جسکا افتتاحی جلسہ (Symposium) ۳ مئی، ۲۰۱۵ کو حضرت مفتی تقی عثمانی کی زیرِ سرپرستی منعقد ہوا جن میں طب کے شعبہ سے وابستہ افراد کی ایک بڑی تعداد نے شرکت کر کے

علاج معالجہ کو شرعی اصولوں میں ڈھالنے کی آرزو کا عملی اظہار کیا۔ حضرت مفتی صاحب نے بھی اپنے صدارتی خطاب میں IMLA کو نہایت مبارک وعظیم کام قرار دیا۔ آپ کے یہ تاریخی جملے بندے کو آج بھی یاد ہیں:

”حقیقت یہ ہے کہ مریض اور طبیب، ان دونوں کے بارے میں شریعت میں بڑے مفصل احکام موجود ہیں۔ قرآن کریم کے بعد جس کتاب کو شریعت کے مآخذ (sources) میں مقام حاصل ہے، وہ ہے صحیح بخاری۔ اس میں پوری ایک کتاب (chapter) ہے: كتاب المرضى یعنی مریضوں سے متعلق مستند احادیث۔ اسی طرح ایک کتاب (chapter) ہے كتاب الطب یعنی طب کے متعلق نبوی تعلیمات۔ اب صحیح بخاری کے بارے میں عمومی تصور ہے کہ اس میں بس عقائد اور عبادات کے بارے میں احادیث ہونگی، شاید ہی کسی کو معلوم ہو کہ اس میں بیماری اور طب کے بارے میں دو مکمل chapters موجود ہیں۔ الحمد للہ ہمیں اللہ تعالی نے ایسا دین دیا ہے کہ اس میں زندگی کے ہر شعبہ کے بارے میں ہدایات موجود ہیں۔“

استاذِ محترم مفتی تقی صاحب دامت برکاتہم کے یہ کلمات کانوں میں پڑتے ہی اس ضرورت کی شدت کا مزید احساس ہوا کہ دینی تعلیمات کی یہ امانت ان کے اصل حقداروں تک پہنچائی جائے اور جدید اسلوب وعام فہم زبان میں طب نبوی کی مستند تعلیمات پر مشتمل کتب ڈاکٹرز کے لیے لکھی جائیں۔ حضرت مفتی تقی عثمانی صاحب کی تجویز کے مطابق اس سلسلے کا آغاز صحیح بخاری کی کتاب الطب سے کیا۔ اس تناظر میں جب صحیح بخاری کی تقریبا تمام شروحات کا جائزہ لیا، حیرت کی انتہا نہ رہی، اردو انگریزی میں ڈاکٹرز کے لحاظ سے کوئی کتاب بھی نظر نہیں آئی کیونکہ صحیح بخاری پر اردو میں جتنا بھی کام ہوا ہے اس میں زیادہ تر کام ایسی علمی اصطلاحات میں کیا گیا ہے جن کو سمجھنا صرف علمائے کرام کے بس میں ہے۔ جو تحریرات آسان الفاظ میں ہیں ان میں گہرائی، خصوصا طبی مسائل کی زندہ جاوید مثالیں نہیں تھیں۔ انگریزی شروحات کا حال اس سے بھی کم تر تھا، ان میں زیادہ تر بس ترجمہ پر اکتفا کیا گیا ہے۔ اس ضرورت واہمیت کے پیشِ نظر اللہ تعالی پر بھروسہ کرتے ہوئے صحیح بخاری، کتاب الطب کے ترجمہ وتشریح کی کوشش کی گئی جو آپ کے ہاتھوں میں ہے۔

اس کتاب میں:

- امام بخاری رحمہ اللہ کی کتاب صحیح بخاری کے کتاب الطب (Book of Medicine) کا ترجمہ و تشریح کی گئی ہے۔ اصل کتاب، اس کی ترتیب، احادیث کا چناؤ، ابواب کے عنوانات (Titles of chapters) سب کچھ امام بخاری رحمہ اللہ کے مخصوص طرز کے مطابق ہے، بندے نے صرف ان کا اردو ترجمہ اور طبی مسائل کے لحاظ سے تشریح کی ہے۔ اس لیے قارئین کو اس کتاب میں بعض احادیث کا تکرار بھی ملے گا کیونکہ امام بخاری رحمہ اللہ ایک ہی حدیث سے متعدد مسائل ثابت کرنے کے لیے ایک ہی حدیث مختلف ابواب میں ذکر کرتے ہیں۔
- کوشش کی گئی کہ الفاظ سادہ ہوں، بلاوجہ مشکل اردو الفاظ یا عربی اصطلاحات کے استعمال سے گریز کیا گیا ہے۔
- ہر باب (chapter) کے شروع میں اس باب کا مقصد اور اس کے عنوان کی مختصر وضاحت کی گئی ہے۔
- ہر حدیث کی تشریح کسی نہ کسی طبی مسئلہ کی مدد سے کی گئی ہے تاکہ عملی مثالوں سے حدیث کی تعلیم سمجھ بھی آسکے اور عملی زندگی میں اس پر عمل درآمد کی مزید صورتیں سوچی جاسکیں۔
- احادیث سے حاصل ہونے والی طبی تعلیم کی تائید میں جدید تحقیقات بھی پیش کی گئی ہیں۔ ان کا مقصد صرف ان احادیث پر یقین کو ترقی دینا ہی نہیں ہے بلکہ مسلمان ڈاکٹرز کو تحقیق کی دعوت دینا ہے کہ ان مسنون طبی تعلیمات کو جدید تحقیقات کے معیارات کے مطابق پیش کر کے حقانیتِ اسلام اور دعوتِ ایمان کا مبارک کام جس طرح وہ کرسکتے ہیں، مسلمانوں کا کوئی دوسرا طبقہ نہیں کرسکتا۔
- امام بخاری رحمہ اللہ نے کتاب الطب میں جن مسنون ادویہ (medicines) اور طریقہ علاج (treatment methodologies) کا ذکر کیا ہے، ان کی مزید تفصیلات دیگر معتبر احادیث اور محدثینِ کرام کی تحقیقات کی روشنی میں لکھی گئی تاکہ علاج کی مکمل کیفیت سامنے آسکے۔ لیکن اس سلسلے میں صرف مستند شرعی معلومات پر ہی اکتفا کیا گیا۔ ان احادیث کی صرف تشریحات میں محدثین کرام اور مسلمان اطبا کی تحریرات سے مدد لی گئی ہے لیکن ان ذاتی آراء کو بطورِ شرعی حکم یا کسی مسنون علاج کے طور پر نہیں لکھا گیا ہے، بلکہ صرف مذکورہ احادیث کی وضاحت کے حد تک لکھا گیا ہے۔ تاہم چونکہ یہ آراء (opinions) اور تشریحات (explainations) ان کے اپنے زمانے کی تحقیقات اور بعض اوقات ذاتی تجربات کی روشنی میں ہیں، لہذا

ان تشریحات کو بلا ردو بدل تسلیم کر لینا کسی بھی مسلمان پر لازم نہیں، بلکہ جدید سائنس سے ان احادیث کو ہم آہنگ کرنا ڈاکٹر حضرات کے ذمہ قرض ہے۔

- اسی طرح بعض مسنون علاج معالجہ کی افادیت کو بیان کرنے کے لیے مسلم ڈاکٹرز کے تجربات بھی تحریر کیے گئے ہیں جن سے اس معالجہ کی صورت و ترتیب سمجھنے میں یقیناً ڈاکٹرز کو آسانی ہو گی اور ان پر عمل کرنے کی ترغیب بھی۔ جدید میڈیکل سائنس کا اصول ہے کہ کسی بھی علاج و دوا کو صرف ذاتی تجربہ کی روشنی میں اختیار کرنے کے بجائے باقاعدہ منظم تجربات (test and trial) کی تحقیق کے بعد ہی اختیار کرنا چاہیے۔ اس لیے اس کتاب کے پڑھنے والے ڈاکٹر حضرات سے درخواست ہے کہ وہ ان مسنون علاج معالجہ کو جدید معیاراتِ تحقیق سے گزار کر امت کے لیے قابلِ عمل بنائیں۔

اس کتاب کی تیاری میں جناب مفتی نجیب صاحب (جامعہ دار العلوم کراچی، پاکستان)، مفتی سید حسین احمد صاحب (جامعہ دار العلوم کراچی، پاکستان)، ڈاکٹر سید فہیم الحسن (امریکہ)، ڈاکٹر فرید اکبر شاہ (سعودی عرب)، ڈاکٹر عارف رشید صدیقی (کراچی، پاکستان) اور ڈاکٹر سید طلحہ شاہ (لاہور، پاکستان) کا خصوصی تعاون رہا، بالخصوص ڈاکٹر سید طلحہ شاہ نے تو اس کتاب کا حرف بحرف بار بار جائزہ لیا اور مسلسل مفید تجاویز سے مستفیذ فرماتے رہے۔ ان کے علاوہ دیگر علمائے کرام اور ڈاکٹرز بھی مفید مشوروں سے نوازتے رہے۔ اللہ تعالی تمام معاونین کو جزائے خیر عطا فرمائے۔ اسی طرح صحیح بخاری کی عربی، اردو، انگریزی شروحات خصوصاً فتح الباری، عمدۃ القاری، کشف الباری سے بندے نے بہت استفادہ کیا، جدید طبی مسائل پر متعدد کتب زیرِ مطالعہ رہیں، انٹرنیٹ کی نعمت سے دور دراز بیٹھے ماہرین کی تحقیقات تک رسائی ملی، اللہ تعالی ان تمام معاونین کو ان کی تحقیقات پر بہترین اجر عطا فرمائے۔ بھائی مسرور صاحب نے کتاب کی کمپوزنگ میں معاونت فرمائی۔ معلمِ قرآن جل جلالہ بندے کی اس کاوش کو ان سب معاونین کے لیے صدقہ جاریہ بنائے۔ آمین

فقط

بندہ محمد وصی فصیح

بٹ

کچھ موضوع کے بارے میں!

ربانی تعلیم وہدایت کا جو قیمتی سرمایہ خاتم النّبیین ﷺ کے ذریعہ دنیا کو ملا، اس کے دو حصے ہیں:

کتاب اللہ،

دوسرے آپ ﷺ کے وہ ارشادات وتعلیمات، جو آپ نے اللہ کے نبی ورسول اور اس کی کتاب کے معلم ہونے کی حیثیت سے امت کے سامنے پیش کی ہیں، جن کو صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے بعد والوں کو پہنچایا اور بعد والوں نے اس کو پورے سلسلۂ روایت کے ساتھ کتابوں میں محفوظ کر دیا۔ آپ کی تعلیمات وہدایات کا عنوان حدیث اور سنت ہے۔

امتِ محمدیہ کا خصوصی اعزاز

قرآن کریم کے بعد شریعت کا سب سے بڑا اور اہم ماخذ حدیث پاک ہے کیوں کہ قرآن کریم کی تفہیم وتفصیل حدیث پاک ہی کے ذریعہ ہوتی ہے۔ عقائد کی گرہیں بھی اسی سے کھولی جاتی ہیں، فقہ کی سند بھی اسی سے لی جاتی ہے۔ حدیث کے بغیر اسلام کا کوئی موضوع مکمل نہیں ہو سکتا؛ اس لیے محدثین نے حد درجہ حفاظت حدیث کا اہتمام کیا اور اس کے لیے نہایت قیمتی اصول وضع کیے اور اپنی پوری محنت، قابلیت اور اخلاص وعقیدت کے ساتھ اس کی ایسی خدمت کی کہ دنیا کی کوئی قوم مذہبی سرمایہ کی حفاظت کی ایسی مثال نہیں پیش کر سکتی۔

علامہ ابنِ حزم رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ معتبر (ثقہ) شخص کا معتبر سے نقل کرنا (chain of narrators)، حتی کہ یہ سلسلہ اس طرح تسلسل کے ساتھ نبی اکرم ﷺ تک پہنچ جائے، ہر ایک راوی اپنے استاذ کا نام ونسب بیان کرے، سب کی ذات اور ان کے احوال وزمان ومکان معروف ہوں ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ یہ خصوصیت (سند) اللہ تعالیٰ نے باقی سب امتوں میں سے صرف مسلمانوں کو دی ہے اور اس خصوصیت کو ان کے ہاں قدیم زمانوں کے باوجود تر وتازہ وشگفتہ رکھا ہے۔ اس کو حاصل کرنے کے لیے اتنے لوگ دور دراز آفاق کا سفر کرتے ہیں کہ ان کا شمار ان کا خالق ہی کر سکتا ہے ۔۔۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے اس کی حفاظت کا ذمہ لیا ہے، لہٰذا اگر

ان میں سے کسی سے نقل کرنے میں ایک کلمہ کی بھی غلطی ہو جائے تو وہ ان سے بچ کر نہیں نکلتی، نہ ہی کسی فاسق کے لیے ممکن ہے کہ وہ اس میں کوئی ایک بھی من گھڑت بات داخل کر سکے! یہود متصل سند کے ذریعے بھی سیدنا موسیٰ علیہ السلام کے قریب نہیں پہنچ پاتے، بلکہ وہ موسیٰ علیہ السلام سے اتنا دور رُک جاتے ہیں کہ ان کے درمیان تیس زمانوں سے بھی زیادہ اور پندرہ سو سال سے بھی زیادہ عرصے کا فاصلہ ہوتا ہے۔ وہ صرف شمعون وغیرہ تک پہنچ پاتے ہیں۔ رہے نصاریٰ تو ان کے پاس حضرت عیسی علیہ السلام سے براہ راست صرف طلاق کی حرمت کا فتویٰ ہے، پھر اس کا بیان کرنے والا بھی ایسا آدمی ہے، جس کا جھوٹ واضح ہے۔ رہے اقوالِ صحابہ و تابعین تو یہودی اپنے نبی کے کسی صحابی یا تابعی تک قطعاً سند نہیں پہنچا سکتے، نہ ہی نصاریٰ کے لیے ممکن ہے کہ وہ شمعون اور پولس سے آگے جائیں۔[1]

حافظ ابو علی جیانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: تین چیزیں ایسی ہیں جو اللہ پاک نے خصوصیت کے ساتھ اس امت کو عطا کی ہیں۔ اس سے پہلے کسی کو یہ نہیں دی گئی ہیں:

(۱) اِسناد: حدیث کے نقل کرنے والوں کی مکمل تفصیل

(۲) اَنساب: قبیلہ و برادری کے شجرہ نسب

(۳) اِعراب: قرآنِ کریم پر زبر زیر"[2]

صحاح ستہ کا تعارف

فنی طور پر حفاظتِ حدیث کا آغاز عہدِ صحابہ میں ہی ہو گیا تھا؛ دورِ صحابہ کے بعد دوسری صدی کے آغاز میں احادیث کو باضابطہ مدون کرنے کی سرکاری اور غیر سرکاری کوششیں ہوئیں۔ تیسری صدی تدوینِ حدیث کا سنہرا دور ہے، جس میں امیر المومنین فی الحدیث امام محمد بن اسماعیل بخاری رحمہ اللہ نے صحیح احادیث کا

1 الفصل فی الملل والاهواء والنحل ، علي بن أحمد بن سعيد بن حزم الأندلسي(القاهرة ,مكتبة الخانجي)، ذكر فُصُول يعْتَرض بهَا جهلة الْمُلْحِدِينَ على ضعفة الْمُسلمين:۲/۸۲

2 منهج النقد في علوم الحديث،نور الدين عتر(سورية، دار الفكر دمشق ،الطبعة الثالثة ۱۴۱۸ھ –۱۹۹۷م)، مصطلح الحديث خصيصة للمسلمين:۳۶

عظیم مجموعہ مرتب کیا اور باقی اصحابِ ستہ نے بھی اسی نہج پر کتابیں مرتب کیں۔ ان کے علاوہ بھی مختلف کتبِ حدیث وجود میں آئیں؛ لیکن ان تمام کتب روایت میں شہرت وقبولیت کے اعتبار سے جو مقام ومرتبہ اصولِ ستہ کے حصے میں آیا وہ اور کتابوں کو نصیب نہ ہو سکا، ان ہی اصولِ ستہ کو علماءِ ہند کی اصطلاح میں "صحاح ستہ" سے تعبیر کیا جاتا ہے۔

صحاحِ ستہ سے مراد حدیث پاک کی چھ مشہور ومعروف کتابیں ہیں جن میں زیادہ تر صحیح (معتبر ومستند) احادیث بیان کی گئی ہیں: (۱) صحیح بخاری (۲) صحیح مسلم (۳) سنن نسائی (۴) سنن ابی داؤد (۵) جامع ترمذی (٦) سنن ابن ماجہ۔

صحاح ستہ کا یہ مطلب ہرگز نہیں ہے کہ ان چھ کتابوں میں جتنی روایات ہیں، سب صحیح ہیں اور نہ یہ نظریہ درست ہے کہ صرف ان ہی کتبِ ستہ کی روایات صحیح ہیں۔ باقی کتب حدیث کی روایات درجہ صحت تک نہیں پہنچتی ہیں۔

مفتی محمد تقی عثمانی صاحب فرماتے ہیں:

"صحاحِ ستہ کے نام سے بعض لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ ان میں ہر حدیث صحیح ہے، اور بعض لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ ان کے علاوہ کوئی حدیث صحیح نہیں؛ لیکن یہ دونوں باتیں غلط ہیں۔ واقعہ یہ ہے کہ نہ صحاح ستہ کی ہر حدیث صحیح ہے اور نہ اُن سے باہر کی ہر حدیث ضعیف ہے؛ بلکہ صحاح ستہ کی اصطلاح کا مطلب یہ ہے کہ جو شخص ان چھ کتابوں کو پڑھ لے اس کے سامنے اصولِ دین سے متعلق صحیح روایات کا ایک بڑا ذخیرہ آجاتا ہے، جو دین کے معاملات میں کافی ہے"۔[1]

ان مشہور ومعروف چھ کتبِ حدیث میں بھی صحیح بخاری کو سب سے بلند اور ارفع مقام حاصل ہے جس میں امام بخاری کی علمی پختگی اور انکے قوتِ عملی نے وہ جوہر دکھائے ہیں کہ گیارہ صدیاں گزرنے کے باوجود کسی ابنِ آدم کی کوئی حدیثی خدمت امت میں اس جیسا مقام حاصل نہ کر سکی۔

---

1 درسِ ترمذی، محمد تقی عثمانی (کراچی، مکتبہ دار العلوم کراچی، ۲۰۰۵) مقدمہ: ۱/۱۲٦

امام بخاری رحمہ اللہ کے حالاتِ زندگی

وہ نابینا یتیم بچہ!

نام: محمد بن اسماعیل اور کنیت: ابو عبد اللہ ہے۔ ازبکستان کے شہر بخارىٰ میں پیدائش کی وجہ سے بخارِی کہلائے گئے۔

آپ ۱۳ شوال ۱۹۴ھ بروز جمعہ پیدا ہوئے اور تقریباً ۶۲ سال کی عمر میں عید الفطر کی چاند رات کو مغرب وعشاء کے درمیان ۲۵۶ھ میں آپ کی وفات ہوئی اور عید الفطر کے دن بعد نمازِ ظہر سمرقند کے قریب "خرتنگ" نامی جگہ میں دفن کیے گئے۔

آپ کے بچپن میں ہی والد محترم (اسماعیل رحمہ اللہ) کا سایہ سر سے اٹھ گیا، آپ کی تعلیم وتربیت ماں کی گود میں ہوئی۔ صرف ۱۶ سال کی عمر میں احادیث کی بیشتر کتابیں پڑھ کر آپ نے تقریباً ستر ہزار حدیثیں زبانی یاد کرلی تھیں۔ امام بخاری رحمہ اللہ نے ابھی اچھی طرح آنکھیں کھولی بھی نہ تھیں کہ بینائی جاتی رہی۔ اس المناک سانحہ سے والدہ کو شدید صدمہ ہوا۔ انہوں نے بارگاہِ الٰہی میں آہ زاری کی، عجز ونیاز کا دامن پھیلا کر اپنے لاثانی بیٹے کی بینائی کیلئے دعائیں مانگیں۔ ایک مضطرب، بے قرار اور بے سہارا ماں کی دعائیں قبول ہوئیں۔ انہوں نے ایک رات حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کو خواب میں دیکھا فرمارہے تھے: "جا اے نیک خو! تیری دعائیں قبول ہوئیں۔ تمہارے نورِ نظر اور لختِ جگر کو اللہ تعالیٰ نے پھر نورِ چشم سے نواز دیا ہے" صبح اٹھ کر دیکھتی ہیں کہ بیٹے کی آنکھوں کا نور لوٹ آیا ہے۔

کم عمر امامِ حدیث

ابتدا میں اپنے ہی علاقے کے بیشتر شیوخ سے احادیث پڑھیں۔ والدہ اور بھائی کے ساتھ حج کی ادائیگی کے لیے مکہ مکرمہ گئے، والدہ اور بھائی تو اپنے وطن واپس آگئے؛ مگر آپ حج سے فراغت کے بعد مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ کے شیوخ سے احادیث سنتے رہے۔ اس کے بعد حدیث کے حصول کے لیے متعدد سفر کرکے مصر، شام،

عراق ودیگر ممالک کے شیوخ سے آپ نے احادیث پڑھیں۔اس طرح آپ کم عمری میں ہی حدیث کے امام بن کر سامنے آئے۔

بے مثال حافظہ

امام بخاری رحمہ اللہ کو اللہ تعالیٰ نے غیر معمولی حافظہ اور ذہن عطا کیا تھا۔ایک مرتبہ بغداد آئے، محدثین جمع ہوئے اور آپکا امتحان لیناچاہا،امتحان کی ترتیب یہ رکھی کہ دس آدمیوں نے دس دس حدیثیں لے کر ان کے سامنے پیش کیں،ان احادیث کے متن(عبارت)اور سندوں کو بدلا گیا،متن ایک حدیث کااور سند دوسری حدیث کی لگادی گئی۔امام بخاری رحمہ اللہ حدیث سنتے اور کہتے،مجھے اس حدیث کے بارے میں علم نہیں جب سارے محدثین اپنی دس دس حدیثیں سناچکے اور ہر ایک کے جواب میں امام بخاری رحمہ اللہ نے کہا کہ مجھے اس کا علم نہیں،توسارے لوگ ان سے بد ظن ہوئے اور کہنے لگے کہ یہ کیسے امام ہیں کہ 100 احادیث میں سے چند حدیثیں بھی نہیں جانتے۔

امام بخاری رحمہ اللہ پہلے شخص سے مخاطب ہو کر کہنے لگے تم نے پہلی حدیث کی سند یوں غلط سنائی تھی، پھر حدیث کی صحیح سند سنائی۔دوسری حدیث کے بارے میں فرمایا کہ تم نے یہ حدیث اس طرح سنائی تھی جب کہ صحیح یہ ہے اور پھر درست طریقے سے حدیث سنائی۔مختصر یہ کہ امام بخاری نے دس کے دس آدمیوں کی مکمل حدیثیں پہلے ان کے ردّوبدل کے ساتھ سنائیں اور پھر صحیح اسناد کے ساتھ حدیثیں سنائیں۔

اس مجلس میں امام صاحب اس جواب پر سارا مجمع حیران تھا۔علامہ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ یہ واقعہ لکھنے کے بعد فرماتے ہیں، یہاں امام بخاری کی امامت تسلیم کرنی پڑتی ہے۔تعجب یہ نہیں کہ امام بخاری نے غلط احادیث کی تصحیح کی اسلئے کہ وہ تو تھے ہی حافظ حدیث،تعجب تواس کرشمہ پر ہے کہ امام بخاری نے ایک ہی دفعہ میں ان کی بیان کردہ ترتیب کے مطابق وہ تمام تبدیل شدہ حدیثیں بھی یاد کرلیں۔[1]

---

1 فتح الباري شرح صحيح البخاري ، أحمد بن علي بن حجر أبو الفضل العسقلاني(بيروت ،دار المعرفة ،١٣٧٩ھ) ذكر جمل من الأخبار الشاهدة لسعة حفظه وسيلان ذهنه واطلاعه على العلل:١/٤٨٦

آپ کے اساتذۂ کرام اور شاگرد

علامہ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ امام بخاری رحمہ اللہ کے اساتذہ کی تعداد کا کوئی اندازہ نہیں لگایا جاسکتا۔ خود امام بخاری رحمہ اللہ کا اپنا بیان ہے کہ میں نے اسّی ہزار حضرات سے روایت کی ہے جو سب بلند پایہ اصحابِ حدیث میں شمار ہوتے تھے۔

آپ کے شاگردوں کی کثرت کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ علامہ فِربری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ جب میں امام بخاری کی شہرت سن کر آپ کی شاگردی کا شرف حاصل کرنے آپ کی خدمت میں پہنچا تو اس وقت تک تقریباً نوے ہزار آدمی آپ کے شاگرد ہوچکے تھے۔ نامور شاگردوں میں امام ترمذی اور علامہ دارمی رحمہما اللہ بھی شامل ہیں۔[1]

امام بخاری کو یہ مرتبہ کیوں ملا؟

پاکیزہ غذا کے اثرات

امام بخاری رحمہ اللہ کے زمانے میں احادیث مبارکہ کی سیکڑوں کتابیں لکھی گئیں، کئی مصنفین ومحدثین کا اس زمانے میں دور دورہ تھا، ایک ایک محدث کے سیکڑوں شاگرد ہوا کرتے تھے، ان سب کے باوجود جو قبولیت اللہ تعالیٰ نے امام بخاری اور ان کی کتاب کو نصیب فرمائی وہ دوسروں کے حصے میں نہیں آئی. اس کی ایک اہم وجہ یہ ہے کہ ان کے والد بزرگوار نے اپنے بچے کے لیے حلال اور پاکیزہ غذا کا اہتمام کیا تھا، حرام اور مشتبہ مال سے اپنے اہل وعیال کی حفاظت فرمائی تھی۔ اس حلال کی برکت اتنے بڑے علمی کارنامے کے ذریعہ ظاہر ہوئی، صحیح بخاری کو اصح الکتب بعد کتاب اللہ (قرآن کریم کے بعد صحیح ترین کتاب) کا درجہ حاصل ہوا ہے، انسان کے کارنامے کو یہ درجہ حاصل ہونا کوئی معمولی بات نہیں۔ ان کے والد نے انتقال کے موقع پر اپنے

---

1 صحیح بخاری اور علمائے دیوبند کی عظیم خدمات، محمد نجیب قاسمی سنبھلی، ماہنامہ دارالعلوم، شمارہ 3، جلد: 101، جمادی الاخری 1438 ہجری مطابق مارچ 2017ء

کثیر مال کے حوالے سے ارشاد فرمایا تھا کہ "میرے مال میں کوئی درہم حرام تو در کنار مشکوک مال بھی نہیں ہے۔[1]"

غیبت سے پرہیز

امام بخاری رحمہ اللہ کو بھی اللہ تعالیٰ نے بڑے بڑے امتحانات میں ڈالا، کئی مرتبہ آپ کو جلاوطنی کی زندگی گذارنی پڑی، معاصر علماء کرام میں سے کئی ایک نے موقع بموقع آپ پر اعتراضات کیے اور آپ کے خلاف زبان درازی کا طویل سلسلہ جاری رکھا، امیروں اور حاکموں نے الگ طوفان کھڑا کیا. ان سب کے باوجود آپ اپنی زبان پر شکایت کے بول نہیں لائے۔

مخالفین کی جانب سے امام بخاری رحمہ اللہ پر زبان و قلم کے نشتر چلائے گئے اور مخالفین نیچاد کھانے کے لیے ہر جانب سے کوشاں رہے، اس کے باوجود حق پر زبان کی استقامت میں ذرہ برابر فرق نہ آنا کئی کرامات سے بڑھ کر ہے، خود فرماتے ہیں: "مجھے امید ہے کہ اللہ تعالیٰ سے میں اس حالت میں ملوں گا کہ اللہ تعالیٰ غیبت کے سلسلہ میں مجھ سے حساب نہیں لیں گے؛ کیوں کہ میں نے کسی کی غیبت نہیں کی۔"[2]

علمی وقار کی حفاظت

ایک مرتبہ امام بخاریر حمہ اللہ دریائی سفر کر رہے تھے کہ ایک ہزار اشرفیاں ان کے ساتھ تھیں، ایک شخص نے کمال نیاز مندی کا طریقہ اختیار کیا، اور امام بخاری رحمہ اللہ کو اس پر اعتماد ہو گیا، اپنے احوال سے اس کو مطلع کیا، یہ بھی بتادیا کہ میرے پاس ایک ہزار اشرفیاں ہیں۔ ایک صبح کو جب وہ شخص اٹھا تو اس نے چیخنا شروع کیا اور کہنے لگا کہ میری ایک ہزار اشرفی کی تھیلی غائب ہے؛ چنانچہ جہاز والوں کی تلاشی شروع ہوئی، امام بخاری رحمہ اللہ نے موقع پاکر چپکے سے وہ تھیلی دریا میں ڈال دی، تلاشی کے باوجود وہ تھیلی دستیاب نہ ہو سکی تو لوگوں نے اسی کو ملامت کی۔

---

1 لا أعلم من مالي درهما من حرام ولا درهما من شبهة (فتح البارى، محوله سابقا، ذكر سيرته وشمائله وزهده وفضائله :۴۸۹/۱)

2 أني لأرجو أن ألقي الله ولا يحاسبني أني اغتبت أحدا(فتح البارى، محوله سابقا، ذكر سيرته وشمائله وزهده وفضائله :۴۸۰/۱)

سفر کے اختتام پر وہ شخص امام سے پوچھتا ہے کہ آپ کی وہ اشرفیاں کہاں گئیں؟ امام صاحب نے فرمایا: میں نے ان کو دریا میں ڈال دیا، کہنے لگا اتنی بڑی رقم کو آپ نے ضائع کر دیا؟ فرمایا کہ میری زندگی کی اصل کمائی تو اعتبار کی دولت ہے چند اشرفیوں کے عوض میں اس کو کیسے تباہ کر سکتا تھا۔[1]

پرسکون نماز

امام بخاری رحمہ اللہ کی نماز کیسی احسانی کیفیت سے معمور تھی، آپ اس واقعہ سے اندازہ لگایئے کہ ایک دفعہ آپ نماز پڑھ رہے تھے کہ اس دوران ایک بھڑ نے آپ کے جسم پر سترہ دفع کاٹا، جب آپ نے نماز پوری کی تو کہا کہ دیکھو کونسی چیز ہے جس نے مجھے نماز میں تکلیف دی ہے، شاگردوں نے دیکھا تو بھڑ تھی جس کے کاٹنے سے ورم آگیا تھا۔ آپ سے جلدی نماز ختم کرنے کی بات کہی گئی تو فرمایا کہ میں جس سورت کی تلاوت کر رہا تھا اس کے ختم کرنے سے قبل نماز ختم کرنا نہیں چاہ رہا تھا۔[2]

مجاہدہ سے بھرپور زندگی

محنت کی جو بھی شکل ہو امام بخاری رحمہ اللہ اسے اپنانے سے ہرگز گریز نہیں کرتے تھے۔ امام محمد بن ابی حاتم وراق رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ بسا اوقات دورانِ سفر امام بخاری رحمہ اللہ کے ساتھ ایک ہی کمرہ میں رات گذرتی تھی، میں دیکھتا کہ رات کو پندرہ بیس دفعہ اٹھتے، ہر دفعہ چراغ جلا کر حدیث پر نشان لگاتے، پھر نماز تہجد ادا کرتے۔[3]

آپ کی خوراک بہت ہی کم تھی، علمِ حدیث میں مشغولیت کی وجہ سے کھانے کے اعتبار سے بہت زیادہ مجاہدہ برداشت کرتے تھے۔ کھانا بہت ہی کم اور سادہ ہوتا تھا۔ حتی کہ مشائخ واہل علم نے بہت ہی زیادہ التجا کی تو روٹی کے ساتھ شکر استعمال کرنے لگے۔[4] یہی وہ مجاہدات ہیں جن کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے امام بخاری کو قابلِ رشک بلندیاں نصیب فرمائیں۔

---

1 کشف الباری عمافی صحیح البخاری، سلیم اللہ خان، مقدمہ:۱/۱۳۲

2 فتح الباری،محوله سابقا، ذکر سيرته وشمائله وزهده وفضائله : ۱/۴۸۰

3 سير أعلام النبلاء، شمس الدين أبو عبد الله محمد الذهبي(بيروت ،مؤسسة الرسالة،۱۴۱۳ ھ)أبو عبد الله البخاري،۱۲ /۴۰۴

4 فتح الباری،محوله سابقا، ذکر سيرته وشمائله وزهده وفضائله :۱/۴۸۱

رمضان کی قدر دانی

رمضان کی پہلی رات میں اپنے ساتھیوں کو جمع کرتے ان کی امامت فرماتے، ہر رکعت میں بیس آیتوں کی تلاوت کرتے، نیز اسی ترتیب پر قرآن ختم فرماتے، ہر دن سحری تک قرآن کریم کا ایک تہائی حصہ تلاوت فرماتے، اس طرح تین رات میں تلاوت کرتے ہوئے قرآن ختم فرماتے، نیز رمضان کے ہر دن میں ایک دفعہ قرآن کریم ختم فرماتے، اور ہر مرتبہ ختم کرتے ہوئے دعا کا اہتمام کرتے۔[1] گویا رمضان کا مہینہ امام بخاری کے یہاں تلاوت کا مہینہ ہوا کرتا، صبح وشام رات بھر تلاوت کا خاص شغف واہتمام ہوا کرتا۔[2]

صحیح بخاری کا تعارف

امام بخاری رحمہ اللہ کی تصانیف میں آٹھ کتابیں زیادہ مشہور ہیں: الأدب المفرد، التاریخ الصغیر۔ الأوسط، التاریخ الکبیر، الضعفاء الصغیر، قرۃ العینین برفع الیدین فی الصلاۃ، خلق أفعال العباد، القرائۃ خلف الامام، اورسب سے مایۂ ناز کتاب صحیح بخاری ہے۔

صحیح بخاری کے لکھنے کا سبب

امام بخاری رحمہ اللہ نے حجاز کے تیسرے سفر میں مسجد نبوی سے متصل ایک رات خواب میں دیکھا کہ میرے ہاتھ میں ایک بہت ہی خوبصورت پنکھا ہے جس سے میں نبی کریم ﷺ کے سامنے سے مکھیاں وغیرہ دور کررہاہوں۔ صبح کو نماز سے فارغ ہوکر انہوں نے علماء کرام سے اپنے خواب کی تعبیر دریافت فرمائی۔ انھوں نے جواب دیا کہ آپ نبی ﷺ سے منسوب جھوٹی روایات دور کریں گے۔ اس تعبیر نے امام بخاری رحمہ اللہ کے دل میں صحیح احادیث پر مشتمل ایک کتاب کی تالیف کا احساس پیدا کیا۔ اس ارادہ کو مزید تقویت اس بات سے پہنچی کہ آپ کے استاذ شیخ اسحاق بن راہویہ رحمہ اللہ نے ایک مرتبہ آپ سے فرمایا: کیا ہی اچھا ہو تاکہ تم ایسی کتاب تالیف فرماتے جو صحیح احادیث کی جامع ہوتی۔ خواب کی تعبیر اور استاذ کے ارشاد کے بعد امام بخاری رحمہ اللہ صحیح بخاری

---

1 فتح الباری، محولہ سابقا، ذکر سیرته وشمائله وزهده وفضائله : ۱/۴۸۱

2 امام بخاریؒ ---- چند امتیازی خصوصیات، محمد مجیب الرحمن دیودرگی، ماہنامہ دارالعلوم دیوبند، شمارہ 7، جلد: 101، شوال 1438 ہجری مطابق جولائی 2017ء

لکھنے میں ہمہ تن مشغول ہوگئے۔ صحیح بخاری تحریر کیے جانے تک حدیث کی تقریباً تمام ہی کتابوں میں صحیح، حسن اور ضعیف تمام قسم کی احادیث جمع کی جاتی تھیں کیونکہ اس وقت دین کا سب سے اہم تقاضا احادیث کے تمام مجموعے کو تحریری شکل میں محفوظ کرنا تھا۔ اس حفاظت کے بعد امام بخاری رحمہ اللہ جیسے پاکیزہ دلوں میں اللہ تعالی نے اس ذخیرہ کی درجہ بندی کا جذبہ ڈالا۔

صحیح بخاری لکھنے کے آداب

امام بخاری رحمہ اللہ نے سب سے پہلے تقریباً ٦ لاکھ احادیث کے مسودات ترتیب دیے۔ اس میں کئی سال لگ گئے۔ اس سے فارغ ہوکر آپ نے احادیث کی جانچ شروع کی اور اس اہم ذخیرے سے ایک ایک گوہر چن کر صحیح بخاری میں جمع کرنا شروع کردیا۔ آپ خود فرماتے تھے کہ میں ہر حدیث کو صحیح بخاری میں لکھنے سے قبل غسل فرماکر دو رکعت نفل ادا کرتا ہوں۔ آپ کو تمام ترفنی جانچ پڑتال کے بعد بھی جب کسی حدیث کی سند میں اطمینان نہیں ہوتا تو آپ مسجد حرام یا مسجد نبوی[1] میں بہ نیت استخارہ دو رکعت نماز پڑھتے اور پھر قلبی اطمینان کے بعد ہی اس حدیث کو اپنی کتاب میں تحریر فرماتے۔ غرض انھوں نے ١٦ سال دن ورات جدوجہد کرکے یہ کتاب تحریر فرمائی۔[2]

صحیح بخاری کو صحیح کیوں کہتے ہیں؟

صحیح بخاری میں سات ہزار سے کچھ زیادہ احادیث ہیں جو سب کی سب صحیح ہیں۔ اگرچہ بعض محدثین نے ٧ یا ٨ احادیث کی سند پر کلام کیا ہے مگر صحیح بات یہ ہے کہ تمام احادیث صحیح ہیں۔ متعدد احادیث مختلف ابواب میں بار بار مذکور ہوئی ہیں، مثلاً حدیث (اِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِالنِّیَّاتِ) مختلف ابواب کے تحت متعدد مرتبہ مذکور ہوئی ہے۔ تقریباً تین ہزار احادیث اس کتاب میں غیر مکررہ (without repetition) ہیں۔

---

[1] الحمدللہ بندہ ناکارہ کو بھی اس کتاب کا کچھ حصہ مطافِ کعبہ، میزابِ رحمت کے سامنے اور کچھ حصہ مسجدِ نبوی، مقامِ اقدامِ عالیہ میں لکھنے کی سعادت حاصل ہوئی۔ اللہ ربِ کریم اس ظاہری مشابہت کی برکت سے حضرت امام بخاری رحمہ اللہ کی صفاتِ قبولیت سے کچھ حصہ نصیب فرمادیں توزہے قسمت۔

[2] فتح الباري ،محوله سابقا، المقدمة ،الفصل الاول في بيان السبب الباعث لأبي عبد الله البخاري على تصنيف جامعه الصحيح: ٧/١

البتہ یہ سمجھنا صحیح نہیں کہ صحیح احادیث صرف صحیح بخاری میں ہیں؛ کیوں کہ دیگر کتابوں میں بھی بے شمار صحیح حدیثیں پائی جاتی ہیں . امام بخاری رحمتہ اللہ علیہ کے کسی حدیث کو اپنی کتابوں میں ذکر نہ کرنے سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ وہ حدیث ضعیف ہے، کیونکہ انہوں نے کہیں بھی ایسا دعویٰ نہیں کیا کہ ہم نے ساری صحیح احادیث اپنی کتاب میں نقل کر دی ہیں اور جو احادیث ہم نے ذکر نہیں کیں وہ صحیح نہیں ہیں، بلکہ اُن سے اس کے برعکس منقول ہے۔

شارح صحیح بخاری حافظ ابن حجر عسقلانی رحمتہ اللہ علیہ لکھتے ہیں :

وروى الإسماعيلى عنه قال لم أخرج فى هذا الكتاب الا صحيحا وما تركت من الصحيح أكثر قال الإسماعيلى لأنه لو أخرج كل صحيح عنده لجمع فى الباب الواحد حديث جماعة من الصحابة ولذكر طريق كل واحد منهم إذا صحت فيصير كتابا كبيرا جدا۔

اسماعیلی نے امام بخاری رحمتہ اللہ علیہ سے روایت کیا ہے کہ امام نے فرمایا" میں اِس کتاب میں وہی روایت ذکر کی ہے جو صحیح ہے، اور جو صحیح روایات میں نے ترک کر دی ہیں، وہ اس سے بھی زیادہ ہیں۔ اسماعیلی کہتے ہیں کہ اگر امام بخاری رحمتہ اللہ علیہ وہ تمام روایات نقل کرتے جو ان کے نزدیک صحیح ہیں تو آپ کو ہر ایک باب میں صحابہ رضی اللہ عنہم کی ایک جماعت کی احادیث ان کی اسناد کے ساتھ ذکر کرنا پڑتیں اس طرح یہ ایک بہت بڑی کتاب بن جاتی۔[1]

صحیح بخاری کا مکمل نام

صحیح بخاری کا مکمل نام یہ ہے:الجامع المسند الصحيح المختصر من أمور رسول الله وسننه وأيامه

پہلا لفظ اَلْجَامِعُ اس سے مراد حدیث کی وہ کتاب جس میں شریعتِ اسلامیہ کے مختلف گوشوں سے متعلق احادیث جمع کی گئی ہوں۔

1 فتح الباري ، محوله سابقا، المقدمة ،الفصل الاول في بيان السبب الباعث لأبي عبد الله البخاري على تصنيف جامعه الصحيح:١/٧

دوسرے لفظ اَلْمُسْنَدُ سے مراد یہ ہے کہ اس کتاب میں تمام احادیث سندِ متصل(continuous) narratorschain of کے ساتھ بیان کی جائیں گی۔

تیسرا لفظ الصَّحِیْحُ سے اس طرف اشارہ ہے کہ اس کتاب میں صرف صحیح احادیث کو ذکر کیا جائے گا چوتھا لفظ اَلْمُخْتَصَرُ ہے جس میں پہلے بیان کردہ حقیقت کی طرف اشارہ ہے کہ یہ کتاب صحیح احادیث کا ایک مختصر انتخاب ہے، تمام صحیح احادیث کا احاطہ مقصود نہیں ہے۔

آگے تین الفاظ استعمال ہوئے ہیں: أمور رسول اللہ وسننہ وأیامہ۔

امور سے مراد وہ احادیث ہیں جن میں آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے ارشادات بیان کیے گئے ہیں۔

سُنَنِہ سے مراد وہ احادیث ہیں جن میں آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے اعمال بیان کیے گئے ہیں۔

اَیَّامہ سے مراد وہ احادیث ہیں جن میں آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی حیاتِ طیبہ کے تاریخی واقعات بیان کیے گئے ہیں۔

صحیح بخاری کی جامعیت(Comprehensivenes)

اس کتاب کا مکمل نام ہے ”اَلْجَامِعُ الْمُسْنَدُ الصَّحِیْحُ الْمُخْتَصَرُ مِنْ حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم وسننہ وأیامہ“۔

اس کا پہلا لفظ الجامع ہے اور اسی کے حوالہ سے حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی رحمہ اللہ کا کہنا ہے کہ صحیح بخاری میں قرآن کریم کی تفسیر کے بارے میں ہزاروں روایات ذکر کی گئی ہیں اور ان کی تشریح حدیث نبوی کی روشنی میں کی گئی ہے۔ صحیح بخاری کا آغاز قرآن کریم کی ایک آیت سے ہوا ہے اور اختتام بھی قرآن کریم کی آیت پر ہی ہوا۔ جبکہ درمیان میں شاید ہی آپ کو کوئی صفحہ قرآن کریم کی آیت یا کسی جملہ سے خالی ملے، اس لیے یہ تفسیر قرآن کریم کی کتاب بھی ہے۔

امام بخاری رحمہ اللہ نے صرف احادیث بیان نہیں کیں بلکہ قرآن کریم کی آیات اور جناب نبی اکرم ﷺ کی احادیث سے ہزاروں احکام و مسائل مستنبط (extract) کیے ہیں۔ وہ پہلے مسئلہ بیان کرتے ہیں، پھر اس کے مطابق قرآن کریم کی آیت، حدیث نبوی اور صحابہ و تابعین کے آثار (اقوال) لاتے ہیں، جس سے اہل سنت کے منہج استدلال (Methodology to prove) کی وضاحت بھی ہو جاتی ہے کہ ہمارے دین کی کسی بھی بات کی بنیاد قرآن کریم کے بعد احادیث اور آثار صحابہ پر ہے۔

قرآن و سنت سے احکام مستنبط (extract) کرنے کو فقہ کہتے ہیں۔ فقہ و شریعت قرآن و حدیث سے الگ کوئی علم نہیں ہے، بلکہ قرآن و حدیث سے مستنبط ہونے والے احکام و مسائل ہی فقہ کہلاتے ہیں۔ حدیث کو سند (chain of narration) اور متن (text) کے ساتھ بیان کرنا روایت اور حدیث کہلاتا ہے۔ جبکہ اس میں مسائل و احکام کا استنباط کرنا فقہ شمار ہوتا ہے۔ جہاں حدیث ہوگی وہاں ظاہر بات ہے کہ فقہ بھی ہوگی، اور جہاں فقہ ہوگی یقیناً اس کی پشت پر کوئی نہ کوئی حدیث بھی ہوگی۔ ان کا باہمی تعلق اسی طرح کا ہے جو دودھ اور مکھن کا ہے۔ دودھ اپنی اصل حالت میں دودھ کہلاتا ہے، جبکہ اس میں سے گھی نکلتا ہے، مکھن بنتا ہے، پنیر اور کھویا نکلتا ہے، ۔ اب یہ ساری چیزیں بظاہر الگ الگ نظر آنے کے باوجود دودھ سے الگ نہیں ہیں بلکہ اسی کا حصہ اور ثمرہ ہیں۔ اس لیے حدیث اور فقہ الگ الگ علوم نہیں ہیں بلکہ ایک ہی علم کی مختلف صورتیں ہیں۔ جبکہ امام بخاریؒ نے جو مسائل مستنبط کیے ہیں ان کی تعداد صحیح بخاری میں ساڑھے چھ ہزار کے لگ بھگ ہے، اور تکرار کے بغیر روایات کی تعداد ساڑھے چار ہزار کے آگے پیچھے بیان کی جاتی ہے۔ گویا مسائل زیادہ بیان ہوئے ہیں اور احادیث و روایات ان سے کم ہیں۔ اس لیے صحیح بخاری فقہ کی کتاب بھی ہے۔

حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ امام بخاری رحمہ اللہ نے "سیر و مغازی" یعنی تاریخ کو بھی اس میں کمال درجہ میں شامل کیا ہے۔ انہوں نے تاریخی روایات کو جس ذوق و اہتمام کے ساتھ بیان کیا ہے وہ انہی کا حصہ ہے۔ اسی طرح آپ نے "زھد و رقائق" سے متعلقہ روایات کو بھی جمع کیا ہے جسے تصوف (سلوک و احسان یا روحانیت) سے بھی تعبیر کر لیا جاتا ہے۔

اس طرح صحیح بخاری اصلاً تو حدیث کی کتاب ہے، مگر یہ (۱) تفسیر (۲) فقہ (۳) تاریخ اور (۴) سلوک و احسان کی کتاب بھی ہے۔ چنانچہ پڑھنے پڑھانے والوں کو بخاری کی اس جامعیت کو سامنے رکھ کر اس سے استفادہ کرنا چاہیے۔

صحیح بخاری کی اس "جامعیت" کا ایک اور حوالہ ہے کہ اس میں انسانی زندگی کے تمام شعبوں کا احاطہ کیا گیا ہے۔ انسانی سوسائٹی میں زندگی کے چار بڑے دائرے ہیں۔ (۱) فرد کی زندگی (۲) خاندانی زندگی (۳) سوسائٹی اور قوم کی زندگی اور (۴) عالمی و بین الاقوامی زندگی۔ اسلامی تعلیمات انسانی زندگی کے ان چاروں دائروں کے حوالہ سے واضح طور پر موجود ہیں۔ امام بخاری نے اپنے دور کے حوالہ سے زندگی کے ان سب شعبوں کے بارے میں قرآن و سنت اور آثار صحابہ و تابعین کے ذریعہ امت مسلمہ اور نسل انسانی کی راہ نمائی کی ہے۔ اگر آپ اس ذوق کے ساتھ صحیح بخاری پڑھیں اور پڑھائیں گے تو آپ کو اس میں سیاسی نظام بھی ملے گا، معاشی نظام بھی ملے گا، خارجہ پالیسی بھی ملے گی، جنگ اور صلح کے احکام بھی ملیں گے، قومی زندگی کی ضروریات بھی اس میں موجود ہیں، بین الاقوامیت کے تقاضے بھی اس میں بیان کیے گئے ہیں، اور خاندانی نظام کے بارے میں تو اس سے زیادہ جامع اور فطری احکام کا کسی دوسری جگہ تصور بھی نہیں کیا جاسکتا۔[1]

صحیح بخاری کے تراجم (Titles of Chapters)

صحیح بخاری کا ایک اہم امتیاز امام بخاری رحمہ اللہ کا طرز استدلال بھی ہے جسے علمی حلقوں میں "ترجمۃ الباب" سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ امام صاحب نے بڑی دقت نظری اور علمی مہارت کے ساتھ احادیث کو ترتیب دی ہے اور احادیث پر نہایت اہتمام سے ایسے عنوانات قائم کیے ہیں جو امام بخاریؒ کے استدلال واستنباط کے فن کے شاہکار ہیں۔

---

1 صحیح بخاری بطور نظام حیات، زاہد الراشدی، روزنامہ اسلام، لاہور، ۲۵ اگست ۲۰۱۵ء

امام بخاری رحمہ اللہ پہلے وہ عنوان کے طور پر مسئلہ بیان کرتے ہیں جو ان کے نزدیک اس حدیث سے قائم ہو رہا ہے اور مسئلہ بیان کرنے کے بعد اس سے متعلقہ حدیث بیان کرتے ہیں۔ حتیٰ کہ جو مسئلہ وہ قائم کرتے ہیں اس کے بارے میں اکثر مقامات پر پوری حدیث بھی ذکر نہیں کرتے بلکہ حدیث کا صرف اتنا حصہ بیان کر دیتے ہیں جو اس مسئلہ کی وضاحت کے لیے ضروری ہوتی ہے۔ یہ بات عام طور پر کہی جاتی ہے کہ ''فقہ البخاری فی تراجمہ'' امام بخاریؒ کا تفقہ اور ان کی فقہ ان ابواب اور عنوانات میں موجود ہے جو انہوں نے احادیث پر قائم کیے ہیں۔

مثلاً آپ نے کتاب النکاح کی آخری روایت کے طور پر حضرت ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا کی طویل حدیث کا ایک مختصر جملہ بیان کیا ہے کہ میرے والد محترم حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے مجھے ڈانٹ ڈپٹ کی، مگر میں حرکت نہیں کر رہی تھی کیونکہ نبی اکرم ﷺ میری گود میں سر رکھے سو رہے تھے اور میں ان کی نیند خراب نہیں کرنا چاہتی تھی۔ امام نے لمبی روایت کا اتنا حصہ نقل کر کے اس پر عنوان یہ قائم کیا ہے کہ کیا باپ غصے میں اپنی بیٹی کو ڈانٹ ڈپٹ سکتا ہے؟ ظاہر ہے کہ امام صاحب حدیث کے اس ٹکڑے کو اس کے جواز کے طور پر پیش کر رہے ہیں۔ مگر اس میں ایک طالب علمانہ اضافہ یہ بھی ہے کہ حدیث کا یہ حصہ کتاب النکاح کے آخر میں کیوں لایا گیا ہے؟ یہ اس لیے ہے کہ امام بخاری رحمہ اللہ یہ بتانا چاہ رہے ہیں کہ بیٹی شادی شدہ ہو کر اپنے گھر بار والی ہو جائے تب بھی باپ کا ڈانٹ ڈپٹ کا حق باقی رہتا ہے۔[1]

1 حدیث نبوی۔ تمام علوم دینیہ کا اصل ماخذ، زاہد الراشدی، روزنامہ اسلام، لاہور، اپریل ۲۰۱۴ء

طبِ نبوی کا شرعی مقام

کتبِ حدیث میں علاج معالجہ پر مشتمل کسی بھی کتاب کے مطالعہ سے پہلے دو سوال کے صحیح جوابات معلوم کرنا نہایت ضروری ہے:

۱: طبِ نبوی حقیقت میں کسے کہتے ہیں؟

۲: علاج معالجہ سے متعلق ان نبوی تعلیمات کی شریعتِ اسلامیہ میں کیا حیثیت ہے؟

یہ دونوں سوالات طبِ اسلامی سے متعلق ہر بحث، ہر کتاب اور ہر سوال پر غالب ہیں کیونکہ ان کو بنیادی و مرکزی حیثیت حاصل ہے۔ ان کے درست جواب تک نہ پہنچنے کی وجہ سے ہمارے معاشرے میں افراد و تفریط پائی جاتی ہے۔ ایک طبقہ نبی ﷺ سے منسوب طریقہ علاج ہی کو واحد جائز طریقہ قرار دیتا ہے اور اس کے بالمقابل کسی بھی جدید طریقہ علاج کو کافرانہ علاج گردانتا ہے۔ انہی طبقہ کے کچھ افراد حجامہ کی اس شد و مد سے تلقین کرتے نظر آتے ہیں کہ گویا حجامہ کرانا عملاً واجب ہے۔ اسکے بالمقابل کچھ لوگ سنتِ نبوی کو صرف دینی معاملات تک ہی محدود سمجھتے ہیں اور دنیوی امور، بالخصوص علاج معالجہ کی تمام تر تعلیمات کو اس دور کا تجربہ اور عرب کلچر کی حیثیت دیتے ہیں۔

اسی طرح طبِ نبوی کی درست تعیین بھی ضروری ہے ورنہ نسل در نسل منتقل ہوتی حکمت اور زمانہ قدیم سے رائج طبِ یونانی کو بھی نبوی طب سمجھا جاتا ہے، بلکہ اس سے بھی بڑھ کر افسوس ناک بات یہ ہے کہ مروجہ مغربی ایلوپیتھک طریقہ علاج کے مقابل ہر طریقہ علاج کی تشہیر بعض مقامات پر اسلامی طب کے عنوان سے کی جانے لگی ہے۔

طبِ نبوی کا درست مطلب

- "طب نبوی سے مراد عہدِ نبوی کی طب" نہیں ہے۔ یعنی جب ہم نبوی طب کو اپنانے کی بات کریں تو اس سے مراد نبی کریم ﷺ کے دور سے پہلے عرب میں رائج طبی طریقے، زیرِ استعمال ادویہ اور ان کے حفظانِ

صحت کے اصول نہیں ہونے چاہیے۔ عرب میں طب اور طبیب کو معاشرے میں اونچا مقام دیا جاتا تھا۔ اس زمانے کے اطباء جادو، کہانت اور طب تینوں کے ماہر ہوا کرتے تھے کیونکہ عرب کا نظریہ تھا کہ بیماری جنات و شیاطین کے اثرات سے ہوتی ہے۔ مشرکانہ جھاڑ پھونک کے ساتھ ساتھ کچھ ادویہ بھی رائج تھیں جن میں "النہاء" اور "العقاقیر" زیادہ مشہور تھیں۔ پہلی دوا سفید پتھر سے جبکہ دوسری دوا نباتات سے بنائی جاتی تھی۔ اس کے علاوہ ایک طریقہ علاج "الغسیل" بھی تھا جس میں ٹھنڈ اور زکام کے مریض پر کپڑے لپیٹ دیے جاتے تھے تاکہ پسینہ نکلنے سے وہ ٹھیک ہو جائے۔ اس کے علاوہ داغنے کے ذریعے علاج کا طریقہ بھی رائج تھا اور یہ فقرہ زبان زد تھا کہ "آخر الدواء الکی" (تمام علاج کے بعد آخری علاج داغنا ہی ہوتا ہے)۔[1]

نبی کریم ﷺ مصلح بنا کر بھیجے گئے، آپ نے دیگر شعبہ ہائے زندگی کی طرح عرب طریقہ علاج معالجہ کی بھی تطہیر (purification) فرمائی اور مفید ادویہ کی تعریف فرمائی اور غلط طریقہ علاج کو منع کیا۔ مشرکانہ جھاڑ پھونک، جادو ٹونے کو شد و مد سے منع فرمایا۔ عربوں میں مشہور تھا کہ شفا تین چیزوں میں منحصر ہے: شہد کے شربت میں، پچھنا لگوانے میں اور آگ سے داغنے میں۔ نبی کریم ﷺ نے اس کی یوں اصلاح فرمائی۔

"اگر تمہاری دواؤں میں کسی میں بھلائی ہے تو پچھنا لگوانے یا شہد پینے اور آگ سے داغنے میں ہے اگر وہ مرض کے مطابق ہو۔ میں آگ سے داغنے کو پسند نہیں کرتا ہوں۔"[2]

اس حدیث میں نبی کریم ﷺ کے ارشاد "تمہاری دواؤں" کے ذریعے طبِ عرب اور طبِ نبوی کا فرق معلوم ہوتا ہے کہ طبِ عرب کا صرف وہی حصہ اختیار کرنا مسنون ہے جسے دربارِ نبوی سے اجازت حاصل ہو۔

---

1 المفصل في تاريخ العرب قبل الإسلام، جواد علی،(عراق، انتشارات الشريف الرضی،١٣٨٠ھ) الطب والبيطرة:٨/ ٣٩٠

2 صحيح البخاری، محمد بن إسماعيل البخاري(رياض، دارالسلام للنشر والتوزيع،١٤٢٩ھ) كتاب الطب، باب الدواء بالعسل ، الرقم:٥٦٨٣

- عربوں میں چار مشہور طبیب گزرے ہیں۔ الحارث بن کَلَدۃ الثقفي، النَّضر بن الحارث، "ابن اَبي رمثة التمیمی" اور "ضماد"۔ حارث بن کلدۃ نامی چھٹی صدی میں ایک طبیب طائف کے قبیلہ بنو ثقیف میں پیدا ہوئے۔ کچھ مورخین کا خیال ہے کہ اُس زمانے میں انہوں نے "گندی شاپور" جہاں پر ارسطو اور جالینوس کی تعلیمات سکھائی جاتی تھیں' سے علم الطب حاصل کیا[1]۔ تاہم گندی شاپور میں اسطرح کے کسی اسپتال یا میڈیکل سکول ہونے کے کوئی ٹھوس مدلل شواہد نہیں مل سکے، اگرچہ وہاں پر ایک مذہبی مدرسہ ضرور تھا اور شائد اس سے ملحقہ ایک درمانگاہ (ڈسپنسری)۔ گندی شاپور میں کچھ حد تک طبی مشقیں اور سنجیدہ دانشورانہ سرگرمیاں تھیں، اس نے آٹھویں صدی کی ابتدا میں عباسی دربار تک طبیبوں کا ایک سلسلہ فراہم کیا۔[2] طب کے ایک سماجی تاریخ دان روئے پورٹر (Roy Porter) اپنی کتاب "TheGreatest Benefit to Mankind: A Medical History of Humanity" میں لکھتے ہیں:

"گندی شاپور یقینی طور پر عرب، یونانی، سریانی اور یہودی دانشوروں کے ملاقات کی جگہ تھی، لیکن کسی میڈیکل اکیڈمی کے وہاں ہونے کے کوئی ثبوت نہیں ہیں۔ نویں صدی کی ابتدا میں کہیں عرب اسلامی میں طب نے کوئی شکل اختیار کی"۔[3]

بہرحال طبِ یونانی اور طبِ ایرانی کے اثرات عربی طب پر کسی نہ کسی درجے میں رہے ہیں حتی کہ بعض مؤرخین نے یہ الزام بھی لگایا کہ حضرت محمد (ﷺ) نے بن کلدۃ سے ارسطو اور جالینوس کے انسانی

[1]Muhammad Z. Siddiqi, Studies in Arabic and Persian Medical Literature(London: Luzac,1959)pp. 173

[2]David C. Lindberg, The Beginnings of Western Science. The European Scientific Tradition in Philosophical, Religious, and Institutional Context, 600 B.C. to A.D. 1450. (Chicago: University of Chicago Press, 1992.) pp. 164-165

[3]Roy Porter, The greatest benefit to mankind: a medical history of humanity from antiquity to the present(London, HarperCollins, 1997) pp:94

مضغہ(human embryo) کے بننے سے متعلق جانتے رہے اور ادویات سے متعلق مشاورت حاصل کرتے رہے، جس کا تحقیقی جواب Hamza Andreas Tzortzis نے اپنے مضمون میں تفصیل سے دیا ہے۔[1]

تاہم یہ حقیقت ہے کہ بعد کے ادوار میں خصوصاً فتحِ ایران اور یونانی کتب کی عربی قالب میں ڈھلنے کے بعد ایرانی اور یونانی طب کی طبِ اسلامی سے آمیزش ہوتی رہی جو کہ غلط روش نہیں تھی کیونکہ بلاشبہ نبی کریم ﷺ نے طب اور مریضوں کے علاج معالجہ کے بارے میں اہم اصولی تعلیمات بیان فرمائیں ہیں تاہم علاج و معالجہ کے تفصیلی علوم، دقائق اور باریکیوں کو انہوں نے ہر زمانے کے اطباء اور معالجین کی کاوشوں کے حوالے کر دیا۔ اسلیے اس دور کے طبی ماہرین طبِ نبوی کی تعلیمات اور مروجہ ایرانی، ہندی و یونانی طریقہ علاج معالجہ کو ساتھ لے کر چلے۔ البتہ اس کا نقصان یہ ہوا کہ بعد کی نسلوں میں ان غیر مسلم اقوام کا طریقہ علاج مسلمانوں میں طبِ نبوی کے طور پر مشہور ہو گیا حتی کہ آج بھی طبِ یونانی اور طبِ اسلامی ہم معنی الفاظ کے طور پر استعمال ہوتے ہیں۔ بعض خالص یونانی ادویہ کی تشہیر نبوی ادویہ کے طور پر کی جاتی ہے۔ بلاشبہ طبِ نبوی سے اس غیر نبوی طب کی حد بندی (distinction) آج کے مسلم اطباء اور علماء کے ذمہ ایک اہم قرض ہے۔ صحیح بخاری کی مستند احادیث پر مشتمل یہ کتاب اس سلسلے میں مدد فراہم کر سکتی ہے۔

- طبِ نبوی کی واضح و درست نوعیت جاننے کے لیے قرآن و سنت کے ذخیرے کی طرف رجوع ضروری ہے۔ طبِ نبوی صرف انہی علاج معالجہ کے اصولوں کا نام ہے جو قرآنی آیات اور مستند احادیث میں پیش کیے گئے ہیں، جنہیں درجِ ذیل تین حصوں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے:

1. طبِ وقائی (Preventive Medicine)۔ ان میں نبی کریم ﷺ سے منقول کھانے پینے، سونے جاگنے، شادی بیاہ، لباس اور جوتا پہننے کے متعلق حفظانِ صحت کے اصول، بدن، گھر اور ماحولیات کی صفائی کی

[1] Hamza Andreas Tzortzis,Was al-Harith bin Kalada the Source of the Prophet's Medical Knowledge?,source:http://www.hamzatzortzis.com/was-al-harith-bin-kalada-the-source-of-the-prophets-medical-knowledge/

تعلیمات اور ورزش کے بارے میں ہدایات شامل ہیں۔ علاج بالاستفراغ(Evacuation) بھی اسی کا حصہ ہے۔

2. طبِ علاجی(Curative Medicine): وہ تمام غذائیں جن میں قران و سنت نے شفاء بتائی ہے اور وہ تمام ادویہ جو نبی کریم ﷺ سے بطورِ علاج ثابت ہیں۔ اسی طرح اس میں جراحی (Surgery)، ختنہ، حجامہ (cupping)، اور داغنے (Cauterization) کے متعلق ارشاداتِ نبوی بھی شامل ہیں۔ پرہیز، متعدی امراض سے بچنے کی احادیث بھی اسی حصہ سے متعلق ہیں۔

3. طبِ روحانی: وہ دعائیں اور مسنون اعمال جو آپ ﷺ نے وقتاً فوقتاً مختلف جسمانی، نفسیاتی اور روحانی امراض کے علاج یا ان سے پیشگی حفاظت کے لیے تلقین فرمائیں۔ ان میں مسنون جھاڑ پھونک، نظر بد اور اس کی حقیقت، جادو و کہانت، جنات و شیاطین، خواب اور بیماریوں کے متعلق نبوی تعلیمات بھی شامل ہیں۔

ان تینوں شعبوں سے متعلق مسنون تعلیمات کی تفصیلی مطالعہ کے لیے جماعتِ علماء، معالجین اور ماہرینِ علومِ جدیدہ کی مرتب کردہ کتاب "اسلامی طریقہ علاج معالجہ (دوسرا حصہ)" بہت مفید ہے جبکہ امام بخاری رحمہ اللہ نے بھی زیرِ نظر کتاب الطب میں تینوں حصوں کی تعلیمات کو مختصراً جمع کرنے کی کوشش کی ہے۔

طبِ نبوی کی شرعی حیثیت

دوسرا اہم سوال علاج معالجہ سے متعلق احادیث اور ان سے حاصل ہونے والی تعلیمات کی درجہ بندی کا ہے کہ شرعی دائرہ کار میں ان کی کیا حیثیت ہے؟

اس سلسلے میں آراء دو بنیادی حصوں میں تقسیم نظر آتی ہیں:

پہلی رائے:

بعض حضرات کی رائے یہ ہے کہ دنیاوی معاملات، بالخصوص طبی مسائل میں جنابِ نبی کریم ﷺ کی تعلیمات تشریعی حیثیت کی حامل نہیں ہیں۔ ان پر عمل کرنا شریعتِ اسلامیہ کا مطالبہ بھی نہیں ہے بلکہ ایک درجہ میں دیگر افراد کے مشوروں کی طرح مباح (جائز) تدبیریں ہیں۔ ان طبی معاملات میں جو کچھ آپ نے فرمایا یا عملاً کیا ہے وہ واجب الاحترام تو ضرور ہے مگر واجب الاتباع نہیں ہے۔

اس نقطہ نظر کے مطابق کسی پیغمبر کا فرض منصبی صرف امت کے ایمان و عقائد کی درستگی، اخلاقی تعلیمات اور حلال و حرام کی چند پابندیاں سکھلانے تک ہی محدود ہے اور جہاں تک روزمرہ کے دنیاوی معاملات کا تعلق ہے وہ اس حاکمیت کے ذیل میں نہیں آتے۔ ان دنیاوی معاملات میں، اس نقطہ نظر کے تحت، معاشی، معاشرتی اور سیاسی معاملات شامل ہیں جن کو ہر زمانے کے حالات کے مطابق اپنے طور پر طے کیا جانا چاہیے اور پیغمبری حاکمیت کا ان معاملات میں اطلاق نہیں ہوتا۔ اگر رسول اللہ ﷺ نے ان معاملات میں کچھ ہدایات دی بھی ہیں تو وہ دراصل آپ ﷺ کی شخصی آراء ہیں جو بطور پیغمبر نہیں دی گئیں، لہٰذا امت کے لیے ان ہدایات کی پیروی واجب نہیں ہے۔

اس نظریے میں وزن پیدا کرنے کے لیے عموماً ایک مخصوص حدیث نقل کی جاتی ہے جس میں آنحضرت ﷺ نے کھجوروں کی کاشت کاری کرنے والے اپنے اصحاب رضوان اللہ علیہم سے فرمایا تھا: أنتم أعلم بأمر دنیاکم "تم اپنے دنیاوی معاملات بہتر جانتے ہو۔[1]"

مشہور مورخ علامہ ابن خلدون رحمہ اللہ کا یہی نظریہ ہے کہ وہ طِبی احادیث کا سرچشمہ وحی کے بجائے عرب کلچر اور اس دور کے متعارف تجربات قرار دیتے ہیں۔ ان کے بقول نبی کریم ﷺ کی بعثت اسلیے نہیں ہوئی

---

1 صحيح مسلم، مسلم بن الحجاج بن مسلم القشيري(رياض، دارالسلام للنشر والتوزيع،١٤٢٩ھ) كتاب الفضائل، باب وجوب امتثال ما قاله شرعا دون ما ذكره صلى الله عليه و سلم من معايش الدنيا على سبيل الرأي، الرقم: ١٤١ - (٢٣٦٣)

تھی کہ وہ امت کو بیماریوں سے بچاؤ کی تدابیر تلقین کریں۔ان طبی تدابیر پر زیادہ سے زیادہ برکت کی نیت سے عمل کیا جاسکتا ہے، اور ایمانی قوت کے بقدر ان کی تاثیر سے فائدہ اٹھایا جاسکتا ہے۔[1]

دوسری رائے:

جمہور علماء و محدثین کی رائے اس کے برعکس ہے۔ان کی تحقیق کا حاصل یہ ہے کہ امور دنیا میں صرف وہ ارشادات جن میں آپ ﷺ نے خود یہ واضح کردیا ہو کہ میں نے بطور مشورہ اپنے خیال کا اظہار کیا ہے، اور یہ ارشاد دین کے احکام سے تعلق نہ رکھتا ہو، ان میں امت کو اختیار دیا گیا ہے کہ اپنی صوابدید پر عمل کرسکتے ہیں۔ کھجوروں کو گابھہ کرنے سے متعلق صحیح مسلم کی پیش کردہ روایت اسی قسم سے ہے۔

"تم اپنے دنیاوی معاملات بہتر جانتے ہو۔"کا صحیح مطلب:

حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اللہ کے نبی ﷺ جب مدینہ منورہ تشریف لائے تو وہ لوگ کھجوروں کو قلم لگارہے تھے یعنی کھجوروں کو گابھن کر رہے تھے تو آپ ﷺ نے فرمایا تم لوگ کیا کر رہے ہو؟ انہوں نے عرض کیا کہ ہم لوگ اسی طرح کرتے چلے آئے ہیں آپ ﷺ نے فرمایا اگر تم اس طرح نہ کرو تو شاید تمہارے لئے یہ بہتر ہو انہوں نے اس طرح کرنا چھوڑ دیا تو کھجوریں کم ہو گئیں۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اس بارے میں آپ ﷺ سے ذکر کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا:

إِنَّمَا أَنَا بَشَرٌ إِذَا أَمَرْتُكُمْ بِشَيْءٍ مِنْ دِينِكُمْ فَخُذُوا بِهِ وَإِذَا أَمَرْتُكُمْ بِشَيْءٍ مِنْ رَأْيٍ فَإِنَّمَا أَنَا بَشَرٌ

---

[1] وللبادية من أهل العمران طب يبنونه في غالب الأمر على تجربة قاصره علىبعض الأشخاص، ويتداولونه متوارثاً عن مشايخ الحي وعجائزه، وربما يصح منه البعض، إلا أنه ليس على قانون طبيعي، ولا عن موافقة المزاج. وكان عند العرب من هذا الطب كثير، وكان فيهم أطباء معروفون: كالحرث بن كلدة وغيره. والطب المنقول في الشرعيات من هذا القبيل، وليس من الوحي في شيءوإنما هوأمر كان عادياً للعرب. ووقع في ذكر أحوال النبي صلىالله عليهوسلم، من نوع ذكرأحواله التي هي عادة وجبلة، لا من جهة أن ذلك مشروع على ذلك النحو من العمل. فإنه صلى الله عليه وسلم إنما بعث ليعلمنا الشرائع، ولم يبعث لتعريف الطب ولا غيره من العاديات. وقد وقع له في شأن تلقيح النخل ما وقع، فقال: " أنتم أعلم بأموردنياكم . فلا ينبغي أن يحمل شيء من الذي وقع من الطب الذي وقع في الأحاديث الصحيحة المنقولة على أنه مشروع، فليس هناك ما يدل عليه ، اللهم إلا إن استعمل على جهة التبرك وصدق العقد الإيماني ، فيكون له اثر عظيم في النفع. وليس ذلك من الطب المزاجي وإنما هو من آثار الكلمة الإيمانية، كما وقع في مداواة المبطون بالعسل ونحوه. والله الهادي إلى الصواب لا رب سواه(تاريخ ابن خلدون ، عبد الرحمن بن محمد ابن خلدون﴿ بيروت ،دار الفكر،١٤٢١ھ﴾الفصل الخامس و العشرون في علم الطب:١/٦٥١)

"میں ایک انسان ہوں جب میں تمہیں کوئی دین کی بات کا حکم دوں تو تم اس کو اپنا لو اور جب میں اپنی رائے سے کسی چیز کے بارے میں بتاؤں تو میں بھی ایک انسان ہی ہوں"[1]

اس حدیث میں نبی کریم ﷺ نے اپنی رائے اور خیال کا واضح ذکر فرمایا ہے بلکہ صحیح مسلم ہی کی روایت میں اس کی مزید وضاحت ہے:

موسیٰ بن طلحہ اپنے والد (حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ) سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا! میں آنحضرت ﷺ کے ساتھ کچھ لوگوں کے پاس سے گزرا جو کہ کھجور کے درختوں پر چڑھے ہوئے تھے۔ آپ ﷺ نے پوچھا یہ لوگ کیا کر رہے ہیں؟ لوگوں نے بتایا کہ یہ کھجور کی تابیر کر رہے ہیں اور نر کھجور کے کچھ حصے کو مادہ کھجور کے کچھ حصے پر ڈال رہے ہیں۔ اس پر آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا میرا تو گمان نہیں ہے کہ اس عمل سے کچھ فائدہ ہو گا۔ آپ ﷺ کا یہ ارشاد بعض لوگوں نے ان حضرات تک پہنچا دیا (جو کہ تابیر کر رہے تھے) چنانچہ انہوں نے یہ عمل ترک کر دیا۔ بعد میں آنحضرت ﷺ کو بتایا گیا (کہ آپ کے اس ارشاد کی بناء پر انہوں نے تابیر ترک کر دی ہے) اس پر آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا:

إِنْ كَانَ يَنْفَعُهُمْ ذَلِكَ فَلْيَصْنَعُوهُ فَإِنِّي إِنَّمَا ظَنَنْتُ ظَنًّا فَلَا تُؤَاخِذُونِي بِالظَّنِّ وَلَكِنْ إِذَا حَدَّثْتُكُمْ عَنْ اللهِ شَيْئًا فَخُذُوا بِهِ فَإِنِّي لَنْ أَكْذِبَ عَلَى اللهِ عَزَّ وَجَلَّ۔

"اگر اس عمل سے انہیں فائدہ پہنچتا ہے تو ان کو چاہیے کہ وہ کرتے رہیں میں نے تو اپنے ایک گمان کا اظہار کیا تھا، میرے گمان پر مواخذہ نہ کیا کرو لیکن جب میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے کوئی بات بتاؤں تو اس پر ضرور عمل کرو کیونکہ میں اللہ پر جھوٹ نہیں باندھ سکتا"۔[2]

---

1 صحيح مسلم، مسلم بن الحجاج بن مسلم القشيري،محوله سابقا، كتاب الفضائل، باب وجوب امتثال ما قاله شرعا دون ما ذكره صلى الله عليه و سلم من معايش الدنيا على سبيل الرأي، الرقم: ١٤٠ - (٢٣٦٢)

2 صحيح مسلم، مسلم بن الحجاج بن مسلم القشيري،محوله سابقا، كتاب الفضائل، باب وجوب امتثال ما قاله شرعا دون ما ذكره صلى الله عليه و سلم من معايش الدنيا على سبيل الرأي، الرقم: ١٣٩ - (٢٣٦١)

"صحابی رسول حضرت انس رضی اللہ عنہ کے مطابق آپ نے اس موقع پر یہ بھی ارشاد فرمایا! أنتم أعلم بأمر دنیاکم "تم اپنے دنیاوی معاملات بہتر جانتے ہو۔[1]"

مکمل سیاق و سباق اور متن کو دیکھنے کے بعد یہ بات بالکل روشن ہو جاتی ہے کہ اس حدیث کے الفاظ میں رسول اللہ ﷺ نے کھجور کے درختوں کی تابیر کے خلاف کوئی حتمی اور قطعی ممانعت نہیں دی تھی، یہاں جائز اور ناجائز کا کوئی سوال نہیں تھا۔ جو کچھ رسول اکرم ﷺ فرمایا وہ نہ تو کوئی حکم تھا نہ کوئی قانونی اور مذہبی ممانعت تھی اور نہ اس فعل کی کوئی اخلاقی مذمت۔ وہ تو حقیقتاً کوئی سوچا سمجھا تبصرہ بھی نہ تھا بلکہ ایک سرسری انداز میں کہا ہوا ایک فقرہ تھا جو ایک عمومی اور فوری نوعیت کے اندازے پر مبنی تھا جیسا کہ آپ نے وضاحت فرمادی۔ "میرا تو گمان نہیں ہے کہ اس عمل سے کچھ فائدہ ہو گا" کوئی شخص اس جملے کو کسی قانونی یا دینی تبصرے کا مفہوم نہیں دے سکتا اور یہی وجہ ہے کہ آنحضرت ﷺ نے یہ جملہ ان لوگوں سے نہیں فرمایا جو یہ عمل کر رہے تھے اور نہ ہی یہ پیغام ان تک پہنچانے کا حکم دیا بلکہ ان کو بعد میں دیگر لوگوں سے آنحضرت ﷺ کے تبصرے کا علم ہوا۔

اگرچہ یہ تبصرہ باقاعدہ ممانعت کا حکم نہیں رکھتا تھا لیکن اس کے باوجود رسول اللہ ﷺ کے جانثار صحابہ ہر بات میں آپ ﷺ کا دیوانہ وار اتباع کرنے کے عادی تھے اور صرف کسی قانونی پابندی کی وجہ سے نہیں بلکہ آنحضرت ﷺ سے غیر معمولی اور بے پناہ الفت و تعلق کی بنا پر آپ ﷺ کی پیروی کیا کرتے تھے۔ چنانچہ انہوں نے تابیر کا یہ عمل بالکلیہ ترک کر دیا۔ لیکن جب رسول اللہ ﷺ کو معلوم ہوا تو آپ ﷺ نے غلط فہمی دور کرنے کے لئے بات کی وضاحت فرمادی۔

اس وضاحت کا مفہوم یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ کے تمام حتمی اور قطعی بیانات ہی واجب التعمیل ہیں کیونکہ وہ آپ نے پیغمبرانہ حیثیت میں اللہ تعالیٰ ہی کی جانب سے ارشاد فرمائے ہیں اور جہاں تک آپ ﷺ کے

[1] صحیح مسلم، مسلم بن الحجاج بن مسلم القشيري،محوله سابقا، كتاب الفضائل، باب وجوب امتثال ما قاله شرعا دون ما ذكره صلى الله عليه و سلم من معايش الدنيا على سبيل الرأي، الرقم: ١٤١ - (٢٣٦٣)

کسی ایسے لفظ کا تعلق ہے جو آپ ﷺ نے کسی حتمی اور قطعی بیان کے طور پر نہیں، بلکہ محض ایک بشری گمان کے طور پر ارشاد فرمایا ہو، اگرچہ وہ بھی پوری تعظیم کا مستحق ہے، لیکن اس کو شریعت کا جز قرار نہیں دیا جا سکتا۔اس کے علاوہ دربارِ رسالت سے جتنے بھی ارشادات صادر ہوئے ہیں خواہ وہ دین سے متعلق ہوں یا دنیا سے ان سب میں نبی کریم ﷺ کی اتباع ہر امتی کا وظیفہ حیات ہونا چاہیے۔ان تعلیمات کو شریعت میں اہم مقام حاصل ہے اور ہر فرزندِ توحید سے اس پر عمل کرنے کی اسلام میں پرزور فرمائش کی گئی ہے۔

طبی امور(medical issues)اور اتباع سنت

ا: نبی کریم ﷺ بھیجے ہی اسلیے گئے تھے کہ ان کی اطاعت کی جائے۔رسول اللہ ﷺ کے بارے میں قرآن مجید نے صاف طور پر کہا ہے کہ آپ ﷺ کی ذات گرامی اہل ایمان کے لیے سراپا نمونہ ہے۔(الاحزاب:21)، نیز آپ ﷺ کی اتباع ہی اللہ کو محبوب رکھنے کا معیار اور خود اللہ کے محبوب بننے کا ذریعہ و وسیلہ بھی ہے۔(آلِ عمران:31)۔ اس موضوع کی تمام تر قرآنی ارشادات اور احادیث مبارکہ میں اتباعِ سنت کے حوالے سے دنیوی اور دنیاوی معاملات کی کوئی تفریق کسی بھی جگہ نہیں کی گئی ہے۔اسی لیے صحابہ رضی اللہ عنہم کے جذبۂ اتباع کا حال یہ تھا کہ آپ ﷺ سے اگر کوئی فعل طبعی طور پر ثابت ہوتا تو اس کی بھی اتباع کرنے کی کوشش کرتے۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اپنی چادر اور تہہ بند کو ٹخنوں سے اوپر نصف پنڈلی تک اٹھا رکھتے تھے اور فرماتے تھے کہ میرے آقا ﷺ چادر اسی طرح باندھتے ہیں۔[1]

انس بن مالک رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا کہ آپ رکابی میں کدو ڈھونڈ رہے تھے، اس وقت سے میں اسے ہمیشہ پسند کرتا ہوں۔[2]

---

1 مجمع الزوائد ومنبع الفوائد(بیروت، دارالکتب العلمیة، ۱۴۲۲ھ – ۲۰۰۱م) کتاب الطب، باب في الازار وموضعه، الرقم: ۸۵۱۴

2 سنن الترمذي، کتاب الأطعمة (ریاض، دارالسلام للنشر والتوزیع، ۱۴۲۹ھ) باب ما جاء في أکل الدباء، الرقم: ۱۸۵۰

لہذا وہ امور جنہیں آپ ﷺ نے اگرچہ بطورِ عادت ہی اختیار کیا ہو، جنہیں سننِ عادیہ یا سننِ زوائد کہا جاتا ہے، وہ اگرچہ نماز، روزے کی طرح عبادات کے زمرے میں نہیں آتے مگر ایسا بھی نہیں کہ وہ عبادت کے پہلو سے یکسر خالی ہیں۔ وہ بھی دین کا حصہ ہیں، انہیں عادیہ اس لیے کہا جاتا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے اتنی پابندی سے کیا کہ گویا وہ عادت ہی بن گئی۔[1]

۲: نبی کریم ﷺ کی ایک صفت اللہ تعالی نے یہ بیان کی ہے کہ آپ کے زبانِ مبارک سے نکلنے والا ہر ہر حرف وحی کے نور سے منور ہوتا ہے۔

"نہ تو تمہارے ساتھی نے راہ گم کی ہے اور نہ ہی وہ ٹیڑھی راہ پر ہے، اور نہ وہ اپنی خواہش سے کوئی بات کہتے ہیں، وہ تو صرف وحی ہے جو اتاری جاتی ہے" (سورۃ النجم 2–4)

اس میں کسی قسم کی تفریق نہیں کی گئی ہے کہ یہ کلام نبوی دینی مقاصد کے لیے ہے یا دنیاوی معاملات سے تعلق رکھتا ہے۔ لہذا سوائے ان باتوں کے جن میں آپ ﷺ نے خود وضاحت فرمائی ہے کہ یہ اللہ کے حکم سے نہیں ہیں، یا جن میں آپ ﷺ نے صحابہ رضی اللہ عنہ سے مشورہ طلب فرمایا ہے اور ان کی رائے قبول فرمائی ہے، یا جن میں آپ ﷺ سے کوئی قول و فعل صادر ہونے کے بعد اللہ تعالیٰ نے اس کے خلاف ہدایت نازل فرمادی ہے، باقی تمام باتیں اسی طرح وحی پر مبنی تھیں۔ بلکہ وہ باتیں جو آپ ﷺ ایک انسان ہونے کی حیثیت سے زندگی کے عام معاملات میں کرتے تھے، ان میں بھی درحقیقت وحی کا نور کارفرما ہوتا ہے۔

---

1 وَأَقُولُ : قَدْ مَثَّلُوا لِسُنَّةِ الزَّوَائِدِ أَيْضًا { بِتَطْوِيلِهِ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ الْقِرَاءَةَ وَالرُّكُوعَ وَالسُّجُودَ } ، وَلَا شَكَّ فِي كَوْنِ ذَلِكَ عِبَادَةً ، وَحِينَئِذٍ فَمَعْنَى كَوْنِ سُنَّةِ الزَّوَائِدِ عَادَةً أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاظَبَ عَلَيْهَاحَتَّى صَارَتْ عَادَةً لَهُ وَلَمْ يَتْرُكْهَا إلَّا أَحْيَانًا ؛ لِأَنَّ السُّنَّةَ هِيَ الطَّرِيقَةُ الْمَسْلُوكَةُ فِي الدِّينِ ، فَهِيَ فِي نَفْسِهَا عِبَادَةٌ وَسُمِّيَتْ عَادَةً لِمَا ذَكَرْنَا .{ حاشية رد المحتار على الدر المختار، ابن عابدين (کراچی، ایچ ایم سعید کمپنی، ۱۴۰۶ھ) کتاب الطهارة، کتاب الطهارة،:۱/۱۰۳}

یہی بات ہے جو خود احادیث میں رسول اللہ ﷺ سے منقول ہے۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ ایک موقع کسی صحابی رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: "یارسول اللہ، کبھی کبھی آپ ہم لوگوں سے ہنسی مذاق بھی تو کر لیتے ہیں"۔ آپ ﷺ نے فرمایا: (ایسے مواقع پر بھی) میں حق کے سوا کچھ نہیں کہتا۔[1]

حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں جو کچھ بھی رسول اللہ ﷺ کی زبان مبارک سے سنتا تھا وہ لکھ لیا کرتا تھا تاکہ اسے محفوظ کر لوں۔ قریش کے لوگوں نے مجھے اس سے منع کیا اور کہنے لگے تم ہر بات لکھتے چلے جاتے ہو، حالانکہ رسول اللہ ﷺ انسان ہیں، کبھی غصے میں بھی کوئی بات فرما دیتے ہیں۔ اس پر میں نے لکھنا چھوڑ دیا۔ بعد میں اس بات کا ذکر میں نے حضور ﷺ سے کیا تو آپ نے فرمایا تم لکھے جاؤ، اس ذات کی قَسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے، میری زبان سے کبھی کوئی بات حق کے سوا نہیں نکلی ہے۔[2]

طبِ نبوی وحی ہے

اسی تناظر میں دیکھا جائے تو طبِ نبوی کی اکثر احادیث میں داخلی یا خارجی شہادت مل جاتی ہے کہ وہ وحی کے سوا کسی اور ذریعہ سے کشید نہیں کی گئی ہیں۔ مثلاً بعض طبی احادیث میں بیماریوں کا علاج اس قدر یقین اور پختگی کے ساتھ بتایا گیا ہے کہ عہدِ رسالت کی ناپختہ کار عربی طب اور اس وقت کے مشکوک طبی تجربات سے اس درجہ کا یقین تو کجا اس سے کم درجہ کا غالب گمان بھی حاصل نہیں کیا جا سکتا ہے۔ ذرا اسی صحیح بخاری کی کتاب الطب کی درجِ ذیل احادیث ملاحظہ کیجیے:

- "جب مکھی تم میں سے کسی کے برتن میں پڑ جائے تو پوری مکھی کو برتن میں ڈبو دے اور پھر اسے نکال کر پھینک دے کیونکہ بلاشبہ اس کے ایک پر میں شفاء اور دوسرے میں بیماری ہے"۔[3]
- "جو شخص صبح کے وقت سات عجوہ کھجوریں کھا لے اسے اس دن زہر نقصان پہنچا سکے گا اور نہ جادو"۔[4]

---

1 سنن الترمذی، محوله سابقا، كتاب البر والصلة ، باب ما جاء في المزاح ، الرقم: ١٩٩٠

2 مسند أحمد، احمد بن حنبل الشيبانى(بيروت، بيت الافكار الدولية ٢٠٠٥م) مسند عبد الله بن عمرو، الرقم: ٦٥١٠

3 صحيح البخارى، محمد بن إسماعيل البخاري،محوله سابقا، كتاب الطب، باب إذا وقع الذباب في الإناء، الرقم:٥٤٤٥

4 صحيح البخارى، محمد بن إسماعيل البخاري،محوله سابقا، كتاب الطب، باب شرب السم والدواء به وبما يخاف منه والخبيث، الرقم:٥٧٧٩

- "یہ کلونجی ہر بیماری کی دوا ہے سوائے سام (موت) کے"۔[1]

کیا ان احادیث میں مذکور اس یقین کو بھی عرب طب کا کرشمہ کہا جاسکتا ہے جسکی پرواز چند منتروں، کچھ جڑی بوٹیوں اور وہم وخیال کی بھول بھلیوں تک ہی محدود تھی؟

اسی پر بس نہیں بعض طبی احادیث میں بیماریوں کے عقلِ انسانی سے بلند تر ایسے اسباب اور غیبی علاج بتائے گئے ہیں جن تک رسائی کا دعوی جدید ترین سائنس بھی نہیں کرسکتی۔ مثلا:

- "بخار جہنم کی بھاپ میں سے ہے پس اسے پانی سے ٹھنڈا کرلیا کرو"۔[2]

- "برتنوں کو ڈھکا کرو اور مشکیزہ کو باندھا کرو کیونکہ سال میں ایک رات ایسی بھی ہوتی ہے جس میں وباء نازل ہوتی ہے اور جو برتن ڈھکے ہوئے نہیں ہوتے ہیں، یا جو مشکیزے بندھے ہوئے نہیں ہوتے ہیں اس میں وہ وبا سرایت کرتی ہے"۔[3]

یقینا وباؤں کے آنے کا علم اور جہنم کی تپش کا بخار سے تعلق کی معلومات صرف آسمانی ذرائع سے ہی حاصل ہوسکتی ہیں۔ اس موضوع سے متعلق ایک واضح تر دلیل حدیثِ حجامہ بھی ہے۔ حجامہ وفصد لگانا عربوں میں عہدِ جاہلیت سے رائج تھا جسکی وجہ سے اس عمل کے متعلق تمام احادیث کے بارے میں سرسری نظر سے یہ خیال ہوتا ہے کہ ان میں عرب کلچر کے ایک عمل کی تائید کی گئی ہے اور علاقائی طریقہ کی افادیت دیکھتے ہوئے اسکی ترغیب دی گئی ہے۔ لیکن درجِ ذیل حدیث سے اس خیال کی تردید ہوجاتی ہے:

"شب معراج میں جس جماعت کے پاس سے بھی میں گزرا اس نے یہی کہا اے محمد (ﷺ) ! اپنی امت کو پچھنے لگانے کا حکم فرمائیے"۔[4]

---

1 صحیح البخاری، محمد بن إسماعیل البخاري،محوله سابقا،كتاب الطب، باب الحبة السوداء، الرقم:۵۶۸۷

2 صحیح البخاری، محمد بن إسماعیل البخاري ،محوله سابقا،كتاب الطب، باب الْحُمَّى مِنْ فَيْحِ جَهَنَّمَ، الرقم: ۵۷۲۶

3 صحیح مسلم ،محوله سابقا، كتاب الأشربة،باب الأمر بتغطية الإناء وإيكاء السقاء وإغلاق الأبواب الرقم:۹۹ - ۲۰۱۴

4 سنن الترمذی،محوله سابقا،كتاب الطب،باب ما جاء في الحجامة ،الرقم:۲۰۵۲

فرشتے آسمانی مخلوق ہیں، وہ کسی مخصوص علاقے یا خاص زمینی ثقافت سے تعلق نہیں رکھتے۔ وہ یقینا صرف امرِ الٰہی سے بولتے ہیں اور صرف وہی اور اتنا بولتے ہیں جو انہیں حکم ہوتا ہے۔ لہٰذا حجامہ نبی کریم ﷺ کے فرامین میں صرف عرب کلچر کی وجہ سے نہیں بلکہ وحی کے زیرِ اثر بیان کیا گیا ہے۔

صحیح بخاری کے زیرِ نظر مجموعہ میں نبی کریم ﷺ نے قسط کو پسلی کے درد میں مفید قرار دیا ہے، اس کی تشریح میں طبِ نبوی میں ماہرانہ رائے رکھنے میں ممتاز حیثیت کے حامل علامہ ابن قیم رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

"فن طب سے ناآشنا اطباء کو علم نہ تھا کہ قسط ذات الجنب میں مفید ہے اس لئے انہوں نے اس کا انکار کیا ہے۔ اگر یہ بات کہیں حکیم جالینوس سے ان کو ملتی تو اسے حرفِ آخر قرار دیتے۔ ہم اس سے پہلے بھی یہ وضاحت کرچکے ہیں کہ انبیاء ورسل کی طب کے سامنے موجودہ طب کی حیثیت اس سے بھی کم تر ہے، جو جھاڑ پھونک کرنے والوں اور کاہنوں کے طریقہ علاج کی حیثیت اس مکمل فنِ طب کے مقابلہ میں ہے۔ قابل غور بات یہ ہے کہ جو علاج وحی الٰہی کے ذریعہ تجویز کیا گیا ہو اس کا مقابلہ اس علاج سے کیسے کیا جاسکتا ہے جو صرف تجربہ اور قیاس کا مرہون منت ہو ان دونوں کے درمیان ایڑی چوٹی سے بھی زیادہ فرق ہے۔[1]"

علامہ ابنِ قیم رحمہ اللہ سیرت، حدیث، علمِ تفسیر کے ساتھ ساتھ طبِ نبوی کے امام کی حیثیت رکھتے ہیں۔ آپ فن تفسیر میں اپنا جواب آپ تھے اور حدیث وفقہ میں نہایت گہری نظر رکھتے تھے، استنباط واستخراج مسائل میں یکتائے روزگار تھے اور آپ ایک ماہر طبیب بھی تھے۔ علمائے طب کا بیان ہے کہ علامہ موصوف نے اپنی کتاب "طب نبوی" میں جو طبی فوائد، نادر تجربات اور بیش بہا نسخے پیش کیے ہیں، وہ طبی دنیا میں ان کی طرف سے ایک ایسا اضافہ ہیں کہ طب کی تاریخ میں ہمیشہ یاد رکھے جائیں گے۔ اس لحاظ سے علامہ کا درجِ بالا تبصرہ اور اس میں طبِ نبوی کو وحی قرار دینا بہت وزنی گواہی ہے۔

علامہ ابنِ قیم اسی کتاب میں ایک اور جگہ اس سے واضح تر الفاظ میں کہتے ہیں:

---

1 زاد المعاد في هدي خير العباد، ابن القيم الجوزية (بيروت، مؤسسة الرسالة،١٣٢٥ هـ)حرف الكاف :٣٢٤/٤

ترجمہ: "طبِ نبوی عام طب کی طرح نہیں ہے کیونکہ طب نبوی یقینی ہے، علمِ الٰہی سے ہے، وحی، نبوۃ کی روشنی اور کامل عقل سے پھوٹتی ہے جبکہ طب کے دیگر علوم کی بنیاد اکثر تجربہ و مہارت پر رکھی گئی ہے"۔[1]

صحیح بخاری کے زیرِ نظر مجموعہ میں ہی نبی کریم ﷺ نے کلونجی کو ہر مرض کا علاج بتایا جبکہ بعض اطباء اسے بعض بیماریوں میں مؤثر نہیں مانتے، اس پہلو پر مشہور محدث علامہ عینی رحمہ اللہ نے علامہ ابنِ ابی حمزہ رحمہ اللہ کا ایمان افروز تبصرہ نقل کیا ہے:

"لوگوں نے اس حدیث پر بہت بحث کی ہے اور اطباء کے ارشادات اور تجربہ کی بنیاد پر کلونجی کی افادیت کو چند بیماریوں تک محدود قرار دیا ہے۔ اس سوچ کا غلط ہونا بالکل واضح ہے کیونکہ جب ہم عام اطباء کی بات بھی مانتے رہتے ہیں اور جانتے ہیں کہ ان کی طبی تعلیم کا مدار انسانی تجربہ ہے جو کہ غالب گمان پر مبنی ہوتا ہے تو اس شخص پر اعتبار کرنا زیادہ ضروری ہے جو وحی کے علاوہ کوئی بات نہیں کرتا تھا"۔[2]

علامہ ابنِ خلدون کی تردید

مفتی محمد تقی عثمانی صاحب نے علامہ ابنِ خلدون رحمہ اللہ کی رائے پر خوب تنقید فرمائی ہے اور اسے ایسی سوچ قرار دیا ہے جس کی بنیاد پر نہ کوئی حدیث ہے نہ قرآنی آیت ہے۔ اگرچہ نبی کریم ﷺ کی تلقین کردہ بعض معالجات خالص وحی ہیں اور بعض کی بنیاد تجربہ ہے لیکن ان میں بھی نبی کریم ﷺ کو خلافِ حقیقت کسی غلط طبی تعلیم پر برقرار نہیں رکھا گیا[3] کیونکہ زندگی کے دیگر معاملات میں بھی آپ ﷺ ارشادات صادر فرماتے تھے، جن کا تعلق دینیات، تفسیر کلام اللہ اور تبلیغِ دین سے نہیں تھا، ان میں اجتہادی غلطی کا امکان تو تھا مگر انبیاء

---

1 وليس طبه صلى الله عليه و سلم كطب الأطباء فإن طب النبي صلى الله عليه و سلم متيقن قطعي إلهي صادر عن الوحي ومشكاة النبوة وكمال العقل وطب غيره أكثره حدس وظنون وتجارب (زاد المعاد في هدي خير العباد، ابن القيم الجوزية،محوله سابقا، فصل في هديه في علاج استطلاق البطن:۳۳/۴)

2 وَقَالَ ابْن أبي حَمْزَة، رَحمَه الله: تكلم نَاس فِي هَذَا الحَدِيث وخصوا عُمُومه وردوه إِلَى قَول أهل الطِّبّ والتجربة، ولإخفاء بغلط قَائِل ذَلِك، وَذَلِكَ لأَنا إِذا صدقنا أهل الطِّبّ ومدار علمهمْ غَالِبا إِنَّمَا هُوَ على التجربة الَّتِي بناؤها على ظن غَالب فتصديق من ﷺ يَنْطق عَن الْهوى أولى بِالْقبُولِ من كَلَامهم (عمدة القاري شرح صحيح البخاري، بدر الدين محمود بن احمد العينى(كوئته،مكتبة رشيدية)كتاب الطب، بَابُ الْحَبَّةِ السَّوْدَاءِ:۳۵۲/۲۱)

3 تكملة فتح الملهم بشرح صحيح الامام مسلم ، محمد تقى عثمانى(كراتشى، مكتبة دار العلوم كراتشى، ۱۴۲۴ھ)كتاب الطب:۲۹۴/۴

علیہم السلام چونکہ معصوم ہوتے ہیں اس لیے فوراً ہی اللہ تعالیٰ کی طرف سے اصلاح کر دی جاتی ہے، انبیاء کرام علیہم السلام اپنی اجتہادی خطا پر برقرار نہیں رہتے۔[1]

طبِ نبوی کے متعلق اسی اصولی بحث پر موسوعۃ الفقہ الطبی (انسائیکلوپیڈیا طبِ اسلامی) سعودی عرب کے ۳۹ علماء، ۱۴ اطباء اور ۴۲ محققین نے تفصیل سے تحقیق کی ہے اور دونوں جانبین کے دلائل کے تجزیہ کے بعد اس نتیجہ پر پہنچے ہیں:[2]

ترجمہ: "طبی معاملات سے متعلقہ احادیث ایسے ہی حجت (Authority) ہیں جیسے دوسری احادیث حجت ہوتی ہیں۔ ان سے مختلف شرعی احکامات بھی معلوم ہوتے ہیں جیسے کسی طبی معاملہ کا جائز، مستحب، واجب یا حرام ہونا۔ اور ان میں دیگر احادیث کی طرح علما کے درمیان رائے (opinion) اور زاویہ نظر (perspective) کا اختلاف بھی ہوتا ہے"۔

"طبی احادیث کا معتبر و حجت ہونا ہی زمانہ قدیم و جدید کے اکثر علمائے کرام کا نقطہ نظر رہا ہے۔ یہی رائے شرعی دلائل پر قائم کی جاسکتی ہے، اس کے بخلاف دوسری رائے محض انفرادی اجتھاد ہے جس کی بنیاد کسی اطمینان بخش شرعی دلیل پر نہیں ہے۔"

لہٰذا طبِ نبوی کو عرب کلچر یا وقتی تدابیر سمجھنے کے بجائے بطورِ سنت اپنانے اور جدید طبی مسائل کو ان کی روشنی میں حل کرنے کی ضرورت ہے۔

تاہم اس سلسلے میں یہ حقیقت مدِ نظر رکھنی چاہیے کہ طبی تعلیمات نبی کریم ﷺ کی بعثت کے مرکزی مقاصد میں سے نہیں تھیں۔ یہ تو اسلام کی کاملیت کی ایک جھلک ہے کہ اس کے نبی نے اپنے مرکزی مقاصد کے

---

1 ماخوز از معارف القرآن، محمد شفیع (کراچی، ادارۃ المعارف، ۲۰۰۲ء): ۸/۱۹۵، تفسیر سورۃ النجم آیت نمبر ۱ تا ۴

2 الاحاديث الاواردة فى الامور الطبيةهى حجة كغيرها من الاحاديث الاخرى، ويستفاد منها الاحكام الشرعية المختلفة من اباحة و استحباب و وجوب تحريم و كراهة، بحسب قواعد الاستنباط و الفهم التى تحكم النصوص الشرعية، ويقع فيها الاختلاف وجهات النثر بين العلماء كغيرها من الاحاديث الاخرى-القول بحجية احاديث الطب هو القول الذى عليه جماهير العلماء قديما و حديثا، وهو الراى الذى تسنده النصوص الشرعية ، والقل بخلافى اجتهاد لم يبن عليه ادلة شرعية مقنعة{موسوعة الفقه الطبى، خالد حمدالجابر(رياض، مؤسسة سليمان بن عبد العزيز،١۴٣۴هـ) الحجة السنة النبوية فى المسائل الطبية،ص:١/٨٨}

ساتھ ساتھ ثانوی امور کی طرف بھی امت کی راہنمائی فرمائی۔ اس نعمتِ اسلام کے شکر کا تقاضا ہے کہ ان طبی تعلیمات کو بھی بطورِ سنت اپنایا جائے، ان کی طرف لوگوں کو ترغیب دی جائے، لیکن ان کی ثانوی حیثیت مدِ نظر رکھتے ہوئے ان کو اس طرح پیش نہ کیا جائے جس طرح عبادات کی سنتوں کی پرزور فرمائش کی جاتی ہے۔ یہ حقیقت نظر انداز نہیں ہونی چاہیے کہ یہ سنتِ تعبدیہ نہیں جن کی ہر امتی کو تاکید کی جاتی ہے اور اس کا تارک گنہگار ہوتا ہے، بلکہ یہ سنتِ عادیہ ہیں جن کو نبی کریم ﷺ نے اپنی دنیوی روزمرہ کی زندگی میں بطورِ عادت اختیار کیا لہذا ان کو چھوڑنے والا گنہگار قرار نہیں دیا جاسکتا۔ جو شخص اتباع کرے گا اجر پائے گا، لیکن اس پر کسی کو اصرار کا حق نہیں کہ تارک پر ملامت کی جائے.

حضرت شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ نے نبی کریم ﷺ سے امت کو منتقل ہونے والے علوم کی دو قسمیں بیان فرمائی ہیں۔ پہلی قسم وہ علوم ہیں جن کے لیے آپ ﷺ مبعوث ہوئے اور جن کی ترویج واشاعت کے لیے آپ دنیا میں بھیجے گئے۔ ایسے علوم میں آپ سے منقول عقائد، آخرت کا تعارف، عبادات کی تفصیلات، معاملات و معاشرت کی اصلاح، عدالتی و ملکی فیصلے وغیرہ شامل ہیں۔ اس قسم کے بارے میں اللہ تعالی کا واضح اعلان ہے کہ جو رسول تم کو دے وہ لے لو اور جس سے منع کرے اس سے رک جاؤ۔

دوسری قسم وہ علوم جن کی تبلیغ آپ ﷺ کی ذمہ داری نہیں تھی۔ طب انہیں میں سے ہے۔ چنانچہ طب سے وابستہ آپ ﷺ کے ارشادات آپ کی دعوت و تبلیغ کا ایسا لازمی حصہ نہیں تھے کہ اس دعوت کو ماننے والے ہر فرد پر ان کی تعمیل واجب ہو۔[1]

1 حجة الله البالغة ، الشاه ولي الله الدهلوي(كراتشى، قديمى كتب خانه)المبحث السَّابع مَبْحَث استنباط الشَّرَائِع من حَدِيث النَّبِي صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ،بَاب بَيَان أَقسَام عُلُوم النَّبِي صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:١/٣٧٢

طب نبوی سے فائدہ حاصل کرنے کی شرائط

اسی کتاب کی تیاری کے سلسلے میں صحیح بخاری کے مطالعہ کے دوران ایسے متعدد نکات سامنے آئے جنہیں طبِ نبوی سے مکمل فوائد حاصل کرنے کی شرائط قرار دیا جاسکتا ہے۔ ان نکات سے نہ صرف دینی حلقوں میں طبِ نبوی کے بارے میں کچھ غلط اقدامات کی اصلاح ہوسکتی ہے بلکہ مسلم امت کے لیے مزید کام کرنے کی راہیں سامنے آتی ہیں جو زیرِ نظر کتاب کا ایک اہم مقصد ہے۔ اہلیت وصلاحیت رکھنے والے لوگ آگے آئیں اور طبِ نبوی کو مستند علمی ذخیرہ سے کشید کرکے جدید سائنس کی روشنی میں پیش کریں۔ زیرِ نظر کتاب میں بکھرے ہوئے ایسے فوائد یہاں یکجا ذکر کیے جاتے ہیں:

پہلی شرط: کامل یقین

ایک صاحب نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ میرا بھائی پیٹ کی تکلیف میں مبتلا ہے۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ انہیں شہد پلاؤ۔ پھر دوسری مرتبہ وہی صحابی حاضر ہوئے۔ آپ ﷺ نے اسے اس مرتبہ بھی شہد پلانے کے لیے کہا وہ پھر تیسری مرتبہ آیا اور عرض کیا کہ (حکم کے مطابق) میں نے عمل کیا (لیکن شفاء نہیں ہوئی)۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ سچا ہے اور تمہارے بھائی کا پیٹ جھوٹا ہے، انہیں پھر شہد پلاؤ۔ چنانچہ انہوں نے شہد پھر پلایا اور اسی سے وہ تندرست ہوگیا۔[1]

اس حدیث میں نبی کریم ﷺ کے دوبار شہد پلانے کی تلقین سے فائدہ نظر نہیں آیا، لیکن جب تیسری مرتبہ آپ ﷺ نے ان کو قرآن کی سچائی اور اپنے مشاہدے کو جھٹلانے کی دعوت دی اور اسے آسمانی علوم پر بن دیکھے یقین رکھنے کی ترغیب دی، اللہ کا وعدہ سچا ہے اور تمہارے بھائی کا پیٹ جھوٹا ہے، یہ آواز کان میں پڑتے ہی ایمان کی سطح بلند ہوئی اور ساتھ ہی دوائی نے اپنا اثر دکھانا شروع کردیا۔

اگر کوئی شخص طب نبوی کے ذریعہ اپنا علاج کرے جس کی کامیابی یقینی ہے لیکن اس کو اس علاج سے فائدہ نہ ہو تو اس کی ایک وجہ ایمان کی کمزوری بھی ہوسکتی ہے۔ لہٰذا جو شخص اپنے کسی مرض کا علاج طب نبوی کے

---

1 صحيح البخارى، محمد بن إسماعيل البخاري،محوله سابقا،كتاب الطب، باب الدواء بالعسل ، الرقم:٥٦٨٤

ذریعہ کرنے کا خواہشمند ہے تو اس کو اپنا یقین کامل اور اپنا اعتقاد مضبوط کرنا چاہیے اور پھر صدقِ نیت واخلاص عمل کے ساتھ اس علاج کو اختیار کرنا چاہیے۔ اگر اس نے طب نبوی کی اس بنیادی ضرورت یعنی یقین و اخلاص کو پورا کر لیا تو اس کو یقیناً فائدہ ہو گا۔[1]

جدید سائنس نے بھی اعتقاد کے اثرات کو تسلیم کیا ہے، بلکہ یہاں تک ثابت کیا گیا ہے کہ بعض ادویہ جن کا جسم پر کوئی اپنا باقاعدہ اثر نہیں ہوتا، وہ بھی حسنِ اعتقاد کی وجہ سے کام کر جاتی ہیں، اسے Placebo Effect کا عنوان دیا گیا ہے۔ امریکہ کی مشہور ہارورڈ ہونیورسٹی کی ویب سائٹ پر اس سلسلے میں شائع ایک مضمون میں یوں تبصرہ کیا گیا ہے:

‘‘Your mind can be a powerful healing tool when given the chance. The idea that your brain can convince your body a fake treatment is the real thing — the so-called placebo effect — and thus stimulate healing has been around for millennia. Now science has found that under the right circumstances, a placebo can be just as effective as traditional treatments’’.[2]

دوسری شرط: دوا کی مقدار (dosage) کا صحیح علم

اسی شہد کے واقعہ میں آپ ﷺ کا بار بار شہد کا استعمال کرنا ایک نادر طریقہ علاج تھا، اس لیے کہ دوا کی مقدار، اس کے استعمال کا تکرار مرض کی کیفیت کو دیکھ کر ہی کیا جاتا ہے، اگر دوا کی مقدار (dosage) کم پہنچائی گئی تو مرض پوری طرح ختم نہ ہو گا اور اگر اسکی مقدار مرض اور مریض کی ضرورت سے زیادہ ہے تو اس سے نقصان کا اندیشہ ہوتا ہے۔

جب آپ ﷺ نے اسے شہد کا استعمال تجویز کیا اور انہوں نے آپ کو مرض کی کیفیت بتائی، تو آپ نے سمجھ لیا کہ دوا مرض کی ضرورت سے نہیں کھلائی گئی۔ آپ نے مریض کو مزید شہد پلائے جانے کی ہدایت کی تاکہ بیماری کو اکھاڑ پھینکنے کی حد تک شہد کی مقدار جسم میں پہنچ جائے۔ جب بار بار کی تکرار سے دوا کی مقدار مرض

---

1 مظاہرِ حق شرح مشکوۃ المصابیح، علامہ نواب محمد قطب الدین دہلوی رحمہ اللہ (کراچی، دار الاشاعت) طب اور جھاڑ پھونک کا بیان، طبِ نبوی اور مروجہ طب میں فرق؛ ۲۴۲/۴

2 *The power of the placebo effect:Treating yourself with your mind is possible, but there is more to it than positive thinking(* May 2017). *source:* https://www.health.harvard.edu/mental-health/the-power-of-the-placebo-effect

کی مقابلے کی حد تک پہنچ گئی تو بیماری فضل الٰہی سے جاتی رہی۔ دوا کی مقدار، اس کی کیفیات اور مرض و مریض کی قوت کا لحاظ رکھ کر علاج کرنا علمِ طب کا اہم ترین اصول ہے۔[1]

اب اس زمانے میں مسلم طبی ماہرین (medical professionals) کی ذمے داری ہے کہ نبی کریم ﷺ نے غذاؤں اور دواؤں کے حوالے سے جو ہدایات دی ہیں، ان کو جدید سائنسی طرز (scientific methodology) کی روشنی میں جانچیں کہ کس بیماری میں کس موقع پر کونسی غذا یا دوا کتنی مقدار میں لینا مفید ہوگی۔ اس سے نہ صرف مسلمان بلکہ غیر مسلم بھی فائدہ اٹھا سکیں گے۔

تیسری شرط: دوا اور مرض میں موافقت (Conformity)

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ میں نے نبی کریم ﷺ سے سنا، آپ ﷺ نے فرمایا کہ اگر تمہاری دواؤں میں کسی میں بھلائی ہے تو پچھنا لگوانے یا شہد پینے اور آگ سے داغنے میں ہے اگر وہ مرض کے مطابق ہو اور میں آگ سے داغنے کو پسند نہیں کرتا ہوں۔[2]

اس حدیث میں علاج معالجہ کی اہم حقیقت کی طرف نبی کریم ﷺ کے فرمان (اگر وہ مرض کے مطابق ہو) سے روشنی حاصل ہوتی ہے کہ دوا کے مؤثر ہونے کے لیے اس کا مرض کی مکمل تفصیلات سے مطابقت ضروری ہے۔ لہذا دوا کا مریض کے حال، مزاج اور طبیعت سے موافقت بہت مفید ہے۔ علم الادویہ اور علم الامراض کو باقاعدہ جانے بغیر نسخہ نہ لکھا جائے کیونکہ مرض کی نوعیت کو سمجھے بغیر دوائی کے اثرات کی مطابقت ممکن نہ ہو سکے گی۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ طبِ نبوی میں حضور ﷺ کے تشخیص کردہ علاجات کو عمومی نہیں سمجھنا چاہیے اور نہ ہی ہر ناواقف کو اسے استعمال کرنے کی اجازت دینی چاہیے کیونکہ یہ ماہرینِ طب ہی اس کی فہم رکھتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ کا بتایا ہوا طریقہ علاج مرض کی کونسی قسم، کس مزاج کے حامل مرض کو اور کن آب و ہوا میں رہنے والوں کے موافق ہے۔

یقیناً یہ وہ علمی خلا (knowledge Gap) ہے جسے پر کرنے کے لیے یہ کتاب بطورِ معاون لکھی گئی ہے، مسلم اطباء ذخیرہ احادیث کے مستند ترین انتخاب (صحیح بخاری) سے نبوی علاجات کی نوعیت سمجھیں اور موجودہ بیماریوں اور علاقائی موسم، کے لحاظ سے مریضوں کے لیے نبوی ادویہ کی تفصیلات مرتب کریں۔

---

1 زاد المعاد في هدي خير العباد، ابن القيم الجوزية،محوله سابقا، فصل في هديه في علاج استطلاق البطن:۳۳/۴

2 صحيح البخارى، محمد بن إسماعيل البخاري،محوله سابقا،كتاب الطب، باب الدواء بالعسل ، الرقم:۵۶۸۳

چوتھی شرط: ماہرین کی سرپرستی(Supervision)

نبی کریم ﷺ نے فرمایا "بخار جہنم کی بھاپ میں سے ہے اس لیے اسے پانی سے ٹھنڈا کرو"۔[1]

یہاں ایک سوال ہو سکتا ہے کہ بخار کی بعض قسموں میں ٹھنڈا پانی استعمال کرنا مفید نہیں ہے، خاص کر سردی لگنے سے جو بخار ہوتا ہے اس میں تو پانی کا استعمال ہی نقصان دہ ہوتا ہے، پھر طبِ نبوی کے اس نسخہ پر کیسے عمل کیا جائے؟

اس کا جواب طبِ نبوی کے ایک اہم اصول کی تفہیم پر مبنی ہے، دراصل نبی کریم ﷺ سے جس قدر طبی علاج یا جسمانی صحت کی ہدایات منقول ہیں وہ جسمِ انسانی کے معتبر اور بنیادی اصولوں کے عین مطابق ہیں۔ان طبی قوانین پر دسترس حاصل کیے بغیر محض علاج معالجہ کی احادیث پر عمل یقینی فوائد کا ذریعہ نہیں ہے بلکہ کسی جسمانی نقصان یا بیماری کا ذریعہ بھی بن سکتا ہے۔

اس اصول کی مثال یہی بخار کی حدیث ہے کہ اس میں بظاہر ہر بخار زدہ کو پانی سے نہانے کا حکم دیا گیا ہے، لیکن حدیث کا کامل علم رکھنے والے محدثین رحمھم اللہ اسے بخار کی ان قسموں سے متعلق قرار دیتے ہیں جن میں پانی سے جسم کو ٹھنڈا کرنا طبی لحاظ سے مفید ہے، جو عموماً گرمی اور گرم لو لگنے سے ہوتے ہیں۔ حجازِ مقدس گرم علاقہ ہے، وہاں کے لوگوں کو عموماً اس قسم کا ہی بخار ہوتا تھا، اس لیے نبی کریم ﷺ نے بخار کے بارے میں عمومی طور پر نہانے کی تلقین کی۔[2] گرمی کے حملے سے جسم کا درجہ حرارت اگر بڑھ جائے(Heat illness/Heat stroke) تو جدید طبی سائنس میں بھی اس کا علاج ٹھنڈک پہنچانے سے کیا جاتا ہے۔[3]

اس مثال سے یہ اصولی تعلیم سامنے آئی کہ طبِ نبوی کی کسی بھی تعلیم پر عمل کرنے سے پہلے ماہرینِ طب سے مشورہ ضرور کر لیا جائے کیونکہ وہ اس طبی سنت کا صحیح طریقہ اور مصداق بتا سکتے ہیں۔ نیز مسلم معالجین کی بھی ذمہ داری ہے کہ وہ ان نبوی ارشادات پر ریسرچ کر کے ان کے برمحل اور حقیقی طریقہ کار کی نشاندہی کریں۔

---

[1] صحيح البخارى، محمد بن إسماعيل البخاري ، محوله سابقا، كتاب الطب، باب الْحُمَّى مِنْ فَيْحِ جَهَنَّمَ، الرقم: ۵۷۲۶

[2] فتح البارى، كتاب الطب ،محوله سابقا، بَابُ الْحُمَّى مِنْ فَيْحِ جَهَنَّمَ: ۱۷۶/۱۰

[3] Erik D Schraga, Cooling Techniques for Hyperthermia,
Source:https://emedicine.medscape.com/article/149546-overview

کتاب الطب

بَابُ مَا أَنْزَلَ اللَّهُ دَاءً إِلاَّ أَنْزَلَ لَهُ شِفَاءً:

باب: اللہ تعالیٰ نے کوئی بیماری ایسی نہیں اتاری جس کی دوا بھی نازل نہ کی ہو

عنوان کی وضاحت:

امام بخاری رحمہ اللہ اس ابتدائی باب میں طب اور اسکے علوم کی اہمیت اور افادیت کی طرف قاری کا ذہن متوجہ کر رہے ہیں کہ اسلام اور طب کوئی اجنبی چیزیں نہیں، بلکہ ان دونوں کی بنیاد ایک ہی ہیں، دونوں ہی الرحمن و الرحیم کی نازل کردہ نعمتیں ہیں۔ جس معبودِ برحق نے علومِ اسلامی نازل کیے، اسی خالقِ کائنات نے بدنِ انسانی کی اصلاح کے لیے دوائی بھی نازل کی۔

اس باب میں امام بخاری رحمہ اللہ نے ایک حدیث نقل کی ہے اور اسی کے مضمون کو امام صاحب نے باب کا عنوان بھی بنایا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کوئی بیماری ایسی نہیں اتاری جس کی دوا بھی نازل نہ کی ہو۔ بیماری بھی اسی کے حکم سے آتی ہے تو شفاء بھی اسی کی تخلیق ہے۔

۵۳۵۴: عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: مَا أَنْزَلَ اللهُ دَاءً إِلاَّ أَنْزَلَ لَهُ شِفَاءً

ترجمہ: ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے کوئی ایسی بیماری نہیں اتاری جس کی دوا بھی نازل نہ کی ہو۔

فوائد:

1.0 طبی تحقیقات کی حوصلہ افزائی

نبی کریم ﷺ نے اس ارشاد میں طبی تحقیق کی حوصلہ افزائی فرمائی کی ہے۔ جب طبیب کے علم میں یہ حقیقت ہو گی کہ ہر بیماری کی دوائی موجود ہے، بس اس کی تلاش کا امتحان ہے تو اس کے دل میں تحقیق کی جستجو

پیدا ہوگی۔ اس تحقیقی مرحلے میں ہزار ناکامیوں پر بھی وہ مایوس نہیں ہوگا۔ خود اللہ کے رسول ﷺ کو اس بات کا اندازہ تھا کہ بعض بیماریوں کا علاج ابھی انسان کی دسترس سے باہر ہے، لہٰذا آپ نے لوگوں کو اس میں کامیابی حاصل کرنے کی ترغیب دی۔ چنانچہ آپ ﷺ نے فرمایا:

"اللہ نے کوئی بیماری نہیں اتاری مگر یہ کہ اس کی شفا بھی اتاری ہے، جس نے جاننے کی کوشش کی اس نے جان لیا، جو لاعلم رہا وہی انجان رہا"۔[1]

گویا جستجو و تلاش (research & discovery) کا سچا جذبہ ہی طبی علوم میں ترقی کی راہیں کھولنے کی چابی ہے جس سے صحت و شفا کے پوشیدہ رازوں سے پردہ اٹھ جاتا ہے۔ علامتِ مرض (symptoms) کی پہچان، بیماری کی صحیح تشخیص (diagnosis)، کونسی دوا مریض کے لیے کتنی مقدار (dosage) میں مفید ہے، وغیرہ امور کی سمجھ اللہ تعالیٰ انہی کو عطا فرماتے ہیں جو اس پر اصولوں کے ساتھ محنت کرتے ہیں۔ جو لوگ اس کے ساتھ لاپرواہی برتتے ہیں وہ عموماً اس سے ناواقف ہی رہتے ہیں۔ علامہ ابن قیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

ترجمہ: "رسول اللہ ﷺ کے اِس ارشاد میں مریض اور طبیب دونوں کے لیے تقویت کا باعث ہے۔ اس میں علاج کے تلاش کی ترغیب بھی ہے۔ اگر مریض کو یہ محسوس ہو کہ اس کا مرض لاعلاج نہیں ہے بلکہ اس کا علاج ممکن ہے تو اس کا دل امید سے بھر جائے گا اور مایوسی ختم ہو جائے گی۔ اس سے وہ اپنے اندر نفسیاتی طور پر مرض پر غالب آنے والی توانائی محسوس کرے گا۔ اسی طرح طبیب کو جب معلوم ہوگا کہ ہر بیماری کی اللہ نے دوا رکھی ہے تو تلاش و جستجو اس کے لیے ممکن ہوگی۔"[2]

---

1 مسند أحمد بن حنبل،محوله سابقا، حديث العباس، الرقم:٣٥٧٨

2 وفي قوله صلى الله عليه و سلم : [لكل داء دواء] تقوية لنفس المريض والطبيب وحث على طلب ذلك الدواء والتفتيش عليه فإن المريض إذا استشعرت نفسه أن لدائه دواء يزيله تعلق قلبه بروح الرجاء وبردت عنده حرارة اليأس وانفتح له باب الرجاء ومتى قويت نفسه انبعثت حرارته الغريزية وكان ذلك سببها لقوة الأرواح الحيوانية والنفسانية والطبيعية ومتى قويت هذه الأرواح قويت القوى التي هي حاملة لها فقهرت المرض ودفعته وكذلك الطبيب إذا علم أن لهذا الداء دواء أمكنه طلبه والتفتيش عليه زاد المعاد في هدي خير العباد، ابن القيم الجوزية،محوله سابقا، ، فصل :الحث على التداوى:١٥/٤)

ایک مسلمان ڈاکٹر کو یہ بات ہمیشہ اپنے ذہن میں رکھنی چاہیے کہ علم وحکمت جہاں کہیں سے پائے ، آگے بڑھ کر اسے حاصل کر لینا چاہیے۔ درج ذیل حدیث میں نبی کریم ﷺ نے یہی بات فرمائی ہے:

"حکمت کی بات مومن کی گم شدہ میراث ہے جہاں کہیں بھی وہ اسے پائے اس پر اسی کا حق زیادہ ہے۔"[1]

علمی دیانتداری کا ایک اہم تقاضا یہ بھی ہے کہ ایک ڈاکٹر کو عمر بھر اپنی سائنسی معلومات میں مسلسل اضافہ کرتے رہنا چاہیے اور نئی تحقیقات سے واقفیت حاصل کرنی چاہیے۔ اللہ تعالیٰ نے خود نبی کریم ﷺ کو بھی یہی دعا سکھائی کہ:

"اور دعا کرو اے میرے رب! میرے علم میں اضافہ فرما۔" (طٰہٰ۔۱۱۴)

پھر ایسے علم میں اضافہ تو اور بھی ضروری ہو جاتا ہے جس کا تعلق انسانی جانوں سے ہو۔ طبی اخلاقیات کا تقاضا ہے کہ ہر ڈاکٹر کو اپنے شعبہ سے متعلقہ نئی کتب و مقالات کو زیر معالعہ رکھنے چاہئیں۔ اور جس حد تک ممکن ہو طبی کانفرنسوں، سیمینارز، لیکچرز اور کورسز میں شمولیت اختیار کرنی چاہیے۔ مقامی سطح پر چند ڈاکٹروں کا ہفتہ یا مہینہ میں ایک بار مل کر بیٹھنا اور اپنے اپنے مشکل اور دلچسپ مریضوں کے بارے میں بحث و تمحیص کرنا بھی اپنے علم کو بڑھانے کا ایک موثر ذریعہ ہے۔ اسی طرح دوسرے ڈاکٹروں سے وقتاً فوقتاً مل کر یا ٹیلیفون پر بات کر کے ایسے مریضوں کے بارے میں مشورہ لے لینا جن کے متعلق ان کی معلومات زیادہ ہوں اپنے علم کو بڑھانے کا ایک موثر ذریعہ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں فرمایا ہے۔

"اگر تم نہیں جانتے تو اہل ذکر (و علم) سے پوچھ لو۔" (النحل۔۴۳)

نیز جب تمام تر شفاء اللہ ہی کے ہاتھ میں ہے اور اسی نے ہر بیماری کی شفاء بھی اتاری ہے تو یقینا اسے اللہ تعالیٰ کی ناراضگی کے ساتھ تلاش نہیں کرنا چاہیے۔ غیر مسلم ماہرین کی ہر جائز و ناجائز طبی تحقیق سے مرعوب ہونے کے بجائے، علاج و معالجہ کے صرف جائز طریقوں تک ہی محدود رہنا چاہئے، بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے ہر بیماری کا جائز علاج بھی مقرر کیا ہے جسے صرف وہ ہی دریافت کر سکتے ہیں جو طبی مہارت کے ساتھ ایمانی فکر بھی رکھتے ہیں۔[2]

---

1 سنن الترمذی،محولہ سابقا،کتاب العلم،باب ما جاء في فضل الفقة على العبادة ،الرقم:۲۶۸۶

2 حرام طریقہ علاج معالجہ کی مزید تفصیل اسی کتاب کے باب (اونٹ کے پیشاب سے علاج) میں آرہی ہے۔

2.0 کیا کوئی مرض لاعلاج ہوتا ہے؟

جدید طبی تحقیقات کی ہوش ربا ایجادات کے اس دور میں بھی متعدد بیماریوں کو لاعلاج قرار دیا جارہا ہے جن میں کینسر، پولیو، ایڈز زیادہ مشہور ہیں۔ ان تمام تر بیماریوں کی حقیقت اس حدیث سے واضح ہو جاتی ہے کہ یہ لاعلاج نہیں ہیں، ان بیماریوں کو پیدا کرنے والے نے ان کے ساتھ ان کا علاج بھی پیدا کیا ہے، بس انسانی ذہن کی رسائی ان تک نہیں ہوئی ہے ورنہ دوا تو بہر حال موجود ہے۔[1] اس لیے ان بیماریوں کو نا قابلِ علاج بیماری کہنے کے بجائے یہ کہہ دیا جائے کہ اس بیماری کا علاج تاحال دریافت نہیں ہوا ہے۔

صحیح مسلم کی حدیث میں اس کی مزید وضاحت آئی ہے کہ ہر بیماری کا علاج موجود ہے، جب دوا کا استعمال بیماری کے مطابق کیا جاتا ہے تو حکمِ الٰہی سے شفاء مل جاتی ہے۔[2] یعنی دوا کی موجودگی ہی کافی نہیں بلکہ دوائی اور بیماری دونوں میں مطابقت اور اس کے تناسب کو جاننا بھی ضروری ہے۔ یہ قاعدہ کی بات ہے کہ جب دوا اور مریض میں مناسبت نہ ہو، دوا بیماری کی جڑ کو نہ اکھاڑ سکے اور نہ بیماری دوا کو قبول کر سکے تو پھر شفا کس طرح حاصل ہو سکتی ہے، اسی طرح دوا اور مرض میں مناسبت ہو مگر وقت سازگار نہ ہو تو بھی علاج موثر نہیں ہو گا۔ اسی مطابقت کا معلوم ہونا ہی تیر بہدف نسخہ ہے۔ اسی کی جستجو میں محقق ڈاکٹرز کی بڑی تعداد مشغول رہتی ہیں، اور وہ اس مفروضے کا واضح الفاظ میں انکار کرتے ہیں کہ دنیا میں کوئی بیماری لاعلاج بھی ہے۔ اس سلسلے میں درجِ ذیل کتب کا مطالعہ کیا جا سکتا ہے:

1. MD JD Thomas E Levy, "Curing the Incurable: Vitamin C, Infectious Diseases, and Toxins"(3rd Edition, Paperback – August 1, 2011)
2. M.D. Kimihiko Okazaki, "Good-Bye, Incurable Diseases!" (Paperback – November 4, 2011)

---

1 تکملة فتح الملهم بشرح صحيح الامام مسلم ،محوله سابقا،كتاب الطب، باب لكل داء دواء :۳۳۴/۴

2 الصحيح لمسلم ،محوله سابقا،كتاب السلام ،باب لكل داء دواء ، الرقم: ۲۲۰۴

3.0 مریض کی تسلی کا ذریعہ

علامہ ابن قیم رحمہ اللہ کا ارشاد گزر چکا ہے کہ اس حدیث میں مریض کے لیے تسلی کا کافی سامان ہے۔ جب مریض یہ باور کرلیتا ہے کہ ہر بیماری کا علاج موجود ہے تو اس کے دل میں امید کی شمع روشن ہو جاتی ہے اور مایوسی کوسوں دور ہو جاتی ہے۔ اس امید کی قوت سے اس کے اعصاب مضبوط ہو جاتے ہیں اور اندرونی قوتِ مدافعت کمزور نہیں پڑتی۔ اس توانائی سے مریض اپنی بیماری پر قابو پالیتا ہے۔[1]

حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں خدمتِ اقدس میں موجود تھا کہ کچھ دیہاتی حاضرِ خدمت ہوئے اور عرض کیا کہ یارسول اللہ! کیا ہم دوا کیا کریں؟ نبی کریم صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نے فرمایا؛ ہاں! اے اللہ کے بندو ضرور دوا کرو، اس لیے کہ رب العزت نے جو بھی بیماری دنیا میں پیدا کی ہے اس کی شفاء بھی پیدا کی ہے۔ صرف ایک بیماری کی کوئی دوا پیدا نہیں فرمائی ہے۔ عرض کیا؛ یارسول اللہ! وہ کونسی بیماری ہے؟ فرمایا؛ بڑھاپا جو لاعلاج ہے۔[2]

4.0 علاج معالجہ کی شرعی حیثیت

اس حدیث میں علاج کرانے کی ترغیب بھی ہے اور مندرجہ بالا حدیث میں نبی کریم صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نے حکما ارشاد فرمایا ہے کہ اللہ کے بندوں علاج کیا کرو۔ اس لیے بعض شافعی اور حنبلی علماء رحمہم اللہ نے ہر علاج معالجہ کو واجب قرار دیا ہے کیونکہ اس حکم (امر) سے وجوب کا درجہ حاصل ہوتا ہے، لیکن جمہور علمائے کرام کی دیگر دلائل کی روشنی میں تحقیق اس سے مختلف ہے، جسے اسلامی فقہ اکیڈمی جدہ نے اپنے ساتویں اجلاس[3] میں بطورِ قرارداد اس طرح پیش کیا:

"لوگوں اور حالات کے لحاظ سے علاج معالجے کے احکام بدلتے رہتے ہیں چنانچہ:

---

1 زاد المعاد ، ابنِ قیم جوزی،محوله سابقا، فصل :الحث علی التداوی:۱۵/۴

2 سنن الترمذی، محوله سابقا، کتاب الطب،باب مَا جَاءَ فِي الدَّوَاءِ وَالْحَثِّ عَلَيْهِ، الرقم:۲۰۳۸

3 منعقدہ جدہ، سعودی عرب مؤرخہ ۷ تا ۱۲ ذی قعدہ ۱۴۱۲ھ مطابق ۹ تا ۱۴ مئی ۱۹۹۲ء

۱۔ جس مرض سے جان کی ہلاکت یا کسی عضو کی خرابی یا اس کے مفلوج ہونے کا اندیشہ ہو یا اس مرض کا اثر دیگر لوگوں تک منتقل ہونے کا خطرہ ہو تو اس کا علاج کرنا کرانا واجب ہے۔

۲۔ جس مرض کے علاج نہ کرانے سے بدن کے کمزور ہونے کا اندیشہ ہو اور مذکورہ بالا خطرات نہ ہوں تو اس کا علاج کرنا کرانا مستحب ہے۔

۳۔ جب مذکورہ بالا دونوں صورتیں (جان کی ہلاکت یا بدن کی کمزوری) نہ ہوں تو علاج جائز ہے۔

۴۔ جب کسی مرض کے علاج کی وجہ سے اس سے بدتر مرض لاحق ہونے کا خطرہ ہو تو اس کا علاج کرنا کرانا مکروہ ہے۔"[1]

5.0 یوتھینزیا(Euthanasia) اور اسلام[2]

اس باب کی مرکزی حدیث میں ہر بیماری کو قابلِ علاج کہا گیا ہے، اور صحت وشفاء سے مایوس ہونے سے منع کیا گیا ہے، اس سے دورِ جدید کے ایک طبی مسئلہ پر رہنمائی لی جا سکتی ہے جسے یوتھینزیا(Euthanasia) کا عنوان دیا گیا ہے۔

موجودہ دور میں یہ رجحان پایا جاتا ہے کہ اگر کوئی شخص ایسی لاعلاج اور مہلک بیماری(terminal illness) میں مبتلا ہو جاتا ہے جسکی وجہ سے اس کی حالت مثل مردہ کے ہو جاتی ہے، خود سے اپنا کوئی کام نہیں کر سکتا ہے، یہاں تک کہ اس کے جسم پر جو مکھی بیٹھی ہوئی ہے اسے بھی وہ ہٹا نہیں سکتا ہے اور اس کی ساری ضرورتوں کی تکمیل اس کے قریب ترین رشتہ دار انجام دیتے ہیں۔ تکلیف بھی اتنی شدید ہے کہ مریض ہر وقت کراہتا اور ایڑیاں رگڑتا رہتا ہے۔ اس کی تکلیف اس کے رشتہ داروں سے دیکھی نہیں جاتی۔

---

1 قراردادیں اور سفارشات، اسلامی فقہ اکیڈمی جدہ، سعودی عرب، قرارداد نمبر:۶۸/ ۵/ ۷، ص:۱۷۳

2 اس مضمون کا بنیادی خاکہ ڈاکٹر مفتی محمد شمیم اختر قاسمی، ریسرچ اسکالر: شعبۂ دینیات (سنی)، علی گڑھ مسلم یونیورسٹی، علی گڑھ کے سلسلہ وار مضمون قطع حیات بہ جذبۂ رحم(Euthanasia) کی شرعی حیثیت سے ماخوذ ہے، مذکورہ مضمون ماہنامہ دارالعلوم دیوبند کے شمارہ 12، جلد: 91، ذی الحجہ 1428 ہجری مطابق دسمبر 2007ء، شمارہ 1، جلد: 92، محرم الحرام 1429 ہجری مطابق جنوری 2008ء اور ماہنامہ دارالعلوم، شمارہ 2، جلد 92 : صفر المظفر 1429 ہجری مطابق فروری 2008ء میں قسط وار شائع ہوئے۔

ایسے وقت میں مریض خود یا اس کے قریبی رشتہ دار چاہتے ہیں کہ ایسے مریض کا زندہ رہنا نہ رہنے کے برابر ہے تو کیوں نہ اسے مناسب تدبیر کے ذریعہ موت کی آغوش میں پہنچادیا جائے۔اس طرح سے مریض کو بھی ناقابل برداشت تکلیف سے نجات مل جائے گی اوران کے احباب کو بھی پریشانیوں سے چھٹکارامل جائے گا جو مریض کی دیکھ بھال اور اس پر خرچہ کی وجہ سے ہوتی ہے۔ اسی عمل کو جدید علم طب میں یوتھینزیا (Euthanasia) کہا جاتا ہے۔یعنی قطع حیات بہ جذبۂ رحم جس کے لیے Mercy Killing کی اصطلاح بھی استعمال کی جاتی ہے۔مشہور انگریزی لغت Merriam-Webster اسکی تعریف یوں کرتی ہے:

" the act or practice of killing or permitting the death of hopelessly sick or injured individuals (as persons or domestic animals) in a relatively painless way for reasons of mercy" [1]

عام طور سے یوتھینزیا (Euthanasia) کی دو قسمیں بیان کی جاتی ہیں: عملی (Active)، غیر عملی (Passive) عملی (Active) یوتھینزیا کا مطلب یہ ہے کہ اگر کوئی شخص کسی مہلک بیماری مثلاً کینسر یا طویل بے ہوشی میں مبتلا ہو جائے اور ڈاکٹروں نے اس کی بیماری کو لاعلاج قرار دے دیا ہو اوراس کی بقائے زندگی کی بھی کوئی توقع نہیں۔ ایسی صورت میں مریض کی تکلیف کی شدت کم کرنے کے لیے ایسی ادویہ دی جائیں تاکہ اس کی سانس رک جائے اور وہ آسانی سے موت کی آغوش میں چلا جائے۔

غیر عملی (Passive) یوتھینزیا میں شدید تکلیف میں مبتلا شخص کو مارنے کی کوئی ترکیب نہیں کی جاتی؛ بلکہ مریض کو زندہ رکھنے کے لیے جو ادویہ یا آلات استعمال کیے جاتے ہیں اسے روک دیا جاتا ہے، مثلاً وینٹی لیٹر ہٹا لیا جاتا ہے۔یعنی اس میں کسی عمل کے ذریعہ مریض کو موت کی منہ تک نہیں پہنچایا جاتا ہے بلکہ علاج اور مشینیں وغیرہ ختم کر دی جاتی ہیں۔

---

[1] http://www.merriam-webster.com/dictionary/mercy%20killing

اس کے علاوہ ایک تیسری نوعیت جو عمل میں آتی ہے وہ یہ کہ مریض پیدائشی طور پر یا وقتی طور پر کسی جان لیوا بیماری میں مبتلا ہے مثلاً، کینسر، پیچیدہ انفیکشن (severe/complicated infection) یا کوئی دائمی امراض (chronic disease) جو بذات خود مہلک اور تکلیف دہ بیماریاں ہیں، جن کا ڈاکٹروں کی تشخیص کے مطابق کوئی مکمل علاج نہیں۔ ایسی صورت میں وہ کسی دوسری بیماری میں مبتلا ہو جاتا ہے تو کیا ایسی صورت میں اس نئی بیماری کا علاج کرایا جائے یا نہیں؟ جب کہ وہ پہلے سے ہی لاعلاج بیماری میں مبتلا ہے اور اس نئی بیماری کے علاج سے شفایابی کے باوجود اس کی صحت پر کوئی خاص اثر پڑنے والا نہیں ہے۔

5.1 یوتھینیزیا اور دنیا

ایمسٹرڈیم سے روزنامہ جنگ کے مشور کالم نگار اسد مفتی لکھتے ہیں:

"ہالینڈ کے بعد بلجیم کے 75 فیصد ڈاکٹر حضرات ایسے ہیں جو ایسے بیمار اور لاعلاج بچوں کو جن کے بچنے کی امید انتہائی کم ہوتی ہے انہیں موت کی نیند سلانا چاہتے ہیں ایک سروے کے مطابق بلجیم میں ایک برس کے دوران 143 بچوں کو ڈاکٹروں نے ناقابل برداشت تکالیف سے نجات دلا دی اور وہ نہایت پر سکون طریقے سے اپنے دکھوں سے نجات پا گئے۔ بیلجم میں 2002ء میں لاعلاج امراض کا شکار ہونے والے مریضوں کو ان کی اور ان کے لواحقین کی اجازت سے انتہائی نرمی کے ساتھ موت کی نیند سلانے کی قانونی طور پر اجازت دی جا چکی ہے۔ اس سروے کے دوران 121 ڈاکٹر خواتین و حضرات سے سوالات پوچھے گئے جن میں سے 79 فیصد نے بتایا کہ یہ ان کی پیشہ وارانہ ذمہ داری ہے کہ وہ مریض کو غیر ضروری دکھوں اور تکالیف سے نجات دلانے کے لئے اسے آسان موت دیں۔

ادھر برطانیہ میں تین چوتھائی اکثریت نے حکومت کی جانب سے ہاؤس آف لارڈز میں بحث کے لئے پیش کئے جانے والا لاعلاج مریضوں کو "موت کا حق" دیئے جانے کی حمایت کی ہے۔ کچھ عرصہ قبل انتہائی تکلیف دہ اور لاعلاج مریضوں کو ان کی موت کا اختیار دینے کی حمایت میں مہم چلانے والے گروپ "ڈگنٹی ان ڈائنگ" کے تحت کئے گئے ایک سروے کے دوران ہر چار میں سے تین افراد نے "موت کے حق" کے بل کو درست قرار دیا اور کہا کہ ایسے لوگوں کو سکون کی موت سے ہمکنار کرنا ایک درست اور رحمدلانہ اقدام ہو گا۔ 76 فیصد نے کہا

کہ وہ اس بل کی حمایت کریں گے جبکہ 13 فیصد نے اس بل کی مخالفت کی۔ 11 فیصد نے کہا کہ وہ اس کے بارے میں کوئی رائے نہیں رکھتے۔

سروے کے لئے رائے دینے والوں میں سے 33 فیصد افراد چرچ آف انگلینڈ سے وابستگی رکھنے کا دعویٰ کرتے تھے جبکہ 9 فیصد نے اپنا تعلق رومن کیتھولک سے بتایا۔ سب سے زیادہ تعداد ان لوگوں کی تھی 40 فیصد رائے دہندگان کا کہنا تھا کہ ان کی کسی مذہب سے وابستگی نہیں۔ یہاں ہم "مشرقیوں" کے لئے ایک دلچسپ بات یہ ہے کہ سروے میں انکشاف کیا گیا کہ چرچ میں حاضری اور چندہ دینے والے 35 فیصد افراد نے چرچ جانا اور چندہ دینا چھوڑ دیا ہے اور اس کی وجہ وہ مذہبی گروپوں کی جانب سے لاعلاج مریضوں کو مرنے میں مدد دینے سے متعلق بل کی مخالفت کو قرار دیتے ہیں۔[1]"

اس خبر میں اہم بات یہ ہے کہ قطع حیات کی حمایت کرنے والوں کی اکثریت کسی بھی آسمانی ہدایت سے راہنمائی لینے کی قائل نہیں ہے، بلکہ کسی حد تک مذہب بے زار بھی ہیں اور وہ محض انسانی عقل کی بنیاد پر اس بل کی آزادانہ حمایت کرتے ہیں۔ چرچ کا فیصلہ سامنے آگیا ہے کہ وہ اس بل کی مخالفت کرتی ہے۔ اس سلسلہ میں اسلام کا موقف کیا ہے، اس کو جاننے کے لیے ہم کچھ بنیادوں پر اصولی گفتگو کے بعد نتیجہ اخذ کریں گے۔

5.2 زندگی خدائی امانت ہے:

زندگی اور اس کے مسائل کے بارے میں اسلام کا نقطۂ نظر موجودہ نقطہ نظر سے بنیادی طور پر مختلف ہے۔ وہ اس دعویٰ ہی کو تسلیم نہیں کرتا کہ انسان اس دنیا میں کسی بھی چیز کا حتی کہ اپنی ذات کا مطلق مالک ہے اور وہ اس میں اپنی آزاد مرضی سے تصرف کر سکتا ہے۔ اس کے نزدیک یہ پوری دنیا اللہ تعالیٰ کی پیدا کردہ ہے اور وہ اسے چلا رہا ہے۔ اس لیے وہی اس کا حقیقی مالک بھی ہے۔ انسان اپنی ذات یا اپنے کسی اقدام کے بارے میں کوئی آزادانہ فیصلہ نہیں کر سکتا، ورنہ اس کی حیثیت اس مجرم کی ہوگی جو دوسرے کی چیزوں کو اپنی مرضی سے استعمال

---

1 اسد مفتی، مغرب "خدا کے کاموں" میں مداخلت سے باز نہیں آتا، روزنامہ جنگ، دسمبر ۳۰،۲۰۱۲
source: http://search.jang.com.pk/print/6038-todays-print-news۔

کرے اور ان کے بارے میں فیصلے صادر کرتا پھرے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ انسان کو یہ فیصلہ کرنے کا حق ہی نہیں ہے کہ اسے کب تک دنیا میں رہنا ہے اور کب یہاں سے کوچ کرنا ہے، جس نے زندگی دی ہے وہی فیصلہ کرے گا کہ زندگی کب واپس لی جائے گی۔

5.3 کوئی بیماری ایسی نہیں جس کا علاج نہ ہو:

اس سلسلے کی متعدد روایات 1.0 میں لکھی گئی ہیں۔ دنیا نے دیکھا ہے کہ انسان جن نامعلوم چیزوں کے جاننے کی کوشش برابر کرتے رہے انہیں اس میں کامیابی مل گئی۔ کینسر جو کسی زمانے میں لاعلاج بیماری تصور کیا جاتا تھا آج اطبا نے اس کا کلی علاج تو نہیں البتہ اس کے انسداد کا حل کافی حد تک تلاش کر لیا ہے۔ سیکڑوں مریض دوا کے سہارے آج زندہ ہیں چہ جائے کہ ان کی جان کا خطرہ لگا رہتا ہے۔ یہ کیا کم ہے کہ ان کا عرصہ حیات تنگ نہیں ہوا ہے۔ اگر بیماری پہلے اور دوسرے مرحلے ہی میں ہو اور بروقت اس کا علاج شروع کر دیا گیا تو بہت مرتبہ یہ بیماری بھی ختم ہو جاتی ہے۔ اسی لیے یہ فیصلہ انتہائی دشوار اور قبل از وقت ہے کہ یہ بیماری لاعلاج ہے اب اس مریض کی زندگی کی ڈوری کاٹ دی جائے۔ مریض کو جب بھی اس حقیقت سے روشناس کرایا جائے گا کہ مزید علاج یا تکلیف کم کرنے کا سامان موجود ہے، وہ زندگی ہی کو ترجیح دیتا ہے جیسا کہ امریکن میڈیکل ایسوسیشن کی رپورٹ میں اعتراف کیا گیا ہے:

A 1997 study conducted by the American Medical Association (AMA) found that more than half of Americans believe physician-assisted suicide should be legal. However, when people are told about alternatives to the technological treatments so many of us fear, and about the availability of pain control and hospice care, their support for physician-assisted suicide goes down to under one-fifth. This study seems to show that when

people are informed about all of their end-of-life choices, they are less likely to opt for suicide.[1]

5.3 بیماری، گناہوں سے معافی

بیماری کا اہم فائدہ یہ ہوتا ہے کہ اس کے ذریعہ گناہ معاف ہوتے ہیں۔ کیوں کہ اللہ تعالیٰ اگر بندے کو آخرت کے مصائب سے نجات دلانا چاہتے ہیں تو بعض اوقات اسے کسی بیماری میں مبتلا کر دیتا ہے تاکہ بندہ نے جو گناہ کیا ہے اس کا کفارہ ہو جائے۔ چنانچہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا:

"مسلمانوں کو جو بھی تکلیف پہنچتی ہے یہاں تک کہ اسے کوئی کانٹا بھی چبھتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے ذریعہ سے گناہوں کو مٹا دیتا ہے۔"[2]

قیامت میں جب بیماری اور مصیبت کے اجر کا مشاہدہ ہو گا تو مومن یہی چاہے گا کہ ہمیشہ بیماری میں مبتلا رہتا۔ جیسا کہ نبی ﷺ نے سچی خبر دی ہے:

ترجمہ: ''جو لوگ عافیت میں ہیں، قیامت کے دن جب کہ مصیبت زدوں کو ثواب دیا جائے گا، یہ چاہیں گے کاش! دنیا میں قینچیوں سے ان کی کھالوں کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیے جاتے''۔[3]

5.4۔ موت کی تمنا کی ممانعت

ہر انسان کسی نہ کسی بیماری میں مبتلا ہے۔ بعض بیماریاں طویل اور سخت اذیت ناک ہوتی ہیں جن میں مریض زندگی بھر وہ کرب و الم کی دنیا میں زندہ رہتا ہے، ایسی حالت میں وہ چاہتا ہے کہ اس لاعلاج بیماری اور

[1] Joanne Lynn, MD, Joan Harrold, MD, Janice Lynch Schuster ,Handbook For Mortals:Guidance For People Facing Serious Illness(New York: Oxford University Press, 1999) Pp:146

[2] صحيح البخارى، محوله سابقا،كتاب المرضى،باب مَا جَاءَ فِى كَفَّارَةِ الْمَرَضِ . وَقَوْلِ اللَّهِ تَعَالَى (مَنْ يَعْمَلْ سُوءًا يُجْزَ بِهِ) ، الرقم:٥٣١٧

[3] سنن الترمذي، محوله سابقا، كتاب الزهد، الرقم: ٢٤٠٢

تکلیف بھری دنیا سے کسی طرح نجات پالے جس کے لیے وہ بعضے وقت دعا کرتا ہے کہ اللہ تو مجھ کو اس تکلیف دہ زندگی سے نکال کر موت دے دے۔ اللہ کے رسول ﷺ نے ایسی دعاء کرنے سے منع فرمایا ہے:

"تم میں سے کوئی شخص کسی تکلیف کو پہنچے تو موت کی تمنا نہ کرے۔ اگر کسی وجہ سے بالکل ضروری ہو جائے تو اس طرح کہے اے اللہ! مجھے اس وقت تک زندہ رکھ جب تک کہ زندہ رہنا میرے حق میں بہتر ہو اور جب موت میرے حق میں بہتر ہو تو موت دے دے"۔[1]

فقہائے کرام نے غصہ یا تنگدستی کے باعث موت کی تمنا کو مکروہ لکھا ہے۔[2] ملا علی قاری رحمہ اللہ اس کی حکمت یہ بتاتے ہیں: "حیات وزندگی اللہ کا امر اور حکم ہے، اور موت کی تمنا حکم الہٰی سے فرار اور عدمِ رضا کا اظہار ہے، لہٰذا جائز نہیں"۔[3]

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے زمانہ میں بعض بیماریوں کا بہتر علاج گرم لوہے سے داغنے کا تھا، جس کی تکلیف سے آدمی کی ہڈی چر مراجاتی تھی باوجود اس تکلیف کے وہ زندہ رہنے کو ترجیح دیتے تھے۔ حضرت خباب رضی اللہ عنہ کو بطور علاج گرم لوہے سے سات داغ لگائے گئے، اس سے انہیں اتنی سخت تکلیف ہوئی کہ وہ فرمایا کرتے تھے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے موت کی دعا کرنے سے منع فرمایا ہے ورنہ تکلیف اتنی سخت ہے کہ میں اللہ سے موت کی دعا کرتا۔[4]

5.5۔ خودکشی ہر حال میں حرام ہے:

اسلام نے موت کی دعاء کرنے کی ممانعت کی ہے تو پھر یہ کیسے ممکن ہے کہ وہ مصائب و مشکلات اور بیماری وغیرہ سے دوچار ہونے کے بعد انسان کو خودکشی کی اجازت دے دے۔ اگر کوئی شخص خودکشی کرتا ہے تو وہ فعل حرام کا مرتکب ہوتا ہے اور اس کی سزا بڑی سخت ہوگی۔ قرآن کا حکم ہے :"ولاَ تُلْقُوا بِأَيْدِيْكُمْ الی

---

1 صحیح البخاری، محولہ سابقا، کتاب المرضی، باب نهي تمني المريض الموت، الرقم: ۵۳۴۷

2 رَجُلٌ تَمَنَّى الْمَوْتَ لِضِيقِ عَيْشِهِ أَوْ غَضَبٍ مِنْ عَدُوِّهِ يُكْرَهُ لِقَوْلِهِ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ " { لَا يَتَمَنَّى أَحَدُكُمْ الْمَوْتَ لِضُرٍّ نَزَلَ بِهِ } " (حاشية رد المحتارعلى الدر المختار، محولہ سابقا، كِتَابُ الْحَظْرِ وَالْإِبَاحَةِ، فَصْلٌ فِي الْبَيْعِ: ۶۴۱۹/)

3 مرقاة المفاتيح شرح مشكاة المصابيح، على بن سلطان محمد القارى(كوئٹه ،مكتبه رشيديه) كتاب الجنائز، باب تمنى الموت، الفصل الأول: ۴/ ۵۸

4 صحیح البخاری، محولہ سابقا، کتاب الدعوات، باب الدعاء بالموت والحياة ، الرقم: ۵۹۸۹

التَّهْلُكَةِ"[1] (اپنے آپ کو خود اپنے ہاتھوں ہلاکت میں نہ ڈالو) یعنی کسی کے لئے یہ جائز نہیں کہ وہ اپنے آپ کو ہلاکت کے اسباب میں ڈالے اور دیدہ ودانستہ کوئی ایسا اقدام کرے جو اس کی ہلاکت وبربادی کا سبب بن جائے۔

خودکشی ہر حال میں ناجائز ہے۔ اگر کسی کو ناقابل برداشت کوئی تکلیف پہنچی اس سے نجات حاصل کرنے کے لئے اس نے خودکشی کرلی یہ فعل ایسا ہی حرام ہے، جیسا کہ بلاوجہ خودکشی کرلینا حرام ہے۔ روایتوں میں آتا ہے کہ ایک شخص نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ کسی غزوہ میں بڑی شجاعت اور بہادری کا م ظاہرہ کیا اور ہر محاذ پر دشمنوں کا مقابلہ کرتا رہا۔ اس کی اس بہادری کو دیکھ کر ہر طرف سے تحسین وتعریف ہونے لگی۔ بالآخر وہ لڑتے لڑتے شدید زخمی ہو گیا، اور زخم کی تکلیف برداشت نہ کرسکا تو اسنے اپنی ہی تلوار کی نوک اپنے سینے میں پیوست کرلی جس سے اس کی موت ہو گئی۔ رسول ﷺ کو اس کے اس فعل کی خبر ہوئی تو آپ نے اسے جہنمی قرار دیا۔[2] اس حدیث سے معلوم ہوا کہ کسی تکلیف سے نجات پانے کی غرض سے خودکشی حرام ہے، مذکورہ شخص نے اپنی ناقابل برداشت تکلیف سے نجات پانے کیلئے ہی خودکشی کی تھی۔

اسلامی نقطہ نظر سے قتل کا جرم اس وجہ سے ہلکا نہیں ہوتا کہ کسی کو اس کی اجازت سے قتل کیا گیا، کوئی شخص جیسا کہ عرض کیا گیا اپنی ذات کا مالک نہیں ہے۔ اس وجہ سے جس طرح اسے خودکشی کا حق حاصل نہیں ہے، اسی طرح اسے یہ حق بھی حاصل نہیں ہے کہ وہ کسی دوسرے فرد کو اپنی زندگی ختم کرنے کی اجازت دے۔ فقہا نے لکھا ہے کہ اگر کوئی شخص کسی مضطر اور بھوکے انسان کو یہ پیش کش کرتا ہو کہ اس کے جسم کا کوئی عضو کاٹ کر کھالے تو وہ اسے کھا نہیں سکتا، اس کی وجہ یہ بیان کی گئی ہے کہ اس میں پیش کش کرنے والے کی ہلاکت کا خطرہ ہے۔ جس طرح مجبور ومضطر شخص کی جان محترم ہے، اسی طرح اجازت دینے والے کی جان محترم ہے۔[3]

---

1 سورۃ البقرہ: ۱۹۵

2 الصحیح لمسلم، محوله سابقا، کتاب الایمان، باب غلظ تحریم قتل الإنسان نفسه ، الرقم:- ۱۷۸ (۱۱۱)

3 المحیط البرهاني في الفقه النعماني، برهان الدین محمود (کراتشی، ادارة القران والعلوم الاسلامیة، ۱۴۲۳ھ) کتاب الاستحسان والکراهیة، الفصل الثالث والعشرون فیما یسع من الجراحات: ۳۸۱/۵

5.6۔ڈاکٹر کی ذمے داری زندگی بچانا ہے

معالج کا فریضہ ہے کہ مریض کی بیماری کو رفع کرنے کی سنجیدہ کوشش کرے۔ایسا نہ ہو کہ اس کی تکلیف کو دیکھ کر اس کے زندہ رہنے کا حق ہی ختم کردے۔جب کوئی شخص کسی کو ایک لمحہ کی زندگی نہیں دے سکتا تو اسے اس کا بھی اختیار نہیں ہے کہ کسی کی جان ایک لمحہ پہلے ختم کرنے کی کوشش کرے۔

طب کا مقصد انسان کی زندگی کو بچانا اوراسے آرام پہنچانا اب تک رہا ہے اور یہی اس کا مقصد رہنا چاہیے۔انسان کی زندگی کو ختم کرنے کے لیے اس فن کا استعمال اس کے مقصد ہی کو بدل کر رکھ دے گا۔اس کی بعض صورتیں بڑی معصوم معلوم ہوتی ہیں اور مصیبت زدہ انسانوں کی ہمدردی کی شکل میں ہمارے سامنے آرہی ہیں؛لیکن اس کے بڑے خطرناک نتائج رونما ہوسکتے ہیں۔اگر یہ تصور پیدا ہو جائے کہ مریض کو ختم بھی کیا جاسکتا ہے تو اسے بچانے کی کوشش کم زور پڑے گی اور یہ طبی دنیا کے لیے کسی سانحہ سے کم نہ ہوگا۔

اس قسم کا سانحہ حقیقی دنیا میں برطانوی ڈاکٹر Harold Shipman کے ہاتھوں وجود میں آچکا ہے، اسے ۲۱۵ مریضوں کا قاتل قرار دیا گیا ماہرین اسے euthanasia کا حامی بتاتے ہیں ۔ تفصیلات انسائیکلوپیڈیا برٹانیکا کے اس مقالے میں ملاحظہ کیجیے۔

Harold Shipman, in full Harold Frederick Shipman (born Jan. 14, 1946, Nottingham, Eng.—died Jan. 13, 2004, Wakefield) British doctor and serial killer who murdered at least 215 of his patients. His crimes raised troubling questions about the powers and responsibilities of the medical community in Britain and about the adequacy of procedures for certifying sudden death.

A government inquiry was ordered to determine how many more patients Shipman may have murdered; in 2002 an official report found that he had killed at least 215 people and possibly as many as 260, including men and women between ages 47 and 93, beginning in 1975. In most cases, Shipman injected the victim with a lethal dose of the painkiller diamorphine and then signed a death certificate attributing the incident to natural causes. His motives were unclear; some speculated that Shipman may have been seeking to avenge the death of his mother,

while others suggested that he thought he was practicing euthanasia, removing from the population older people who might otherwise have become a burden to the health care system. A third possibility raised was that he derived pleasure from the knowledge that, as a doctor, he had the power of life or death over his patients and that killing was the means through which he expressed this power. Despite his forgery of the will of one of his victims, financial gain appears not to have been a serious motive.[1]

5.7 یوتھینزیا(Euthanasia) کا شرعی حکم:

ان تمام اصولی گفتگو کا حاصل یہ ہے کہ:

جذبہ رحم کے تحت قطع حیات کی پہلی صورت(Active Euthanasia) شرعاناجائز ہے۔ دوا یا زہر کے ذریعہ زندگی کو ختم کرنا، اگر مریض خود کرے تو خودکشی ہے اور اگر دوسرا کرے تو قتل نفس ہے، اس کی اجازت نہیں دی جاسکتی۔

مثلاً ایک شخص جگر کے کینسر کی سخت ترین تکلیف کا شکار ہے۔ پھر بھی اسے زہر کا انجکشن لگانا ہر گز جائز نہیں ہے، کیونکہ یہ خودکشی اور مسلمان کو قتل کرنے میں داخل ہے۔ مریض کسی جائز طریقے سے علاج کروائے، درد روکنے کی ہر جائز دوا استعمال کرے، اس کے ساتھ صبر کرے اور عافیت کی دعا کرتا رہے، اس کے لیے شہادت کا ثواب ہے۔[2]

جذبہ رحم کے تحت قطع حیات کی دوسری صورت(Passive Euthanasia) کی بعض صورتیں جائز اور بعض ناجائز۔

حفاظتِ نفس کے جمیع اسباب و وسائل اپنی وسعت کے مطابق فراہم کرنا ہر انسان پر فرض ہے۔ لہٰذا وسعت ہوتے ہوئے ترک معالجہ کر کے موت کو دعوت دینا شرعاً جائز نہیں، ہاں ممکنہ علاج کے بعد صحت و شفاء سے بظاہر مایوس ہو کر یا وسائل کے فقدان کے سبب مجبوراً علاج چھوڑنا جائز ہے۔ فقہ حنفی کی معتبر کتاب "فتاوی عالمگیری" کے مطابق اگر

---

1 John Philip Jenkins, Harold Shipman British Physician And Serial Killer, Source:Https://Www.Britannica.Com/Biography/Harold-Shipman

2 فتوی جامعہ دار العلوم کراچی، ماخذہ تبویب: ۳۲/۸۱۲

طبیب کی رائے ہے کہ مریض لاعلاج ہے، زخم بلکل ٹھیک نہیں ہوسکتے، زندہ رہنے کی کوئی امید نہیں ہے تو علاج کو چھوڑا جا سکتا ہے۔[1]

البتہ اس سلسلے میں معروف حدیث (اعمال کا دارومدار نیت پر ہے) کو مدِ نظر رکھا جائے۔ اگر علاج ترک کرنے یا علاج نہ کرنے کی نیت ہی ہو کہ انسان مر جائے یا یہ نیت ہو کہ وراثت میں زیادہ دولت حاصل ہو تو یہ ناجائز ہے۔ کیونکہ اگرچہ اس نے عملًا ایسی حرکت نہیں کی ہے جس کو قتلِ نفس کہا جائے مگر ہلاک کرنے کی نیت تو ہے اور یہ ناجائز ہے۔ مریض کو یوں ہی بلاعلاج کے یا علاج موقوف کرکے چھوڑ دینا کہ وہ موت کے منہ میں چلا جائے، یہ بھی تو انسانی حمیت اور تکریم کے خلاف ہے۔ ایسی صورت میں انسان ایک بے قیمت سامان کی مانند ہو جائے گا اور اس کی کوئی اہمیت، کوئی مقام اور قدر باقی نہیں رہے گا، جو کہ اللہ کی مشیت اور تخلیق کے منافی ہے۔

1 وَلَا بَأْسَ بِشَقِّ الْمَثَانَةِ إذَا كَانَتْ فِيهَا حَصَاةٌ وَفِي الْكَيْسَانِيَّاتِ فِي الْجِرَاحَاتِ الْمَخُوفَةِ وَالْقُرُوحِ الْعَظِيمَةِ وَالْحَصَاةِ الْوَاقِعَةِ فِي الْمَثَانَةِ وَنَحْوِهَا إنْ قِيلَ قَدْ يَنْجُو وَقَدْ يَمُوتُ أَوْ يَنْجُو وَلَا يَمُوتُ يُعَالَجُ وَإِنْ قِيلَ لَا يَنْجُو أَصْلًا لَا يُدَاوَى بَلْ يُتْرَكُ {الفتاوى الهندية،الشيخ نظام و جماعة من علماء الهند(كوئته،مكتبة رشيدية) كِتَابُ الْكَرَاهِيَةِ، الْبَابُ الْحَادِي وَالْعِشْرُونَ فِيمَا يَسَعُ مِنْ جِرَاحَاتِ:٣٦١/٥ }

بَابُ هَلْ يُدَاوِي الرَّجُلُ الْمَرْأَةَ أَوِ الْمَرْأَةُ الرَّجُلَ:

باب: کیا مرد عورت ایک دوسرے کا علاج کر سکتے ہیں؟

عنوان کی وضاحت:

امام بخاری رحمہ اللہ نے یہ باب تیمار داری اور علاج معالجہ کے معاملات میں مرد وزن کے اختلاط کی شرعی حیثیت بیان کرنے کے لیے ذکر کیا ہے اور اس باب کا عنوان سوالیہ انداز میں قائم کیا ہے؛ بَابُ هَلْ يُدَاوِي الرَّجُلُ الْمَرْأَةَ أَوِ الْمَرْأَةُ الرَّجُلَ: باب: کیا مرد عورت کا یا عورت مرد کا علاج کر سکتی ہے؟۔ یہ اس کتاب الطب کا واحد باب ہے جس کے بارے میں حتمی رائے قائم کرنے کے بجائے امام بخاری رحمہ اللہ اپنے قاری سے سوال کر رہے ہیں۔ اس انداز سے امام بخاری غالباً اس نکتہ پر تنبیہ کر رہے ہیں کہ اس باب میں ذکر کردہ حضرت ربیع رضی اللہ عنہا کی حدیث سے کوئی مستقل قانون ثابت نہیں کیا جا سکتا کہ خواتین ہر حال وہر وقت مردوں کی تیمار داری کر سکتی ہیں کیونکہ اس حدیث میں دیگر احتمالات بھی ہیں جو اس حدیث کی تشریح میں ذکر کی جائیں گی۔ لہذا اسے قاعدہ و قانون بنانے کے بجائے اہلِ علم کے غور و فکر کے حوالے کر دیا جائے، شریعت کے مزاج شناس علمائے کرام سے پوچھ پوچھ کر ہر ادارے کے مخصوص مسائل کے لحاظ سے پالیسی بنالی جائے۔

۵۳۵۵ عَنْ رُبَيِّعَ بِنْتِ مُعَوِّذِ بْنِ عَفْرَاءَ، قَالَتْ: "كُنَّا نَغْزُو مَعَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَسْقِي الْقَوْمَ وَنَخْدُمُهُمْ وَنَرُدُّ الْقَتْلَى وَالْجَرْحَى إِلَى الْمَدِينَةِ."

ترجمہ: حضرت ربیع بنت معوذ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ غزوات میں شریک ہوتی تھیں اور مسلمانوں کو پانی پلاتیں، ان کی خدمت کرتیں اور مقتولین اور زخمیوں کو مدینہ منورہ لایا کرتیں تھیں۔

1.0 خواتین اور طبی تعلیم (Medical Education)

اس حدیث میں حضرت ربیع بنتِ معوذ رضی اللہ عنہ نے میدانِ جنگ میں اپنی طبی خدمات کا بطورِ نعمت تذکرہ فرمایا ہے جو یقیناً مسلمان خواتین کے بلند عزم وہمت کی سنہری تاریخ کا حصہ ہے۔ اسی کے ساتھ اس سے ان کے طبی علوم میں مہارت کا بھی اندازہ ہوتا ہے کہ میدانِ جنگ کے مریضوں کو فوری علاج معالجہ فراہم کرنا ہر کس وناکس کا کام نہیں، اس میں زخمی کی نوعیت، اس کے زخم کی شدت اور دستیاب وسائل کو مدِ نظر رکھتے ہوئے بہترین طریقہ علاج کا فوری فیصلہ کرنا ہوتا ہے۔ ابتدائی طبی امداد میں غلطی سے بھی بسا اوقات قابلِ علاج مریض بھی زندگی سے ہاتھ دھو بیٹھتا ہے۔ یقیناً یہ طبی مہارت انہوں نے سیکھی ہوگی جس سے خواتین کا طبی علوم سیکھنا، اس میں مہارت حاصل کرنا اور اس کی عملی مشق کا جواز معلوم ہوتا ہے۔

حضرت مفتی خالد سیف اللہ رحمانی ایک فتوی میں تحریر کرتے ہیں:

"مسلمان خاتون ڈاکٹر عورتوں کے علاج کی غرض سے دواء خانہ قائم کرے تو درست ہے بلکہ مناسب ہے۔ شریعت میں یہ بات مطلوب ہے کہ خواتین کا علاج خود خواتین کریں تاکہ مریض خواتین کو مردوں کے سامنے بے پردہ نہ ہونا پڑے اور ایسا اسی وقت ممکن ہے جب کہ خواتین طبیبہ موجود ہوں۔"[1]

2.0 عہدِ رسالت میں خواتین کی طبی خدمات[2]

عہدِ رسالت میں سرزمین عرب کی طب میں خواتین کا قابل قدر حصہ نظر آتا ہے۔ بل کہ بعض پہلوؤں سے ان کا حصہ مردوں سے کچھ زیادہ دکھائی دیتا ہے۔ عہدِ رسالت میں خواتین کی طبّی خدمات کا جائزہ ہم تین پہلوؤں سے لے سکتے ہیں۔

---

1 کتاب الفتاوی، خالد سیف اللہ رحمانی (کراچی، زمزم پبلشرز، ۲۰۰۷) تجارت سے متعلق سوالات، مسلم خاتون کا پیشہ طبابت کرنا: ۵/۴۰۰

2 فائدہ نمبر ۲ کا اکثر حصہ درجِ ذیل مضمون سے اخذ کیا گیا ہے:
عہدِ رسالت میں طبیب خواتین، ڈاکٹر محمد رضی الاسلام ندوی، ماہنامہ زندگی نو، مئی ۲۰۱۰، صفحات: ۳۰ تا ۳۵

2.1۔ میدانِ جنگ میں زخمیوں کے لیے فوری طبی امداد

عہدِ جاہلیت میں، جب جنگ عموماً تلواروں اور نیزوں کے ذریعے لڑی جاتی تھی، عورتوں کو دورانِ جنگ فوجیوں کو معرکہ آرائی اور شجاعت وجواں مردی کے جوہر دکھانے پر ابھارنے کے لیے استعمال کیا جاتا تھا۔ وہ گاتی بجاتی رزمیہ وعشقیہ اشعار پڑھتی ہوئی فوجیوں کے پیچھے پیچھے چلتی تھیں۔ مسلم فوج میں انھیں اس کام کے لیے تو نہیں استعمال کیا گیا۔ البتہ ان سے پیاسے فوجیوں کو پانی پلانے، زخمیوں کو اٹھاکر محفوظ مقامات پر لے جانے اور ان کی مرہم پٹی کرنے جیسے کام لیے گئے۔ کتب سیرت وتذکرہ میں ایسی متعدد خواتین کے نام محفوظ ہیں، جنھیں زخمیوں کی فوری طبّی امداد (First Aid) کے کام میں خصوصی مہارت حاصل تھی اور انھوں نے غزوات وسرایا میں اس خدمت کو بہ حسن وخوبی انجام دیا۔

حضرت ربیع رضی اللہ عنہا کی طبی خدمات کے بارے میں اس مرکزی حدیث میں گواہی ملتی ہے۔ ایک دوسری صحابیہ حضرت ام عطیہ الانصاریہ رضی اللہ عنہ خود فرماتی ہیں:

غزوت مع رسول الله، صلى الله عليه وسلم، سبع غزوات فكنت أصنع لهم طعامهم وأخلفهم في رحالهم وأداوي الجرحى وأقوم على المرضى.

”میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ سات غزوات میں شریک ہوئی ہوں۔ میں فوجیوں کے لیے کھانا پکاتی تھی۔ ان کی غیر موجودگی میں ان کے کیمپ کی حفاظت کرتی تھی، زخمیوں کا علاج کرتی تھی اور بیماروں کی تیمارداری کرتی تھی“۔[1]

حضرت نسیبہ بنت کعب المازنیہ رضی اللہ عنہا اپنی کنیت ام عمارہ سے مشہور ہیں، غزوۂ احد میں انھوں نے اس موقع پر بڑی تعداد میں زخمی ہونے والے مسلمانوں کو طبی میدان میں اپنی خصوصی مہارت سے فائدہ پہنچایا تھا۔ کتب حدیث میں اس غزوہ کے دوران حضرت ام عمارہ رضی اللہ عنہا کی شجاعت اور جاں نثاری کا

---

1 كتاب الطبقات الكبير ، محمد بن سعد بن منيع أبو عبدالله البصري الزهري(القاهرة،مكتبة الخانجى،١٤٢١هـ) ومن نساء بني مالك بن النجار، أم عطية: ٤٢٢/١٠

تذکرہ بڑے شان دار الفاظ میں ملتا ہے۔ رسول اللہ ﷺ کو دشمنوں کے نرغے میں گھرا دیکھ کر وہ آپ ﷺ کے لیے سپر بن گئی تھیں۔ چنانچہ آپ ﷺ نے انھیں ان الفاظ میں خراجِ تحسین پیش کیا تھا:

" ما ألتفت یوم أحدٍ یمیناً ولا شمالاً إلا وأراھا تقاتل دونی "

"غزوہ احد کے موقع پر میں دائیں بائیں جدھر دیکھتا انھیں جنگ کرتے ہوئے پاتا۔ یہ کام وہ میری حفاظت کے لیے کر رہی تھیں"۔[1]

غزوہ خیبر کے موقع پر حضرت کعبیۃ بنت سعد الاسلمیۃ رضی اللہ عنہا کی غیر معمولی خدمات کو دیکھتے ہوئے رسول اللہ ﷺ نے مال غنیمت میں ایک مرد کے برابر ان کا حصہ لگایا تھا۔[2]

غزوۂ خیبر میں شرکت کرنے اور اس میں فوجیوں کو طبی امداد پہنچانے کے لیے حضرت ام سنان لاسلمیۃ رضی اللہ عنہانے خدمت نبوی میں حاضر ہو کر خواہش ظاہر کی تو نبی کریم ﷺ نے ان کی درخواست کو قبول کرتے ہوئے فرمایا: "تمہارے قبیلے کے کچھ اور عورتوں نے اس سلسلے میں مجھ سے گفتگو کی تھی۔ میں نے انھیں اجازت دے دی ہے۔ تم بھی چلو۔ چاہو تو ان کے ساتھ اور چاہو تو میری زوجہ ام سلمہ کے ساتھ رہو" انھوں نے حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ رہنے کی خواہش کی، چنانچہ وہ دورانِ غزوہ انہی کے ساتھ رہیں۔[3]

---

1 كتاب الطبقات الكبير لابن سعد،محولة سابقا، تسمية غرائب نساء العرب المسلمات المهاجرات المبايعات،أم عمارة: ۳۸۳/۱۰

2 اسدالغابة فی معرفة الصحابة، عز الدين ابن الأثير(بيروت، دار الكتب العلمية،۱۴۱۵ھ)النساء، حرف الكاف،كعبية بنت سعيد: ۲۵۲/۶

3 كتاب الطبقات الكبير لابن سعد،محولة سابقا، تسمية غرائب نساء العرب المسلمات المهاجرات المبايعات، أم سنان: ۲۷۶/۱۰

2.2۔ طبیب خواتین (Female Medics)

بعض خواتین کے بارے میں صراحت ملتی ہے کہ غزوات کے علاوہ بھی وہ مریضوں کے علاج معالجہ کی خدمت انجام دیتی تھیں اور ان سے لوگ استفادہ کرتے تھے۔ اس سلسلے میں سب سے مشہور نام قبیلۂ اسلم کی خاتون حضرت رُفیدہ کا آتا ہے۔ ابن اسحاق نے ذکر کیا ہے کہ غزوۂ احزاب کے موقع پر حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کے ہاتھ میں ایک تیر آلگا اور ان کی "اکحل" نامی رگ زخمی ہوگئی، جس سے خون کسی طرح نہیں رک رہا تھا۔ نبی ﷺ نے صحابہ سے فرمایا:

''اجْعَلُوهُ فِي خَيْمَةِ رُفَيْدَةَ حَتّى أَعُودَهُ مِنْ قَرِيبٍ''

"انھیں رفیدہ کے خیمے میں کر دو تا کہ میں قریب سے ان کی عیادت کر سکوں"[1]

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ زخمیوں کے علاج معالجہ کے لیے مسجد نبوی میں باقاعدہ ایک خیمہ لگایا گیا تھا اور حضرت رفیدہ رضی اللہ عنہا کو اس کا ذمہ دار بنایا گیا تھا۔ مذکورہ خاتون کے بارے میں سیرت نگاروں نے صراحت کی ہے کہ انھیں زخمیوں کے علاج معالجہ میں مہارت تھی اور وہ یہ کام بغیر کسی اجرت کے انجام دیتی تھیں۔[2]

2.3۔ طبی معلومات

اُس دور میں خواتین کو بہت سی طبی معلومات حاصل تھیں اور ان کے ذریعے وہ چھوٹے موٹے امراض کا علاج کر لیا کرتی تھیں۔ اگرچہ عام طور پر یہ معلومات ایسی تھیں جیسی آج کل دیہاتوں، قصبوں اور شہروں میں بھی بڑی بوڑھی عورتوں کو حاصل ہوتی ہیں، لیکن اُس زمانے میں، جب کہ طب بہ حیثیت فن ابتدائی مرحلے میں تھی، اُن کی بہت اہمیت تھی۔

---

1 اسدالغابة فی معرفةالصحابة، محولة سابقا،النساء، حرف الفا،رفیدة الأنصاریة :۱۱۰/۶

2 كَانَتْ تُدَاوِي الْجَرْحَى،وَتَحْتَسِبُ بِنَفْسِهَا عَلَى خِدْمَةِ مَنْ كَانَتْ بِهِ ضَيْعَةٌ مِنْ الْمُسْلِمِينَ (اسدالغابة ، محولة سابقا،النساء، رفیدة الأنصاریة :۱۱۰/۶)

ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو جن مختلف علوم وفنون میں دست گاہ حاصل تھی، ان میں علم طب بھی تھا۔ ان کے بھانجے عروہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ”میں نے قرآن، میراث حلال و حرام ﴿فقہ﴾ شاعری، تاریخ عرب، انساب اور طب میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے زیادہ واقف کار کسی کو نہیں پایا“۔ ایک مرتبہ انھوں نے ام المومنین سے عرض کیا: ”اماں جان! مجھے آپ کے ذکاوتِ فہم پر تعجب نہیں، میں سوچ لیتا ہوں کہ آپ رسول اللہ ﷺ کی زوجہ اور ابو بکر رضی اللہ عنہ کی صاحب زادی ہیں۔ مجھے آپ کی اشعار اور ایّام العرب سے واقفیت پر بھی تعجب نہیں۔ میں سوچ لیتا ہوں کہ آپ ابو بکر رضی اللہ عنہ کی بیٹی ہیں جنھیں ان چیزوں کا سب سے زیادہ علم تھا۔ لیکن مجھے طب سے آپ کی واقفیت پر ضرور تعجب ہے۔ آپ کو طب سے کیسے واقفیت حاصل ہوگئی؟ یہ علم آپ نے کہاں سے سیکھ لیا؟ ام المومنین رضی اللہ عنہا نے ان کے کندھے پر ہاتھ مارا اور فرمایا:

”رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں مختلف وفود آتے رہتے تھے۔ وہ نبی کریم ﷺ کے لیے مختلف قسم کی چیزیں تشخیص کیا کرتے تھے، میں انھیں یاد کر لیا کرتی تھی“۔[1]

ام المومنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا حبشہ ہجرت کرنے والوں میں شامل تھیں۔ وہاں انھیں بہت سی طبی معلومات حاصل ہوگئی تھیں، جن کا وہ استعمال کرتی تھیں اور مختلف امراض میں لوگوں کو ان کا علاج بتایا کرتی تھیں۔ رسول اللہ ﷺ کے مرض وفات میں انھوں نے بعض دواؤں کے ذریعے نبی ﷺ کا علاج کرنے کی کوشش کی تھی۔[2]

حضرت شفاء بنت عبد اللہ رضی اللہ عنہا بھی لوگوں کو مختلف علاجی تدابیر بتایا کرتی تھیں۔ وہ نملہ ﴿ایک جلدی مرض﴾ کا علاج جھاڑ پھونک سے کیا کرتی تھیں۔ ایک مرتبہ وہ ام المومنین حضرت حفصہؓ سے ملنے گئیں۔ رسول اللہ ﷺ نے انھیں حضرت حفصہ کو نملہ سکھانے کی فرمائش کی۔[3]

---

1 مسند احمد بن حنبل،محولہ سابقا، مسند النساء،حديث السيدة عائشة، الرقم:۲۴۸۸۴

2 زاد المعاد في هدي خير العباد، ابن القيم الجوزية،محولہ سابقا،فصل فی هديه فی علاج ذات الجنب:۷۶/۴

3 أَلاَ تُعَلِّمِينَ هَذِهِ رُقْيَةَ النَّمْلَةِ كَمَا عَلَّمْتِيهَا الْكِتَابَةَ ﴿سنن ابی داؤد، ابوداؤد سليمان بن اشعت سجستانی(رياض، دارالسلام للنشر والتوزيع، ۱۴۲۹ھ) كتاب الطب، باب ما جاء فی الرقیٰ، الرقم :۳۸۸۷﴾

3.0 خواتین و مرد کا یک دوسرے کے علاج کرنے کا شرعی طریقہ

بعض افراد اس باب کی مرکزی حدیث اور دیگر صحابیات کی طبی خدمات کی روشنی میں ہسپتالوں کے موجودہ مخلوط ماحول کو جواز فراہم کرتے ہیں تاہم جمہور علمائے کرام کی تحقیق یہ ہے کہ ان واقعات سے مخلوط طبی خدمات کے جواز پر استدلال درست معلوم نہیں ہوتا کیونکہ:

ا: صحابیات کا جنگوں میں نکلنا کوئی ایسا عمل نہیں جس کی نبی کریم ﷺ نے ابتداءً اور بذاتِ خود حوصلہ افزائی فرمائی ہو۔ اس دور میں مسلمانوں کی افرادی قلت آپ ﷺ کے سامنے تھی، اسی لیے مشرکین سے بھی مدد لی گئی لیکن ایسی کوئی حدیث نہیں ملتی جس میں کسی بھی غزوے کے موقع پر نبی کریم ﷺ نے خواتین کو بھی شرکت کی ترغیب دی ہو، مردوں کی طرح انہیں جہاد فی سبیل اللہ پر ابھارا گیا ہو۔ صحیح البخاری کتاب الجهاد میں ہے کہ خود حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے نبی کریم ﷺ سے جہاد میں شریک ہونے کے لیے اجازت طلب کی تو فرمایا:

« جِهَادُكُنَّ الْحَجُّ » تم عورتوں کا جہاد حج ہے۔[1]

---

1 صحیح البخاری ، محوله سابقا، كتاب الجهاد والسير ، باب جهاد النساء ،الرقم:: ٢٧٢١

شارحِ بخاری علامہ ابنِ بطال فرماتے ہیں کہ حج میں عورتوں کے لیے مردوں سے فاصلے پر رہنا جھاد کے مقابلے میں زیادہ ممکن ہوتا ہے اس لیے ان کے حق میں حج، جھاد سے افضل ہے۔[1] نیز دیگر احادیث میں صحابیات کے نکلنے پر نبی کریم ﷺ کا ناراض ہونا بھی ثابت ہے۔ سننِ ابی داؤد کی روایت میں ایسے موقع پر آپ ﷺ کے چہرہ مبارک پر غصے کے آثار بھی منقول ہیں۔[2]

۲: صحابیات کا میدانِ جنگ میں بیماروں کی تیمارداری وعلاج معالجہ کرنا شدید ضرورت کی بنا پر تھا۔ تاریخ شاہد ہے کہ صحابہ کرام کی تعداد ہمیشہ کفار سے کم رہی، افرادی قوت اتنی نہیں تھی کہ زخمیوں کی تیمار داری کے لیے مردوں کو ہی مخصوص کر دیا جاتا۔ اس لیے صحابیات کے اصرار اور جنگی صورتحال کے پیشِ نظر ان کو اجازت بھی دی گئی۔ اس لیے شارحِ بخاری علامہ ابنِ حجر رحمہ اللہ نے بھی ان واقعات کو صرف ضرورت کے ساتھ خاص فرمایا ہے[3] اور اس جنسِ مخالف کے علاج معالجہ کے لیے **اَلْمُدَاوٰۃُ ضَرُوْرَۃٌ وَالضَّرُوْرَاتُ تُبِیْحُ الْمَحْظُوْرَاتِ** کا قاعدہ کا اطلاق کیا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کے جواز کے لیے ضرورت کا وہ (اضطراری) درجہ مراد ہے جس میں ممنوعات کا ارتکاب جائز ہو جاتا ہے۔ معاصر فقہائے کرام نے بھی فتویٰ دیا ہے کہ معتدل اور عام حالات میں کسی عورت کے لیے اجنبی مرد کی تیمارداری کرنا جائز نہیں کہ اس میں فتنے ہیں، تاہم اگر کسی آفتِ سماویہ یا جنگی حالات میں مردوں کے لیے مرد تیماردار میسر نہ ہوں تو خواتین بھی شرعی حدود کی ممکن رعایت کے ساتھ یہ خدمت انجام دے سکتی ہیں۔[4]

---

1 شرحِ صحیح البخاری لابنِ بطال،ابن بطال أبو الحسن (ریاض ،مکتبة الرشد،۱۴۲۳ھ)کتاب الجهاد والسیر ، باب جِهَادِ المرأة ،:۷۵/۵

2 سننِ ابی داؤد، محوله سابقا، کتاب الجهاد ،باب في المرأة والعبد یحذیان من الغنیمة، الرقم:۲۷۲۹

3 وَفِيهِ جَوَازُ مُعَالَجَة الْمَرْأَة الْأَجْنَبِيَّة الرَّجُل الْأَجْنَبِيّ لِلضَّرُورَةِ(فتح الباری،محوله سابقا، کتاب الجهاد ،بَاب رد النِّسَاءِ الْجَرْحَی:۸۰/۶)

4 کتاب الفتاوی، محولہ سابقا، حلال وحرام سے متعلق سوالات، مسلمان خواتین اور نرسنگ:۲۰۹/۶

یہی حکم خواتین کا مرد معالج سے علاج کرانے کا ہے، بلا ضرورت اس عمل کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔ صحیح مسلم میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ام المؤمنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے رسول اللہ ﷺ کو پچھنے لگوانے کی اجازت طلب کی۔ اس پر نبی کریم ﷺ نے ابو طیبہ رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ ام سلمہ کو پچھنے لگادیں۔ اس واقعہ کے راوی حضرت جابر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ابو طیبہ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہ کے رضاعی بھائی تھے یا نابالغ لڑکے تھے۔[1] اگر نا محرم بالغ معالج سے اختلاط ممنوع نہ ہوتا تو حضرت جابر رضی اللہ عنہ کو اس وضاحت کی ضرورت نہیں تھی۔

ان ہی شرعی دلائل کے باعث فقہائے امت کی نظر میں دورِ حاضر میں مخلوط تعلیم کی اجازت ضرورت کے درجے میں شرعی حدود کی رعایت سے مشروط ہے۔ حضرت مفتی محمد تقی عثمانی صاحب ایک میڈیکل طالبِ علم کے جواب میں ایک فتویٰ تحریر فرماتے ہیں:

”شریعت کا اصل حکم تو یہ ہے کہ نامحرم مردوں اور عورتوں کے اختلاط سے پرہیز کیا جائے، خاص طور پر ایسا مشغلہ اختیار کرنا، جس میں نامحرم خواتین کے ساتھ مستقل میل جول ہو، بغیر ضرورت کے جائز نہیں، لہٰذا حکومت اور مسلم معاشرے کی شرعی ذمے داری ہے کہ وہ مخلوط تعلیم کے بجائے لڑکوں کے لئے اور لڑکیوں کے لیے الگ تعلیمی ادارے قائم کریں، لیکن جب تک ایسا انتظام نہ ہو تو چونکہ میڈیکل کی تعلیم حاصل کرنا ایک ضرورت ہے اور اس میدان میں متدین افراد کی کمی ہے جسے دور کرنے کا یہی راستہ ہے کہ متدین افراد میڈیکل کی تعلیم حاصل کریں۔

[1] صحيح مسلم،محوله سابقا، كتاب السلام،باب لكل داء دواء واستحباب التداوي،الرقم:٧٢–(٢٢٠٦)

اس لیے اگر اس تعلیم کے حصول کا وہ راستہ نہ ہو جو اوپر بیان کیا گیا تو اس شرط کے ساتھ تعلیم کے حصول کی گنجائش معلوم ہوتی ہے کہ حتی الامکان اپنے آپ کو بے پردہ نامحرم خواتین سے دور رکھیں اور جہاں کہیں ایسی خواتین کا سامنا ہو وہاں نیچی نگاہ رکھیں اور اپنی نگاہ اور دل کی حفاظت کریں۔ خواتین کے لیے بھی میڈیکل کی تعلیم کا حصول اس شرط کے ساتھ جائز ہے کہ وہ پردہ کا مکمل اہتمام کریں اور مردوں کے قریب نہ بیٹھیں، عورتوں کے لیے تعلیم کی غرض سے مردوں کو دیکھنے کی گنجائش ہے، مگر یہ گنجائش ضرورت کی حد تک ہی محدود رہنی چاہیے"۔[1]

ہم جنس اسٹاف کی عدم دستیابی کی وجہ سے ضرورت کے درجے میں خواتین میڈیکل اسٹاف کو مرد مریضوں کی دیکھ بھال کرنی پڑ جائے تو اسکے لیے درجِ ذیل حدود ہیں:

۱: لباس ایسا زیب تن کریں جن سے ان کے اعضاء کا حجم یا ساخت نمایاں نہ ہو، اور نہ ہی تنگ ہو۔[2]

اس سلسلے میں درجِ ذیل حدیث مدِ نظر رہے:

عَنْ أَبِى هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ -صلى الله عليه وسلم- «صِنْفَانِ مِنْ أَهْلِ النَّارِ لَمْ أَرَهُمَا -- وَنِسَاءٌ كَاسِيَاتٌ عَارِيَاتٌ مُمِيلاَتٌ مَائِلاَتٌ رُءُوسُهُنَّ كَأَسْنِمَةِ الْبُخْتِ الْمَائِلَةِ لاَ يَدْخُلْنَ الْجَنَّةَ وَلاَ يَجِدْنَ رِيحَهَا وَإِنَّ رِيحَهَا لَيُوجَدُ مِنْ مَسِيرَةِ كَذَا وَكَذَا ».

1 فتاوی عثمانی، محمد تقی عثمانی (کراچی، مکتبہ معارف القرآن، ۲۰۱۰) کتاب العلم والتاریخ والطب، میڈیکل کالج میں ڈاکٹری کی مخلوط تعلیم؛ ۱/۱۶۹

2 فتوی مفتی اعظم سعودی عرب عبد اللہ بن باز، بحوالہ ۴۵۰ سوال وجواب برائے صحت وعلاج اور میڈیکل اسٹاف، حافظ عبد اللہ سلیم (لاہور، مکتبہ بیت السلام، ۲۰۱۴) لیڈی ڈاکٹروں اور نرسوں کے متعلق مسائل: ۱۷۲

ترجمہ: اہل جہنم کی دو قسمیں ہیں جنہیں میں نے نہیں دیکھا۔ (ان میں دوسری قسم) وہ عورتیں جو لباس پہننے کے باوجود برہنہ ہوتی ہیں دوسروں کو (اپنی طرف) مائل کرتی ہیں اور خود (دوسروں کی طرف) مائل ہوتی ہیں۔ ان کے سر اونٹوں کی جھکی ہوئی کوہانوں کی مانند ہوتے ہیں۔ اس قسم کی عورتیں نہ تو جنت میں جائیں گی اور نہ ہی اس کی خوشبو سونگھیں گی، اگرچہ اس کی خوشبو اتنے دور سے بھی سونگھی جاتی ہے۔[1]

۲: مکمل پردے کا اہتمام ہو۔ کوئی ایسی نقاب پہن لی جائے کہ نامحرموں کو چہرہ نظر نہ آئے۔[2]

۳: نظر و دل کی حفاظت کی جائے۔

۴: بلڈ پریشر چیک کرتے ہوئے یا نبض دیکھنے کے لیے جسم کے صرف ضروری حصہ کو چھویا جائے۔

۵: حتی الامکان مرد مریضوں کی خواتین تیمارداروں کی موجودگی یقینی بنائی جائے اور انہی سے مرض کی تفصیلات ذکر کی جائیں۔

۶: مرد مریضوں سے بات ضروری ہو جائے تو بات چیت خشک لہجہ میں اور بقدرِ ضرورت کی جائے۔ (سورۃ الاحزاب:۳۲)

اسی طرح خاتون اسٹاف کی عدم دستیابی کی وجہ سے ضرورت کے درجے میں مرد اسٹاف خاتون مریضہ کی دیکھ بھال درجِ ذیل شرائط کے ساتھ کرسکتے ہیں:

۱: مریضہ کے جسم کے صرف بقدرِ ضرورت اور متعلقہ حصہ کا معائنہ کیا جائے۔ مثلاً علاج کے لیے نبض دیکھنے سے کام چل سکتا ہے تو اس سے زیادہ دیکھنے کی ضرورت نہیں ہے۔ اگر بازو یا پاؤں میں زخم ہے تو اس سے زائد حصہ کپڑے سے ڈھانپ دیا جائے۔ اگر آنکھ، ناک، دانت دیکھنا ہے تو پورا چہرہ کھولنا جائز نہیں۔[3]

---

1 صحیح مسلم، محولہ سابقا، کتاب اللباس، باب النساء الکاسیات العاریات المائلات الممیلات، الرقم:۱۲۵-(۲۱۲۸)

2 آپ کے مسائل اور ان کا حل، محمد یوسف لدھیانوی (کراچی، مکتبہ لدھیانوی، ۲۰۱۱) پردہ، لیڈی ڈاکٹر کو ہسپتال میں کتنا پردہ کرنا چاہیے: ۸۱/۸

3 امْرَأَةٌ أَصَابَتْهَا قُرْحَةٌ فِي مَوْضِعٍ لَا يَحِلُّ لِلرَّجُلِ أَنْ يَنْظُرَ إلَيْهِ لَا يَحِلُّ أَنْ يَنْظُرَ إلَيْهَا لَكِنْ تُعْلِمُ امْرَأَةً تُدَاوِيهَا ، فَإِنْ لَمْ يَجِدُوا امْرَأَةً تُدَاوِيهَا ، وَلَا امْرَأَةً تَتَعَلَّمُ ذَلِكَ إذَا عُلِّمَتْ وَخِيفَ عَلَيْهَا الْبَلَاءُ أَوْ الْوَجَعُ أَوْ الْهَلَاكُ ، فَإِنَّهُ يُسْتَرُ مِنْهَا كُلُّ شَيْءٍ إلَّا مَوْضِعَ تِلْكَ الْقُرْحَةِ ، ثُمَّ يُدَاوِيهَا الرَّجُلُ وَيَغُضُّ بَصَرَهُ مَا اسْتَطَاعَ إلَّا عَنْ ذَلِكَ الْمَوْضِعِ ، وَلَا فَرْقَ فِي هَذَا بَيْنَ ذَوَاتِ الْمَحَارِمِ وَغَيْرِهِنَّ ؛ لِأَنَّ النَّظَرَ إلَى الْعَوْرَةِ لَا يَحِلُّ بِسَبَبِ الْمَحْرَمِيَّةِ (الفتاوى الهندية، محوله سابقا، كِتَابُ الْكَرَاهِيَةِ، الْبَابُ الثَّامِنُ فِيمَا يَحِلُّ لِلرَّجُلِ النَّظَرُ إلَيْهِ:۳۳۰/۵)

۲: اگر زبانی حال معلوم کرنے اور متاثرہ حصہ دیکھنے سے مرض کی نوعیت معلوم ہو سکتی ہے تو چھونے اور ہاتھ لگانے سے گریز ضروری ہے۔[1]

۳: مریضہ کے ساتھ خلوت سے بالکلیہ پرہیز ہو، حتی الامکان مریضہ کے محرم مرد کی موجودگی یقینی بنائی جائے۔[2] اگر محرم مرد موجود نہ ہو تو چند بوڑھی خواتین کے سامنے معائنہ کرے یا معائنہ کے وقت کمرے کا دروازہ کھلا رکھے۔ تاہم اس صورت میں مریضہ کی بیماری کی رازداری حتی الامکان برقرار رکھی جائے۔

۴: معائنہ یا دیکھ بھال کے دوران جو جگہ دیکھی جائے اسے حاضرین میں سے غیر محرم عزیز و اقارب مردوں سے بھی چھپایا جائے۔ البتہ محرم حاضرین اس پابندی سے خارج ہیں۔[3] نیز اگر معائنہ کی جگہ اس ستر کا حصہ ہو جسے خواتین سے بھی چھپانا واجب ہے، مثلاً ران پر زخم ہے، تو دیگر خواتین کے لیے بھی بلاضرورت دیکھنا جائز نہیں۔

۵: بات چیت خشک لہجہ میں اور بقدرِ ضرورت کی جائے۔

نبی کریم ﷺ کے انجشہ نامی ایک حدی خواں تھے، ان کی آواز بڑی اچھی تھی۔ نبی کریم ﷺ نے انہیں آہستہ آواز میں حدی پڑھنے کی تلقین کرتے تاکہ خواتین کا دل قدرتی طور پر بھی مائل نہ ہو جائے۔[4] علامہ نووی رحمہ اللہ نے اس حدیث سے استدلال کیا ہے کہ بلاضرورت مرد و زن کا اختلاط اور ان کی باہمی بات چیت جائز نہیں۔[5]

---

1 وَلَا يَجُوزُ لَهُ أَنْ يَمَسَّ وَجْهَهَا وَلَا كَفَّيْهَا وَإِنْ أَمِنَ الشَّهْوَةَ لِوُجُودِ الْحُرْمَةِ وَانْعِدَامِ الضَّرُورَةِ وَالْبَلْوَى ا هـ .وَمِثْلُهُ فِي غَايَةِ الْبَيَانِ عَنْ شَرْحِ الْأَقْطَعِ مُعَلِّلًا بِأَنَّ الْمَسَّ أَغْلَظُ فَمُنِعَ بِلَا حَاجَةٍ ، وَفِي دُرَرِ الْبِحَارِ وَشَرْحِهِ لَا يَحِلُّ الْمَسُّ لِلْقَاضِي وَالشَّاهِدِ وَالْخَاطِبِ ، وَإِنْ أَمِنُوا الشَّهْوَةَ لِعَدَمِ الْحَاجَةِ (حاشية رد المحتارعلى الدر المختار،محوله سابقا، كِتَابُ الْحَظْرِ وَالْإِبَاحَةِ، فَصْلٌ فِي النَّظَرِ وَالْمَسِّ:٦/٣٧٠)

2 فتاوی سعودی افتاء کمیٹی اللجنۃ الدائمۃ: ۷۸۱۴ بحوالہ ۴۵۰ سوال وجواب برائے صحت وعلاج اور میڈیکل اسٹاف، محولہ سابقہ، مریض عورت کا ڈاکٹر کے ساتھ خلوت: ۲۷۱

3 مریض و معالج کے اسلامی احکام، عبدالواحد (کراچی، مجلس نشریاتِ اسلام، پانچواں ایڈیشن ۲۰۱۳) باب مریض کے علاج اور تیمارداری میں پردے کا اہتمام: ۴۱۵

4 "رُوَيْدَكَ يَا أَنْجَشَةُ، لَا تَكْسِرِ الْقَوَارِيرَ"۔(صحيح البخارى،محوله سابقا، كتاب الادب، باب الْمَعَارِيضُ مَنْدُوحَةٌ عَنِ الْكَذِبِ، الرقم::٥٨٥٧)

5 فِيهِ مُبَاعَدَة النِّسَاء مِنْ الرِّجَال ، وَمِنْ سَمَاع كَلَامهمْ ، إِلَّا الْوَعْظ وَنَحْوه(شرح النووى ، يحيى بن شرف النووي (الازهر،الطبقة المصرية، ١٣٤٩ھ)كتاب الفضائل، رحمة النبى للنساء:١٥/٨٢)

٣.بَابُ الشِّفَاءُ فِي ثَلاَثٍ

باب: شفاء تین چیزوں میں ہے

عنوان کی وضاحت:

اس باب سے امام بخاری رحمہ اللہ جسمانی بیماریوں سے متعلق نبی کریم ﷺ سے منقول ادویہ اور معالجات بیان کررہے ہیں جس کا سلسلہ اگلے متعدد ابواب تک جاری رہے گا۔ چونکہ یہ اس سلسلے کا آغاز ہے اس لیے اس باب میں ایسی حدیث نقل کی ہے جس میں شفا کے اہم ترین ذرائع بیان کیے گئے، شہد پینا، پچھنا لگوانا اور آگ سے داغنا۔ اس باب میں امام صاحب نے ایک ہی مضمون کی دو روایات نقل کی ہیں جن میں ان تینوں اہم معالجات کا ذکر ہے اور اسی مضمون کو آپ نے اس باب کا عنوان بھی بنایا ہے۔

٥٣٥٦ عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا، قَالَ: "الشِّفَاءُ فِي ثَلَاثَةٍ: شَرْبَةِ عَسَلٍ، وَشَرْطَةِ مِحْجَمٍ، وَكَيَّةِ نَارٍ، وَأَنْهَى أُمَّتِي عَنِ الكَيِّ"

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے کہ شفاء تین چیزوں میں ہے۔ شہد کے شربت میں، پچھنا لگوانے میں اور آگ سے داغنے میں لیکن میں امت کو آگ سے داغ کر علاج کرنے سے منع کرتا ہوں۔

٥٣٥٧ عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: "الشِّفَاءُ فِي ثَلَاثَةٍ: فِي شَرْطَةِ مِحْجَمٍ، أَوْ شَرْبَةِ عَسَلٍ، أَوْ كَيَّةٍ بِنَارٍ، وَأَنَا أَنْهَى أُمَّتِي عَنِ الكَيِّ."

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ شفاء تین چیزوں میں ہے پچھنا لگوانے میں، شہد پینے میں اور آگ سے داغنے میں مگر میں اپنی امت کو آگ سے داغنے سے منع کرتا ہوں۔

تشریح: اس حدیث میں تین چیزوں میں شفا بیان کی گئی ہے، جن میں سے ایک کو ناپسندیدہ بھی قرار دیا گیا ہے۔ ان میں سے ہر ایک طریقہ علاج کا تفصیلی ذکر علیحدہ علیحدہ ابواب میں آگے آرہا ہے، اس لیے یہاں صرف ترجمہ پر اکتفا کیا گیا ہے۔ البتہ اس ارشاد میں چند امور قابلِ غور ہیں:

1.0۔علاج کے تین اصولی طریقے

عربی قواعد کی رو سے اس حدیث کا یہ مطلب نکلتا ہے کہ شفا کے ذرائع صرف یہی تین چیزیں ہیں، لیکن حقیقت میں یہ معنی مراد نہیں کیونکہ دیگر احادیث میں دوسری اشیاء کو بھی علاج کے لیے مفید بتایا گیا ہے۔ اس کا درست مطلب یہ ہے کہ اصولی طور پر علاج کے تین طریقے ہی مفید ہیں: شہد پینا، پچھنا لگوانا اور آگ سے داغنا۔

یہ تین علاج تین دوائیوں کے نام نہیں بلکہ محدثین کی تحقیق کے مطابق تین طرح کے معالجہ کے عنوانات ہیں۔ اس کی تشریح محدثین اپنے زمانہ کی طبی معلومات کے مطابق یہ کرتے ہیں کہ امراض یا دموی ہوتے ہیں، یعنی ان کی وجہ خون کی خرابی ہوتی ہے یا صفراوی، بلغمی اور سوداوی ہوتے ہیں۔ پہلی صورت میں ان کا علاج فاسد خون کو باہر نکال کر ہوتا ہے، جس کا مؤثر ترین ذریعہ پچھنا ہے۔ باقی تینوں صورتوں میں مرض کا علاج خراب مادے کو بطورِ فضلہ نکالنے سے کیا جاتا ہے اور شہد مسہل ہے۔ لیکن بسا اوقات خراب مادہ نہ پچھنے کے ذریعے نکلتا ہے اور نہ اسہال سے، تو آگ سے داغ کر اس کا علاج کیا جاتا ہے جس سے جل کر وہ ختم ہو جاتا ہے۔[1]

2.0۔علاج بالاستفراغ (Evacuation)

فضلات اور فاضل مادوں کے بدن سے اخراج کو استفراغ (Evacuation) کہتے ہیں۔

انسان جو غذا کھاتا ہے، تندرستی کی حالت میں اس کا ایک خاص حصہ جسم میں جذب ہو کر بدن کا حصہ بن جاتا ہے اور باقی کو مختلف فضلات کی شکل میں خارج کر دیتا ہے۔ اگر وہ چیزیں بدن میں رکی رہیں تو یہ زہریلے مادے بدن میں

[1] عمدة القاري شرح صحيح البخاري، محوله سابقا، كتاب الطب، باب الشفاء في ثلاث: ٢١/٣٤٣

رکے رہنے کی وجہ سے مختلف امراض کے وجود میں آنے کا ذریعہ بنتے ہیں۔ ان فاسد مادوں کے بدن میں رکے رہنے کو احتباس کہتے ہیں۔ استفراغ اور احتباس کا اعتدال صحت اور بدن کی طاقت کیلئے نہایت ضروری اور مفید ہے۔

سید الاولین والاخرین ﷺ کی سیرت مبارکہ سے اور خیر القرون کی عمومی زندگی سے استفراغ کے ذریعہ علاج کی مختلف شکلیں ملتی ہیں جو مندرجہ ذیل حصوں میں تقسیم کی جاسکتی ہیں۔

2.1۔استفراغ بالاسہال(Purgation)

دست آور دواوں کے ذریعے زہریلے اور فاسد مادوں اور متعفن فضلات کا انسان کے بدن سے اخراج استفراغ بالاسہال کہلاتا ہے۔ اس کی دو اقسام ہیں۔

۱: بذریعہ ادویہ مشروبہ۔ یعنی کھانے پینے کی ادویہ کے ذریعہ سے اسہال لانا۔ ایسی ادویات کو مسہلات کہتے ہیں۔

۲: بذریعہ حقنہ۔ یعنی پاخانہ کے راستے سے دوا (enema) داخل کرکے پھر اسہال کے ذریعے بدن سے زہریلے مادوں کو خارج کرنا۔

حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ ایک مرفوع حدیث میں روایت کرتے ہیں کہ جن چیزوں سے تم دوا دارو کرتے ہو ان میں سے بہترین طریقے سعوط لدود، حجامہ اور مشی ہیں۔[1] مشی کہتے ہیں پیٹ کو نرم کرنا تاکہ پاخانہ ڈھیلا ہو کر چل پڑے اور اس کا باہر نکلنا آسان ہو جائے۔ دراصل لفظ مشی کا مطلب چلنا ہے۔ اصطلاح میں مشی اسہال کی دوا کو کہتے ہیں چونکہ دست آور دوا کے استعمال سے رفع حاجت کے لئے بیت الخلاء جانے کے لئے بار بار چلنا پڑتا ہے اس مناسبت سے اس دوا کو مشی کہا جاتا ہے۔[2]

حضرت اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا روایت کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا تم کون سی دست آور دوا استعمال کرتی ہو؟ انہوں نے عرض کیا شبرم۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا یہ تو گرم اور بہت زیادہ

---

1 سنن الترمذي، محوله سابقا، كتاب الطب، باب مَا جَاءَ فِي السَّعُوطِ وَغَيْرِهِ، الرقم:٢٠٤٧

2 مظاہرِ حق جدید، نواب محمد قطب الدین دہلوی، محولہ سابقہ، کنگھی کرنے کا بیان، الفصل الثانی، ۲۱۸/۴

مسہل ہے۔ وہ کہتی ہیں کہ اس کے بعد سے ہم اس غرض کے لئے سنا استعمال کرتی ہیں۔ اس پر آپ ﷺ نے فرمایا کہ اگر کوئی چیز موت سے بچا سکتی تو وہ سنا(senna)ہوتی۔[1]

موجودہ زمانے میں اس کی ترکیب Senna Glycoside قبض کی بیماری میں استعمال کی جاتی ہے جسے WHO نے قبض کے لیے استعمال کی جانے والی مؤثر ترین اور محفوظ ترین دواؤں میں شمار کیا ہے۔[2] نیز امریکی شعبہ ادویہ (FDA) سے بھی منظور شدہ ہے:

Senna is a herb. The leaves and the fruit of the plant are used to make medicine.

Senna is an FDA-approved nonprescription laxative. It is used to treat constipation and also to clear the bowel before diagnostic tests such as colonoscopy.

Senna is also used for irritable bowel syndrome (IBS), hemorrhoids, and weight loss (however, more evidence is needed to rate the effectiveness of senna for these uses)[3]

2.2۔استفراغ بالبخر (Inhalation)

بعض دوائیں جب بخارات یا دھونی کی شکل میں لی جاتی ہیں تو یہ ناک کے ذریعہ پھیپھڑوں میں داخل ہو کر سانس کی نالیوں کے آخری سروں تک پہنچ جاتی ہیں اور وہاں پہنچ کر جراثیم اور سوزش وغیرہ کو دور کرکے بیماری سے نجات کا سبب بنتی ہیں۔ چھاتی میں بلغم(sputum)، سانس کی نالیوں کی سوزش(inflammation) اور دمہ(asthma) وغیرہ میں لوبان کے ٹنکچر(tincture benzeneco) کے ایک دو چمچ کھولتے ہوئے پانی میں ڈال کر اس کی بھاپ لی جاتی ہے۔ بعض بیماریوں میں فقط ابلتے ہوئے پانی کی بھاپ لینا بھی مفید ہے۔

---

1 سنن الترمذي، كتاب الطب، محوله سابقا، باب مَا جَاءَ فِي السَّنَا، الرقم: ٢٠٨١

2 WHO Model List of Essential Medicines 20th List (March 2017) (Amended August 2017), Source: http://www.who.int/medicines/publications/essentialmedicines/en/

3 Senna by Medline Plus{maintained by US National Library} Source:https://medlineplus.gov/druginfo/natural/652.html

حضرت عبد اللہ ابن جعفر رضی اللہ عنہ کی ایک ضعیف روایت سے اس طرف اشارہ بھی ملتا ہے: **بخروا بیوتکم باللبان والشیح**۔ اپنے گھروں میں لوبان اور حب الرشاد کی دھونی لے لیا کرو۔[1]

2.3۔استفراغ بالانزال

جنسی ہیجان انسان کی اخلاقی زندگی کا ایک ہلاکت خیز مرحلہ ہوتا ہے جو اپنی تسکین کی خاطر انسانی حدود و قیود اور مذہبی اخلاقی پابندیوں کو توڑ ڈالنے سے بھی گریز نہیں کرتا اور انسان کو حیوانیت کی انتہائی نچلی سطح تک گرا دیتا ہے۔ مگر جب اس کو جائز ذرائع سے سکون مل جاتا ہے اور اس کے ذریعے سے وہ رطوبتیں اور فاسد مادے بدن سے خارج (Ejaculate) ہو جاتے ہیں تو انسانی بدن اعتدال پر آجاتا ہے اس لئے شریعت و دین میں نکاح کی جو اہمیت ہے وہ سورج سے واضح تر ہے۔

2.4۔استفراغ بالدم (Letting Blood)

ایسی بیماریاں جن میں خون گاڑھا ہو جاتا ہے یا اس کی مقدار بڑھ جانے کی وجہ سے مختلف عوارض پیدا کرتے ہیں۔ اس کے لئے استفراغ بالدم یعنی جسم سے خون کے اخراج کے ذریعے سے علاج کیا جاتا ہے۔ استفراغ بالدم کی درج ذیل شکلیں احادیث میں ملتی ہیں۔ ۱: حجامہ ۲: فصد یا قطع عروق۔[2]

3.0۔شفاء کے علم کے دو ذرائع

بہر حال! اس باب کی مرکزی حدیث میں تین چیزوں میں شفا بیان کی گئی ہے۔ بلاشبہ اللہ تعالی نے ہر چیز کی صفات و خواص بھی پیدا فرمائے ہیں۔ مختلف غذاؤں اور ادویہ میں اللہ تعالی نے علاج کی خاصیت رکھی ہے جس کی سمجھ اللہ تعالیٰ ہر زمانے میں ان چیزوں پر محنت کرنے والوں پر منکشف فرماتے رہتے ہیں۔ بعض اشیا کی شفا بخش تاثیر کو اللہ تعالیٰ نے خود قرآنِ کریم میں یا اپنے نبی کریم ﷺ کی زبانِ مبارک سے ظاہر بھی فرماتے ہیں۔

---

1 الجامع لشعب الإيمان ، أبو بكر أحمد بن الحسين البيهقي(رياض،مكتبة الرشد،١٤٢٣هـ) التاسع والثلاثون من شعب الإيمان، وهو باب في المطاعم والمشارب ، فصل فيمن دعي إلى طعام طيب فقدم إليه طيب، الرقم: ٦٠٨٠

2 اسلامی طریقہ علاج معالجہ، جماعتِ علماء معالجین اور ماہرینِ علومِ جدیدہ (لاہور، مخطوطہ، پہلی اشاعت ۲۰۱۲) طب اور طبِ نبوی، بارہویں فصل: ۱۲۲/۲تا ۱۲۴

لہذا ان اشیا کو بطورِ دوا تجویز کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں، لیکن ان کے علاوہ کائنات کی تمام اشیاء کی تاثیر جاننے کا کوئی معتبر راستہ محنت و تجربہ کے علاوہ کوئی نہیں ہے۔ لہذا محض اپنے اندازے یا سنے سنائے ٹوٹکوں کو شفا بخش تدبیر سمجھنا یا ان کی بطورِ علاج تشہیر کرنا نہ صرف دوسروں کی صحت سے کھیلنے کے مترادف ہے بلکہ شرعی تعلیمات کے سخت خلاف ہے۔ یہ صرف انبیائے کرام علیہم السلام کو ہی زیبا ہے کہ وہ بغیر تجربہ و محنت کے کسی چیز میں شفا کو اعلان کریں کیونکہ انہیں اس سے اعلی درجے کا یقینی علم وحی کے ذریعے حاصل ہوتا ہے۔

بَابُ الدَّوَاءِ بِالْعَسَلِ وَقَوْلِ اللَّهِ تَعَالَى: فِيهِ شِفَاءٌ لِلنَّاسِ

باب: شہد کے ذریعہ علاج کرنا اور۔ اور اللہ تعالیٰ کا فرمان کہ "اس میں لوگوں کے لیے شفاء ہے"

عنوان کی وضاحت:

اس باب میں امام بخاری رحمہ اللہ طب نبوی کے ایک اہم ترین فرد شہد کی افادیت بیان فرما رہے ہیں۔ عنوان میں دعوی فرما رہے ہیں کہ شہد کے ذریعے علاج بہت ہی مفید ہے جس کی قرآنی دلیل تو اسی عنوان میں سرِ دست ذکر کر دی کہ سورۃ النحل، آیت ۶۹ میں فرمانِ الٰہی ہے کہ شہد میں لوگوں کے لیے شفاء ہے۔ اس دعوے کی مزید تائید کے لیے آپ نے تین روایات کو اس باب کا حصہ بنایا ہے جن کا مرکزی موضوع شہد ہی ہے۔

پہلی حدیث

۵۳۵۸ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا، قَالَتْ: "كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُعْجِبُهُ الْحَلْوَاءُ وَالْعَسَلُ".

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ کو حلوہ اور شہد پسند تھا۔

تشریح: باب کی پہلی حدیث میں نبی کریم ﷺ کا شہد کے متعلق معمول بیان کیا گیا ہے کہ آپ کو شہد پسند تھا۔ یہ پسندیدگی عمومی تھی، کھانے پینے کے لحاظ سے بھی اور بطورِ دوا بھی۔

دوسری حدیث

۵۳۵۹ عَنْ عَاصِمِ بْنِ عُمَرَ بْنِ قَتَادَةَ، قَالَ: سَمِعْتُ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللهِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا، قَالَ: سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: " إِنْ كَانَ فِي شَيْءٍ مِنْ أَدْوِيَتِكُمْ أَوْ يَكُونُ فِي شَيْءٍ مِنْ أَدْوِيَتِكُمْ خَيْرٌ: فَفِي شَرْطَةِ مِحْجَمٍ، أَوْ شَرْبَةِ عَسَلٍ، أَوْ لَذْعَةٍ بِنَارٍ، تُوَافِقُ الدَّاءَ وَمَا أُحِبُّ أَنْ أَكْتَوِيَ."

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ میں نے نبی کریم ﷺ سے سنا، آپ ﷺ نے فرمایا کہ اگر تمہاری دواؤں میں کسی میں بھلائی ہے تو پچھنا لگوانے یا شہد پینے اور آگ سے داغنے میں ہے اگر وہ مرض کے مطابق ہو اور میں آگ سے داغنے کو پسند نہیں کرتا ہوں۔

تشریح: باب کی اس دوسری حدیث میں شفایابی کے تین اہم ذرائع بیان کیے گئے ہیں، شہد، پچھنا اور داغنا۔ ان تینوں کی مختصر وضاحت گزشتہ باب میں اور تفصیلی تشریح اگلے ابواب میں آرہی ہے۔ شہد بھی ان تین تیر بہدف معالجات میں شامل ہے، اسی نسبت سے یہ حدیث اس باب میں مذکور ہے۔

فوائد

1.0 شہد کے طبی فوائد

اس حدیث کے تشریحی نوٹ میں علامہ ابن القیم رحمہ اللہ اپنی تصنیف الطب النبوی (زاد المعاد) میں رقمطراز ہیں: ”شہد میں بہت سے فوائد ہیں یہ لیکوریا میں مفید ہے اور انتڑیوں میں سے میل کو کاٹ دیتا ہے۔ معجونوں کی قوت قائم رکھنے کیلئے استعمال ہوتا ہے اور جب اس میں دواؤں کی آمیزش کی جاتی ہے تو یہ ان کی ناپسندیدہ کیفیات کو زائل کر دیتا ہے، جگر اور سینے کو صاف کرتا ہے۔ اور جب اسے عرقِ گلاب کے ساتھ گرم پیا جائے تو موذی جانوروں کے کاٹے اور افیون خوری میں نفع دیتا ہے اور اگر اسے سادہ پانی میں ملا کر پیا جائے تو کتے کے کاٹے اور زہر خورانی میں فائدہ بخش ہے۔ اور جب اسے بدن اور بالوں پر لگایا جائے تو جوؤں کو مارتا اور بالوں کو لمبا کرتا ہے اور اگر اسے آنکھوں میں ڈالا جائے تو آنکھوں کے سامنے سے اندھیرے کو دور کرتا ہے اور مسوڑھوں اور دانتوں کو قوی کرتا ہے۔ اور ان کے حفظِ صحت کا ضامن ہے۔ رگوں کو کشادہ کرتا ہے اور حیض جاری کرتا ہے۔ اس کا چاٹنا بلغم کو مفید ہے اور معدے کی ردی کیفیات کو زائل کرتا ہے اور اسے گرم کر کے اعتدال پر لاتا ہے اور سدے کھولتا ہے۔ جگر، گردے اور مثانہ پر بھی اس کے یہی اثرات مرتب ہوتے ہیں۔[1]

---

1 زاد المعاد في هدي خير العباد، ابن القيم الجوزية،محوله سابقا، فصل في هديه في علاج استطلاق البطن:۳۱/۴

ڈاکٹر خالد غزنوی شہد کے مزید حیرت انگیز طبی فوائد پر روشنی ڈالتے ہیں:

”جسم انسانی کی ساخت میں جتنے بھی کیمیاوی مرکبات استعمال ہوتے ہیں یا انسان کو ان کی ضرورت رہتی ہے۔ ان میں سے ہر عنصر شہد میں موجود ہے۔ اشیائے خوردنی میں حیاتین کی موجودگی کے بارے میں اصول یہ ہے کہ بعض خوراکیں ایسی ہیں جن میں حل پذیر وٹامن ہوتے ہیں اور بعض ایسی ہیں جن میں چکنائی میں حل ہونے والے وٹامن ازقسم A,D,E,K, پائے جاتے ہیں۔ شہد وہ منفرد مرکب ہے جس میں ہر قسم کے وٹامن موجود ہیں۔ شہد میں موجود عناصر، مٹھاس، فرکٹوس، فارمک ایسڈ، فرازی تیل، موم اور Pollengrains ہوتے ہیں“۔

نبی ﷺ نے اونٹنی اور گائے کے دودھ کی افادیت میں ایک اہم نکتہ بیان فرمایا ہے کہ یہ ہر قسم کے درختوں پر چرتے ہیں۔ اسی طرح شہد کی مکھی کی اہم خصوصیت یہ ہے کہ وہ ہر قسم کے پھولوں سے رس چوستی ہے اور ان کے پولن اس کے جسم سے لگے ہوتے ہیں۔

ہم نے اپنے ذاتی مشاہدے میں ہزاروں مریضوں کو شہد پلایا۔ بعض مریضوں میں خون میں شکر کی مقدار پہلے دو تین دن گڑبڑ رہی۔ مگر اس کے بعد اس میں کمی آگئی۔ السر اور معدہ کے مریضوں میں نیند سے بیدار ہونے کے بعد تکلیف زیادہ ہوتی ہے۔ اس وقت ان کو جب شہد پلایا گیا تو پندرہ سے بیس دن میں اکثر علامات جاتی رہیں۔ سترہ دن کے ایک بچے کو بار بار قے ہو رہی تھی۔ ہسپتال والوں نے معدہ کے منہ کی رکاوٹ تشخیص کر کے آپریشن تجویز کیا۔ اس بچے کو آپریشن سے دو دن پہلے ابلے پانی میں شہد ملا کر دن میں پانچ چھ مرتبہ تھوڑا تھوڑا پلایا گیا۔ اتنے مختصر عرصہ میں پیٹ ٹھیک ہو گیا اور آپریشن کی ضرورت نہ رہی۔[1]

شہد کا ایک اہم طبی فائدہ گردے کے مریضوں کے لیے علم میں ضرور ہونا چاہیے۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا روایت فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

---

1 طبِ نبوی اور جدید سائنس، ڈاکٹر خالد غزنوی (لاہور، الفیصل ناشران، ۲۰۱۲) شہد: ۱/۱۸۱تا۱۸۸

« إن الخاصرة عرق الكلية إذا تحرك آذى صاحبها فداووها بالماء المحرق والعسل »[1]

ترجمہ:"خاصرہ گردے کا ایک اہم حصہ ہے۔ جب اس میں سوزش ہو جائے تو گردے والے کو بڑی تکلیف ہوتی ہے۔اس کا علاج جلے ہوئے پانی اور شہد سے کیا جائے"۔

خاصرہ سے مراد گردے کا بطن ہے جسے طب میں Pelvis کہتے ہیں۔ گردوں میں سوزش کے علاوہ بعض دیگر اسباب کی بنا پر ایک کیفیت Hydronephorsis اکثر ہو جاتی ہے۔ اس میں خاصرہ پھیل جاتا ہے۔ یہ پھیلاؤ گردے سے پیشاب کے اخراج میں رکاوٹ یا پتھری یا سوزش کی وجہ سے ہوتا ہے۔ ان تمام حالتوں میں مریض کو ابلے پانی میں شہد ملا کر دن میں کئی بار پلایا جائے تو اس سے گردے کی سوزش میں کمی آتی ہے۔ آکسلیٹ یا یوریٹ کے ذرے پھنسے ہوں تو نکل جاتے ہیں اور گردے کا پھیلاؤ کم ہونے لگتا ہے۔ اگرچہ شہد میں جراثیم کش عناصر موجود ہیں اور صرف اسی کا استعمال بھی سوزش کو ختم کرنے کے لیے کافی ہے البتہ اس کی فعالیت میں اضافہ کے لیے قسط البحری دی جاسکتی ہے۔ کیونکہ وہ دافع تعفن اور جراثیم کش ہے۔[2]

شہد کے فوائد کے تسلسل میں یہ حدیث بھی پڑھیے:

« مَنْ لَعِقَ الْعَسَلَ ثَلَاثَ غَدَوَاتٍ كُلَّ شَهْرٍ لَمْ يُصِبْهُ عَظِيمٌ مِنَ الْبَلَاءِ »[3]

ترجمہ:جو شخص ہر مہینہ میں تین دن صبح صبح شہد چاٹ لے اس کو کوئی بڑی بیماری نہ ہو گی۔

ڈاکٹر خالد غزنوی کا ماننا ہے کہ باقاعدہ شہد پینے والے کو دل، گردوں اور پیٹ کی کوئی بیماری نہیں ہوتی۔[4]

حضرت علی بن ابو طالب رضی اللہ عنہ کی خدمت میں ایک شخص نے آکر پیٹ میں درد کی شکایت کی تو آپ نے عجیب دوا تجویز کی۔ کہنے لگے کہ اپنی بیوی سے کوئی ایسا ہدیہ لو جو وہ خوشی سے دے، پھر اس سے شہد خرید و

---

1 المستدرك على الصحيحين للحاكم مع تعليقات الذهبي،حاكم النيسابوری،(بیروت،دار المعرفة)كتاب الطب: ۵ / ۴۴۰

2 طبِ نبوی اور جدید سائنس، ڈاکٹر خالد غزنوی، محولہ سابقہ، شہد: ۱/۱۹۱

3 سنن ابن ماجه، محوله سابقا،كتاب الطب،باب العسل، الرقم: ۳۴۵۰

4 طبِ نبوی اور جدید سائنس، ڈاکٹر خالد غزنوی، شہد: ۱/۱۶۶

2.0۔ دوا اور مرض میں موافقت (Conformity)

اس باب کی زیرِ بحث حدیث میں علاج معالجہ کی اہم حقیقت کی طرف نبی کریم ﷺ کے فرمان (اگر وہ مرض کے مطابق ہو) سے روشنی حاصل ہوتی ہے کہ دوا کے مؤثر ہونے کے لیے اس کا مریض کے حال، مزاج اور طبیعت کے موافق آنا ضروری ہے۔ علم الادویہ اور علم الامراض کو باقاعدہ جانے بغیر نسخہ نہ لکھا جائے کیونکہ مرض کی نوعیت کو سمجھے بغیر دوائی کے اثرات کی مطابقت ممکن نہ ہو سکے گی۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ طبِ نبوی میں حضور ﷺ کے تشخیص کردہ علاجات کو عمومی نہیں سمجھنا چاہیے اور نہ ہی ہر ناواقف کو اسے استعمال کرنے کی اجازت دینی چاہیے کیونکہ یہ ماہرینِ طب ہی اس کی فہم رکھتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ کا بتایا ہوا طریقہ علاج مرض کی کونسی قسم، کس مزاج کے حامل مرض کو اور کن آب و ہوا میں رہنے والوں کے موافق ہے۔

تیسری حدیث

٥٣٦٠ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ: "أَنَّ رَجُلًا أَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ: أَخِي يَشْتَكِي بَطْنَهُ، فَقَالَ: اِسْقِهِ عَسَلًا، ثُمَّ أَتَى الثَّانِيَةَ، فَقَالَ: اسْقِهِ عَسَلًا، ثُمَّ أَتَاهُ الثَّالِثَةَ، فَقَالَ: اسْقِهِ عَسَلًا، ثُمَّ أَتَاهُ، فَقَالَ: قَدْ فَعَلْتُ، فَقَالَ: صَدَقَ اللهُ وَكَذَبَ بَطْنُ أَخِيكَ، اسْقِهِ عَسَلًا، فَسَقَاهُ فَبَرَأَ."

ترجمہ: ایک صاحب نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ میرا بھائی پیٹ کی تکلیف میں مبتلا ہے۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ انہیں شہد پلاؤ۔ پھر دوسری مرتبہ وہی صحابی حاضر ہوئے۔ آپ ﷺ نے اسے اس مرتبہ بھی شہد پلانے کے لیے کہا وہ پھر تیسری مرتبہ آیا اور عرض کیا کہ (حکم کے مطابق) میں نے عمل کیا (لیکن شفاء نہیں ہوئی)۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ سچا ہے اور تمہارے بھائی کا پیٹ جھوٹا ہے، انہیں پھر شہد پلاؤ۔ چنانچہ انہوں نے شہد پھر پلایا اور اسی سے وہ تندرست ہو گیا۔

فوائد:

باب کی تیسری حدیث میں عہدِ رسالت کا ایک حیرت انگیز بیان کیا گیا ہے جس میں شہد کا طبی کرشمہ محفوظ کیا گیا ہے کہ پیٹ کے درد کے مریض کو تین دن مسلسل شہد پلانے سے اسے مکمل شفا مل گئی۔ اس واقعہ سے طبِ نبوی کے چند سنہرے اصول بھی اخذ کیے جاسکتے ہیں، مثلاً

3.0 طبِ نبوی پر مکمل یقین

نبی کریم ﷺ کے دوبار شہد پلانے کی تلقین سے فائدہ نظر نہیں آیا، لیکن جب تیسری مرتبہ آپ نے ان کو قرآن کی سچائی اور اپنے مشاہدے کو جھٹلانے کی دعوت دی اور اسے آسمانی علوم پر بن دیکھے یقین رکھنے کی ترغیب دی، اللہ کا وعدہ سچا ہے اور تیرے بھائی کا پیٹ جھوٹا ہے، یہ آواز کان میں پڑتے ہی ایمان کی سطح بلند ہوئی اور دوائی نے اپنا اثر دکھانا شروع کر دیا۔ اس سے یہ حقیقت واضح ہوتی ہے کہ علاج معالجہ میں حسن اعتقاد اور معالج کی تشخیص و تجویز پر مکمل اعتبار اور بھروسہ بنیادی چیز ہے۔ چنانچہ ہم روزمرہ کی زندگی میں دیکھتے ہیں کہ بسا اوقات کوئی شخص اپنے معالج کے بارے میں کسی بھی شک وشبہ میں مبتلا ہو جاتا ہے اور اس سے حسن اعتقاد نہیں رکھتا تو اس کا مزاج معالج کے اس علاج کو قبول نہیں کرتا اور مریض شفایابی سے محروم رہتا ہے خواہ وہ معالج کتنے ہی اونچے درجے کا کیوں نہ ہو۔ اس کے برخلاف وہی شخص پورے یقین و اعتقاد کے ساتھ کوئی معمولی درجہ کا بھی علاج کرتا ہے تو وہ علاج اس کے لئے فائدہ مند ہو جاتا ہے۔

اسی طرح اگر کوئی شخص طب نبوی کے ذریعہ اپنا علاج کرے جس کی کامیابی یقینی ہے لیکن اس کو اس علاج سے فائدہ نہ ہو تو اس کی ایک وجہ ایمان کی کمزوری بھی ہو سکتی ہے۔ لہذا جو شخص اپنے کسی مرض کا علاج طب نبوی کے ذریعہ کرنے کا خواہشمند ہے تو اس کو اپنا یقین کامل اور اپنا اعتقاد مضبوط کرنا چاہیے اور پھر صدقِ نیت واخلاص عمل کے ساتھ اس علاج کو اختیار کرنا چاہیے۔ اگر اس نے طب نبوی کی اس بنیادی ضرورت یعنی یقین و اخلاص کو پورا کر لیا تو اس کو یقیناً فائدہ ہو گا۔[1]

---

1 مظاہرِ حق جدید شرحِ مشکوۃ المصابیح، نواب محمد قطب الدین دہلوی، محولہ سابقہ، طب اور جھاڑ پھونک کا بیان، طبِ نبوی اور مروجہ طب میں فرق :۲۴۲/۴

جدید سائنس نے بھی اعتقاد کے اثرات کو تسلیم کیا ہے، بلکہ یہاں تک ثابت کیا گیا ہے کہ بعض ادویہ جن کا جسم پر کوئی اپنا باقاعدہ اثر نہیں ہوتا، وہ بھی حسنِ اعتقاد کی وجہ سے کام کر جاتی ہیں، اسے Placebo Effect کا نام دیا گیا ہے۔ امریکہ کی مشہور ہارورڈ یونیورسٹی کی ویب سائٹ پر اس سلسلے میں ایک مضمون میں یوں تبصرہ کیا گیا ہے۔

Your mind can be a powerful healing tool when given the chance. The idea that your brain can convince your body a fake treatment is the real thing — the so-called placebo effect — and thus stimulate healing has been around for millennia. Now science has found that under the right circumstances, a placebo can be just as effective as traditional treatments.[1]

4.0 دوا کی مقدار (Dosage)

اسی شہد کے واقعہ میں آپ ﷺ کا بار بار شہد کا استعمال کرنا ایک نادر طریقہ علاج تھا، اس لیے کہ دوا کی مقدار، اس کے استعمال کا تکرار مرض کی کیفیت کو دیکھ کر ہی کیا جاتا ہے، اگر دوا کی مقدار (dosage) کم پہنچائی گئی تو مرض پوری طرح ختم نہ ہو گا اور اگر اسکی مقدار مرض اور مریض کی ضرورت سے زیادہ ہے تو اس سے نقصان کا اندیشہ ہوتا ہے۔

جب آپ ﷺ نے اسے شہد کا استعمال تجویز کیا اور انہوں نے آپ کو مرض کی کیفیت بتائی، تو آپ نے سمجھ لیا کہ دوا مرض کی ضرورت سے نہیں کھلائی گئی۔ آپ نے مریض کو مزید شہد پلائے جانے کی ہدایت کی تاکہ بیماری کو اکھاڑ پھینکنے کی حد تک شہد کی مقدار جسم میں پہنچ جائے۔ جب بار بار کی تکرار سے دوا کی مقدار مرض کی مقابلے کی حد تک پہنچ گئی تو بیماری فضلِ الٰہی سے جاتی رہی۔ دوا کی مقدار، اس کی کیفیات اور مرض و مریض کی قوت کا لحاظ رکھ کر علاج کرنا علمِ طب کا اہم ترین اصول ہے۔[2]

---

1 ***The power of the placebo effect:Treating yourself with your mind is possible, but there is more to it than positive thinking(* May 2017). *source:* https://www.health.harvard.edu/mental-health/the-power-of-the-placebo-effect**

2 زاد المعاد في هدي خير العباد، ابن القيم الجوزية،محوله سابقا، فصل في هديه في علاج استطلاق البطن:۳۳/۴

5.0 فوری علاج یا دیرپا علاج؟

یہ حدیث علم العلاج کے بارے میں ایک روشن راہ ہے۔ اسہال کا سبب آنتوں میں سوزش ہے۔ جو کہ جراثیم یا ان کی زہروں یعنی Toxin یا وائرس سے ہو سکتی ہے۔ اگر ایسے مریض کی آنتوں میں حرکات کو فوری طور پر بند کر دیا جائے تو سوزش بدستور رہے گی یا زہریں وہیں رہ جائیں گی۔ اس لیے علاج کا بہترین طریقہ یہ ہے کہ پہلے آنتوں کو صاف کیا جائے۔ پھر جراثیم مارے جائیں، شہد میں یہ صلاحیت تھی کہ وہ یہ دونوں کام کر سکتا تھا۔ یہ مظاہرہ اس اہم حقیقت کیطرف راہنمائی کرتا ہے کہ شہد پیٹ میں موجود مختلف بیماریوں کے جراثیم ہلاک کرتا۔ آنتوں کے زخموں کو مندمل کرتا اور تندرستی کو بحال کرتا ہے۔

اسہال کے جدید علاج میں آجکل یہ کوشش ہو رہی ہیں کہ بار بار کی اجابتوں سے مریض کے جسم سے نمکیات نکل جاتے ہیں جس کی وجہ سے اس کی موت بھی ہو سکتی ہے یا پانی کی کمی سے گردے بیکار ہو جاتے ہیں۔ اس کا حل یہ تلاش کیا گیا ہے کہ مریض کو نمک اور گلوکوس کا ایک مرکب پانی میں گھول کر بار بار پلاتے ہیں۔ پاکستان میں یہ ORS کے نام سے مشہور ہے۔ شہد میں یہ تمام چیزیں موجود ہیں۔ پانی میں گھول کر شہد دینے کا مطلب یہ ہے کہ مریض کو نمکیات کی مکمل ضروریات کے ساتھ توانائی مہیا کرنے والے عناصر بھی حاصل ہوں اور اس طرح نہ صرف کہ وہ صحیح طریقہ سے تندرست ہو گا بلکہ بعد میں کوئی پیچیدگی یا کمزوری بھی نہ ہو گی۔

آج تک کے اطباء کا طریقہ یہ رہا ہے کہ وہ اسہال کے مریضوں کا علاج ایسی ادویہ سے کرتے ہیں جو قابض ہوتی ہیں اور مریض بھی یہی چاہتا ہے کہ بار بار کی حاجت سے نجات پائے۔ مگر یہ عمل مریض کی اپنی صحت کے لیے خطرناک ہے۔ کیونکہ آنتوں کی حرکات کو روک کر دل کو مفلوج کیا جا سکتا ہے۔ دوسری صورت میں جراثیم وہاں مقیم رہ کر مستقل طور پر سوزش پیدا کرتے رہیں گے اور ان کی زہریں اعصابی نظام کے لیے مستقل خطرہ بنی رہیں گی۔ اس علاج سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ نبی ﷺ کو وحی الٰہی سے علم طب پر مکمل عبور حاصل تھا اور انہوں نے وہی کچھ کیا جو ایک حاذق اور معاملہ فہم معالج کو کرنا چاہیے۔[1]

---

1 طبِ نبوی اور جدید سائنس، ڈاکٹر خالد غزنوی، محولہ سابقہ، شہد: ۱/۱۷۳، ۱۶۵

بَابُ الدَّوَاءِ بِأَلْبَانِ الإِبِلِ

باب: اونٹنی کے دودھ سے علاج

عنوان کی وضاحت:

بیماریوں کا غذاؤں سے علاج کے سلسلے کی احادیث کا بیان چل رہا ہے اور شہد کے بعد امام بخاری رحمہ اللہ اونٹنی کے دودھ کا باعثِ شفا ہونا حدیث سے ثابت فرمارہے ہیں۔ اس باب میں انہوں نے عہدِ رسالت کا ایک واقعہ ذخیرہ احادیث سے منتخب کیا ہے جو علمی حلقوں میں حدیثِ عرینیین کے عنوان سے معروف ہے۔ اس میں قبیلہ عرینیین کے کچھ افراد کے مدینہ منور آنے، وہاں آکر بیمار ہونے اور نبی کریم ﷺ کا انہیں آب وہوا تبدیل کرنے اور اونٹنی کا دودھ پینے کا تذکرہ ہے، جس سے بعض بیماریوں میں اونٹنی کے دودھ کی افادیت ثابت ہوتی ہے۔

۵۳۶۱ حَدَّثَنَا ثَابِتٌ، عَنْ أَنَسٍ: أَنَّ نَاسًا كَانَ بِهِمْ سَقَمٌ، قَالُوا: "يَا رَسُولَ اللهِ آوِنَا وَأَطْعِمْنَا فَلَمَّا صَحُّوا، قَالُوا: إِنَّ الْمَدِينَةَ وَخِمَةٌ، فَأَنْزَلَهُمُ الْحَرَّةَ فِي ذَوْدٍ لَهُ، فَقَالَ: اشْرَبُوا أَلْبَانَهَا، فَلَمَّا صَحُّوا قَتَلُوا رَاعِيَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَاسْتَاقُوا ذَوْدَهُ، فَبَعَثَ فِي آثَارِهِمْ فَقَطَعَ أَيْدِيَهُمْ وَأَرْجُلَهُمْ وَسَمَرَ أَعْيُنَهُمْ، فَرَأَيْتُ الرَّجُلَ مِنْهُمْ يَكْدِمُ الْأَرْضَ بِلِسَانِهِ حَتَّى يَمُوتَ،

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ کچھ لوگوں کو بیماری تھی، انہوں نے کہا: یارسول اللہ! ہمیں قیام کی جگہ عنایت فرمادیں اور ہمارے کھانے کا انتظام کردیں پھر جب وہ لوگ تندرست ہوگئے تو انہوں نے کہا کہ مدینہ کی آب وہوا خراب ہے چنانچہ نبی کریم ﷺ نے مقام حرہ میں اونٹوں کے ساتھ ان کے قیام کا انتظام کردیا اور فرمایا کہ ان کا دودھ پیو جب وہ تندرست ہوگئے تو انہوں نے آپ ﷺ کے چرواہے کو قتل کردیا اور اونٹوں کو ہانک کرلے گئے۔ نبی کریم ﷺ نے ان کے پیچھے آدمی دوڑائے اور وہ پکڑے گئے آپ ﷺ نے بھی ویسا ہی کیا ان کے ہاتھ پاؤں کٹوادیئے اور ان کی آنکھوں میں سلائی پھروادی۔ میں نے ان میں سے ایک شخص کو دیکھا کہ زبان سے زمین چاٹتا تھا اور اسی حالت میں وہ مرگیا۔

تشریح: عرینیین کے ان لوگوں کی بیماری کا اس حدیث میں تذکرہ ہے لیکن **اُس بیماری کا نام** ہمیں ان منقولہ احادیث میں نہیں ملتا، صرف کچھ علامات کا ذکر ہے، مثلاً، مذکورہ بالا روایت میں بتایا گیا کہ اُن لوگوں کو آب وہوا اور خوراک راس نہ آئی، عموماً اس سبب سے معدے اور پیٹ کی تکلیف ہی ہوتی ہے، سنن النسائی کی روایت میں بڑی واضح علامات مذکور ہیں کہ اُن لوگوں کی رنگت پیلی ہوگئی اور ان کے پیٹ بڑھ گئے۔[1] ممکن ہے کہ یہ ورم دل یا جگر کی وجہ سے ہو، یا لمبے سفر میں رہنے کی وجہ سے ہو۔ ان سب میں سب سے زیادہ درست بات یہ لگتی ہے کہ اُن لوگوں کو اِستسقاء[2](Ascites) کی بیماری ہوگئی تھی جس میں پیٹ میں پانی بھر جاتا ہے۔[3]

فوائد

1.0 اِستسقاء(Ascites) کا نبوی علاج

نبی کریم ﷺ نے بغیر کسی ٹیسٹ اور تجزیہ کے ایسا شافی وکافی علاج تشخیص کیا کہ چند ہی دنوں میں وہ بالکل درست وصحت مند ہوگئے، حتی کہ اتنے صحت مند ہوگئے کہ نے آپ ﷺ کے چرواہے کو قتل کر دیا اور اونٹوں کو ہانک کر لے گئے۔ آپ ﷺ کا یہ تیر بہدف نسخہ دو اجزا پر مشتمل تھا؛

ا: پرہیز، یعنی ناموافق آب وہوا سے دوری اختیار کرنا۔

۲: مفید غذا۔ اونٹنی کا دودھ اور پیشاب پینا (دودھ کا ذکر اس باب میں ہے اور پیشاب کا ذکر اگلے باب کی روایت میں ہے)۔

---

1 حَتَّى اصْفَرَّتْ أَلْوَانُهُمْ وَعَظُمَتْ بُطُونُهُمْ{سنن النسائي ،احمد بن شعيب النسائی (بيروت، دارالسلام، ۱۴۲۹ھ)كتاب الطهارة، باب بول ما يؤكل لحمه،الرقم:۳۰۵}

2 **Ascites is the accumulation of fluid (usually serous fluid which is a pale yellow and clear fluid) that accumulates in the abdominal (peritoneal) cavity. The abdominal cavity is located below the chest cavity, separated from it by the diaphragm. Ascitic fluid can have many sources such as liver disease, cancers, congestive heart failure, or kidney failure. (Siamak N. Nabili, MD, MPH, Ascites,Source:http://www.medicinenet.com/ascites/article.htm)**

3 علاج نبوی اور جدید سائنس، ڈاکٹر خالد غزنوی (لاہور، الفیصل ناشران، ۲۰۱۱) پیٹ میں پانی بھر جانا: ۳۰۳

پہلے نبوی علاج (آب وہوا کی تبدیلی) کی کچھ تفصیل اسی کتاب الطب کے باب بَابُ مَنْ خَرَجَ مِنْ أَرْضٍ لَا تُلَايِمُهُ (باب: جہاں کی آب وہوا ناموافق ہو وہاں سے نکل کر دوسرے مقام پر جانا درست ہے۔) میں آرہی ہے۔ اس باب میں علاجِ نبوی کے دوسرے حصہ، اونٹنی کے دودھ وپیشاب کی افادیت اور بیماریوں میں بطورِ دوا اسے استعمال کرنے کا بیان مقصود ہے۔

1.1۔اونٹنی کے دودھ اور پیشاب کے فوائد:

اس نبوی علاج کی ماہیت پر غور کریں تو اس میں تمام اسباب کا مکمل اور جامع علاج موجود ہے۔ ورم اگر گردوں کی خرابی کی وجہ سے ہو تو اس میں چکنائی اور نمکیات دینا درست نہیں۔ ورم اگر لحمیات کی کمی سے ہو تو لحمیات درکار ہیں۔ غذائی کمی کے علاج کے لئے دودھ کی لحمیات تھیں۔ یہی لحمیات دوسرے اسباب میں بھی جگر اور گردوں کو توانائی دے سکتی تھیں۔ لیکن دل کی بیماریوں میں چکنائی دینا درست نہیں۔ کیمیاوی طور پر اونٹنی کے دودھ میں چکنائی کی مقدار تمام جانوروں سے کم بلکہ ماں کے دودھ سے بھی کم ہوتی ہے۔ لہذا دل اور جگر کی بیماریوں میں جہاں چکنائی کا زیادہ استعمال مناسب نہیں ہوتا یہ دودھ اعتماد کے ساتھ دیا جاسکتا ہے۔

پیشاب میں یوریا ہوتا ہے۔ یوریا کھاد ہونے کے ساتھ ساتھ پیشاب آور مدربول بھی ہے۔ چونکہ یہ جسم کا حصہ بھی ہے اس لیے یوریا کی موجودگی کسی حساسیت کا باعث نہیں ہوتی اور یہ کھل کر پیشاب لاتا ہے۔ نبی ﷺ کے اس نسخہ کا سب سے بڑا کمال یہ ہے کہ یہ پیٹ میں پانی پڑنے کے ہر سبب کا مکمل اور شافی علاج ہے۔[1]

گوجرانوالہ سے چار سال کا ایک بچہ گردوں اور جگر کی خرابی کی وجہ سے میو ہسپتال لاہور کے بچہ وارڈ میں زیر علاج تھا۔ بچے کے پیٹ میں سے کئی بار پانی نکالا گیا اور کورٹی سون کی گولیوں کے مسلسل استعمال سے اس کی حالت قابل رحم تھی۔ وہ پہلا مریض تھا جس کو ارشاد نبوی کی تعمیل میں اونٹنی کا دودھ اور پیشاب پلایا گیا۔ ایک ماہ میں پیٹ بالکل صاف ہو گیا۔ دوسرے ماہ کمزوری جاتی رہی۔ پیشاب کے ٹیسٹ نارمل آنے لگے۔ خون میں یوریا

---

1 طبِ نبوی اور جدید سائنس، ڈاکٹر خالد غزنوی، محولہ سابقہ، دودھ: ۲/۱۹۴

وغیرہ زیادہ مقدار میں تھے جس کے لئے جو کا پانی استعمال کیا گیا۔ قسط شیریں حب الرشاد اور کاسنی کا مرکب گردوں کی سوزش کے لیے دیا گیا۔ شہد کا استعمال کبھی ترک نہیں کیا گیا۔ اب اس لڑکے کی عمر ۱۶ سال ہے۔ خوبصورت جسم کے ساتھ بفضلہ قابل رشک صحت کا مالک ہے۔[1]

اس موضوع پر موجودہ دور میں بھی متعدد تحقیقات ہوئی ہیں۔ ایک خاتون ڈاکٹر احلام العوض، معلمہ کلیۃ التربیۃ، جامعۃ اُم القریٰ سعودی عرب نے التداوی بلبن وبول الناقۃ (اونٹنی کے دودھ اور پیشاب سے علاج) کے موضوع پر پی ایچ ڈی کی ہے۔ ایک تحقیقی مقالہ مجلۃ المجلس العلمی للاختصاصات الطبیۃ سے شائع ہوا ہے "Clinical Trials for the Treatment of Ascites with Camel Urine"

ایک کتاب ۲۰۰۳ء میں جناب شہاب البدری یٰس نے عربی زبان میں التداوی بالبان الابل وابوالھا کے نام سے مرتب کی ہے۔ ان تحریروں میں دودھ اور پیشاب کا کیمیاوی تجزیہ کر کے ان کے مشتملات مع تناسب کی نشان دہی کی گئی ہے اور استسقاء، امراض جگر اور بعض دیگر امراض میں ان کے اثرات کا جائزہ لیا گیا ہے۔ ان میں اس موضوع پر بعض مغربی تحقیقات کا بھی حوالہ موجود ہے۔

نوٹ: واضح رہے کہ اونٹنی کا پیشاپ ناپاک و نجس ہے، عمومی حالات میں نجس اشیاء سے علاج کرنا حرام ہے، صرف انتہائی ضرورت (اضطراری کیفیت) میں بقدرِ ضرورت گنجائش ہے، جسکی تفصیلات اگلے باب میں ملاحظہ کی جاسکتی ہیں۔ اس زمانے میں جبکہ دیگر حلال و جائز متبادل معالجات کی موجودگی میں اونٹنی کے پیشاب کے استعمال کی گنجائش باقی نہیں رہتی۔ مثلاً گردے کی بیماری میں diuresis کے جائز ذرائع موجود ہوں تو اونٹنی کے پیشاب کو بطور diuretic تجویز نہیں کیا جاسکتا۔

---

[1] علاجِ نبوی اور جدید سائنس پیٹ کی بیماریاں، ڈاکٹر خالد غزنوی، محولہ سابقہ، پیٹ میں پانی بھر جانا: ۳۰۵

بَابُ الدَّوَاءِ بِأَبْوَالِ الإِبِلِ:

باب: اونٹ کے پیشاب سے علاج

عنوان کی وضاحت:

یہ باب گزشتہ باب سے پیوستہ ہے، اس میں بھی اسی وقعہ عرینیین کا تذکرہ ہے جنہیں غالبا اِستسقاء (Ascites) کی بیماری لاحق ہوگئی تھی۔ دربارِ رسالت سے انہیں جو ہدایات دی گئیں اس میں بعض روایات میں صرف اونٹنی کے دودھ پینے کا تذکرہ ہے جیسا کہ گزشتہ باب کی حدیث ہے جبکہ بعض روایات میں اس میں اونٹنی کے پیشاب کا بھی اضافہ ہے جیسا کہ زیرِ نظر باب کی روایت ہے۔ پیشاپ کا معاملہ چونکہ قابلِ بحث بھی ہے اور ہر روایت میں مذکور نہ ہونے کی وجہ سے کسی درجہ کمزور بھی، اسلیے امام بخاری رحمہ اللہ علیحدہ باب اس عنون سے قائم کرکے بطورِ دوا اسکے استعمال کو ثابت کر رہے ہیں۔ اس کے جواز کی شرعی شرائط کیا ہیں؟ ان تفصیلات کا موضوع فقہ ہے، یہ مختصر عنوان اس کا تحمل نہیں کرسکتا تھا۔

۵۳۶۲ عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ "أَنَّ نَاسًا اجْتَوَوْا فِي الْمَدِينَةِ فَأَمَرَهُمُ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ يَلْحَقُوا بِرَاعِيهِ يَعْنِي الْإِبِلَ فَيَشْرَبُوا مِنْ أَلْبَانِهَا وَأَبْوَالِهَا، فَلَحِقُوا بِرَاعِيهِ فَشَرِبُوا مِنْ أَلْبَانِهَا وَأَبْوَالِهَا حَتَّى صَلَحَتْ أَبْدَانُهُمْ، فَقَتَلُوا الرَّاعِيَ، وَسَاقُوا الْإِبِلَ، فَبَلَغَ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَبَعَثَ فِي طَلَبِهِمْ، فَجِيءَ بِهِمْ فَقَطَعَ أَيْدِيَهُمْ وَأَرْجُلَهُمْ وَسَمَرَ أَعْيُنَهُمْ"

ترجمہ: قتادہ رحمہ اللہ نے انس رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ کچھ لوگوں کو مدینہ منورہ کی آب وہوا موافق نہیں آئی تھی تو نبی کریم ﷺ نے ان سے فرمایا کہ وہ آپ ﷺ کے چرواہے کے ہاں چلے جائیں یعنی اونٹوں میں اور ان کا دودھ اور پیشاب پئیں۔ چنانچہ وہ لوگ نبی کریم ﷺ کے چرواہے کے پاس چلے گئے اور اونٹوں کا دودھ اور پیشاب پیا جب وہ تندرست ہوگئے تو انہوں نے چرواہے کو قتل کردیا اور اونٹوں کو ہانک کرلے گئے۔ آپ کو جب

اس کا علم ہوا تو آپ نے انہیں تلاش کرنے کے لیے لوگوں کو بھیجا جب انہیں لایا گیا تو نبی کریم ﷺ کے حکم سے ان کے بھی ہاتھ اور پاؤں کاٹ دیئے گئے اور ان کی آنکھوں میں سلائی پھیر دی گئی۔

فوائد

1.0۔ کیا اونٹنی کا پیشاب پاک ہے؟

اس حدیث کو سمجھنے سے قبل ایک دوسرے مسئلہ کو بھی سمجھنا ہو گا کہ جن جانوروں کا گوشت کھایا جاتا ہے مثلاً بکرا، بکری، گائے، بھینس اور اونٹ وغیرہ، آیا ان کا پیشاب پاک ہے یا ناپاک؟ قرآن وحدیث کی روشنی میں حضرت امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ ، حضرت امام شافعی رحمہ اللہ کی رائے ہے کہ انسان کے پیشاب کی طرح ہر جانور کا پیشاب ناپاک ہے، البتہ اس کی شدت میں فرق ہے۔ انسان اور حرام جانوروں کے پیشاب کی نجاست سخت (نجاستِ غلیظہ) ہے جبکہ حلال جانوروں کے پیشاب کی نجاست تھوڑی ہلکی (نجاستِ خفیفہ) ہے۔ البتہ حضرت امام مالک رحمہ اللہ کی رائے ہے کہ جن جانوروں کا گوشت کھایا جاتا ہے ان کا پیشاب پاک ہے اور جن جانوروں کا گوشت نہیں کھایا جاتا اُن کا پیشاب ناپاک ہے۔[1]

حضرت امام مالک رحمہ اللہ نے اس کے لئے بنیادی طور پر دو دلیلیں پیش کی ہیں۔ پہلی دلیل انس رضی اللہ عنہ کی وہ مذکورہ بالا حدیث جس میں پیشاب پینے کا ذکر آیا ہے۔ اگر پیشاب پاک نہ ہوتا تو آپ ﷺ اس کے پینے کا حکم کیوں دیتے۔ دوسری دلیل یہ ہے کہ حضور اکرم ﷺ بکریوں کے باڑے میں

---

1 فَصْلٌ : وَبَوْلُ مَا يُؤْكَلُ لَحْمُهُ وَرَوْثُهُ طَاهِرٌ .وَهَذَا مَفْهُومُ كَلَامِ الْخِرَقِيِّ .وَهُوَ قَوْلُ عَطَاءٍ وَالنَّخَعِيِّ وَالثَّوْرِيِّ وَمَالِكٍ : قَالَ مَالِكٌ : لَا يَرَى أَهْلُ الْعِلْمِ أَبْوَالَ مَا أُكِلَ لَحْمُهُ وَشُرِبَ لَبَنُهُ نَجِسًا .وَرَخَّصَ فِي أَبْوَالِ الْغَنَمِ الزُّهْرِيُّ وَيَحْيَى الْأَنْصَارِيُّ وَقَالَ ابْنُ الْمُنْذِرِ : أَجْمَعَ كُلُّ مَنْ نَحْفَظُ عَنْهُ مِنْ أَهْلِ الْعِلْمِ عَلَى إبَاحَةِ الصَّلَاةِ فِي مَرَابِضِ الْغَنَمِ ، إلَّا الشَّافِعِيَّ ، فَإِنَّهُ اشْتَرَطَ أَنْ تَكُونَ سَلِيمَةً مِنْ أَبْعَارِهَا وَأَبْوَالِهَا .وَرَخَّصَ فِي ذَرْقِ الطَّائِرِ أَبُو جَعْفَرٍ وَالْحَكَمُ وَحَمَّادٌ وَأَبُو حَنِيفَةَ وَعَنْ أَحْمَدَ : أَنَّ ذَلِكَ نَجِسٌ .وَهُوَ قَوْلُ الشَّافِعِيِّ وَأَبِي ثَوْرٍ ، وَنَحْوُهُ عَنْ الْحَسَنِ ؛ لِأَنَّهُ دَاخِلٌ فِي عُمُومِ قَوْلِهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ { تَنَزَّهُوا مِنْ الْبَوْلِ } .وَلِأَنَّهُ رَجِيعٌ ، فَكَانَ نَجِسًا كَرَجِيعِ الْآدَمِيِّ .وَلَنَا ، { أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَمَرَ الْعُرَنِيِّينَ أَنْ يَشْرَبُوا مِنْ أَبْوَالِ الْإِبِلِ } ، وَالنَّجِسُ لَا يُبَاحُ شُرْبُهُ ، وَلَوْ أُبِيحَ لِلضَّرُورَةِ لَأَمَرَهُمْ بِغَسْلِ أَثَرِهِ إذَا أَرَادُوا الصَّلَاةَ { ، وَكَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي فِي مَرَابِضِ الْغَنَمِ } ﴿المغني في فقه الإمام أحمد بن حنبل الشيباني، عبد الله بن أحمد بن قدامة المقدسي(رياض،دار عالم الكتب،١٤١٧ھ)كتاب الصلاة، فصل : وبول ما يؤكل لحمه وروثه طاهر: ٤٩٢/٢﴾

نماز پڑھ لیتے تھے۔ اگر ان کا پیشاب ناپاک ہوتا تو آپ ﷺ بکریوں کے باڑے میں نماز پڑھنے کی اجازت کیوں دیتے۔

جن فقہاء وعلماء (مثلاً امام ابوحنیفہ، امام شافعی اور امام سفیان ثوری رحمہم اللہ) نے تمام جانوروں کے پیشاب کو ناپاک قرار دیا ہے وہ دلیل کے طور پر ان احادیث کو پیش کرتے ہیں جن میں حضور اکرم ﷺ نے عمومی طور پر پیشاب سے بچنے کا حکم دیا ہے حضور اکرم ﷺ نے زندگی میں ایک مرتبہ بھی حلال وحرام جانوروں کے پیشاب میں کوئی فرق بیان نہیں فرمایا۔

نیز شرعی وطبی دونوں اعتبار سے دور دور تک پیشاب کا گوشت سے کوئی تعلق سمجھنے میں نہیں آتا کہ جن جانوروں کا گوشت کھایا جاتا ہے ان کا تو پیشاب پاک ہو اور جن جانوروں کا گوشت نہیں کھایا جاتا ہے ان کا پیشاب ناپاک ہو، اسی طرح گوشت کھائے جانے والے جانوروں کے پائخانہ کو ناپاک اور ان کے پیشاب کو پاک قرار دینے، نیز انسان کے پیشاب کو ناپاک اور گوشت کھائے جانے والے جانور کے پیشاب کو پاک قرار دینے کی کوئی منطق سمجھ میں نہیں آتی، حالانکہ قرآن وحدیث میں ایسی کوئی واضح دلیل نہیں ہے جس میں صرف گوشت کھائے جانے والے جانوروں کے پیشاب کو پاک قرار دیا جائے۔

جہاں تک امام مالک رحمہ اللہ کی بیان کردہ احادیث کا تعلق ہے تو علماء احناف وشوافع نے اس کے متعدد جوابات دئے ہیں:

پہلا جواب یہ ہے کہ حضور اکرم ﷺ کو بذریعہ وحی مطلع کردیا گیا تھا کہ اونٹ کا پیشاب پئے بغیر ان کی شفا اور زندگی ممکن نہیں۔ اگر کسی انسان کی جان خطرہ میں ہو تو اس کی جان بچانے کے لئے وقتی طور پر حرام چیز سے علاج کیا جاسکتا ہے۔ لہذا پیشاب پینے کا حکم ایک وقتی شدید مجبوری کے تدارک کے طور پر تھا، نہ کہ دائمی وعمومی تدبیر کے طریقے پر کوئی تجویز تھی۔[1]

---

[1] وأجابوا عنه بأن ما في حديث العرنيين قد كان للضرورة فليس فيه دليل على أنه يباح في غير حال الضرورة لأن ثمة أشياء أبيحت في الضرورات ولم تبح في غيرها كما في لبس الحرير فإنه حرام على الرجال وقد ابيح لبسه في الحرب أو للحكة أو لشدة البرد إذا لم يجد غيره

دوسرا موقف بعض محدثین نے یہ اختیار کیا ہے کہ ارشادِ نبوی « اشْرَبُوا مِنْ أَلْبَانِهَا وَأَبْوَالِهَا »[1] کا اگرچہ ظاہری ترجمہ: یہی ہے کہ اونٹنی کا دودھ و پیشاب پیو لیکن اسکا ادبی و بامحاوراتی ترجمہ یہ ہے کہ دودھ پیو اور پیشاب سونگھو۔ اس ترجمہ کی بنیاد عربی گرامر کے ایک قاعدہ تضمین پر مبنی ہے جس کی رو سے عاملِ مذکور (explicit verb) کے معمول (object) کو عاملِ محذوف (implicit verb) کے معمول (object) پر عطف کر دیا جاتا ہے۔ اس قاعدہ کے مطابق اس حدیث کی مکمل عبارت اشْرَبُوا مِنْ أَلْبَانِهَا وَاستنشقوا من أَبْوَالِهَا تھی جس کا ترجمہ ہے: دودھ پیو اور پیشاب سونگھو، یہاں بطورِ تضمین استنشقوا والے عامل (verb) کو حذف کر دیا گیا۔ اسکی تائید میں مشہور محدث حضرت علامہ انور شاہ کشمیری رحمہ اللہ نے طبیب بو علی سینا کے حوالے سے لکھا ہے کہ استسقاء کی بیماری میں اونٹ کا پیشاب سونگھنا مفید ہوتا ہے۔[2]

تیسرا احتمال یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ پیشاب استعمال کرنے کی مذکورہ اجازت تشریعِ اسلامی کے اس دور کی ہے جب پیشاب کے بارے میں اتنی شدت نہیں آئی تھی، بعد میں یہ اجازت منسوخ(abrogated)ہو گئی تھی۔ اس منسوخی کا امکان اسلیے ہے کہ عرنیین کا یہ واقعہ ہجرت کے چھٹے سال پیش آیا جبکہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ اسکے اگلے سال اسلام لائے اور آپ رضی اللہ عنہ پیشاب کی ممانعت کی حدیث بیان کرتے ہیں۔ لہذا اس بات کا قوی امکان ہے کہ حضرت ابوہریرہ کی حدیث سے یہ حدیث منسوخ ہو گئی ہے۔[3]

وله أمثال كثيرة في الشرع والجواب المقنع في ذلك أنه عليه الصلاة والسلام عرف بطريق الوحي شفاهم والاستشفاء با رام جائز عند التيقنبحصول الشفاء كتناول الميتة في المخصمة والخمر عند العطش وإساغة اللقمة وإنما لا يباح ما لا يستيقن حصول الشفاء به وقال ابن حزم صح يقينا أن رسول الله إنما أمرهم بذلك على سبيل التداوي من السقم الذي كان أصابه وأنهم صحت أجسامهم بذلك والتداوي منزلة ضرورة وقد قال عز وجل إلا ما اضطررتم إليه (الأنعام **119**) فما اضطر المرء إليه فهو غير محرم عليه من المآكل والمشارب(عمدة القاري شرح صحيح البخاري، باب أبوال الابل والدواب والغنم ومرابضها:**5/93**)

[1]سنن الترمذي، باب ما جاء في بول ما يؤكل لحمه، الرقم: **72**

[2]ولِمَا عُرِف من أمر المسلمين أنهم كانوا يَتَدَوَوْن بها، فالأسبق إلى الذهن أن يكون ما في حديث العُرَنِيّين أيضًا تَدَاوِيًا. وفي كلام بعض الأطباء: أَنَّ رائحةَ بول الإِبل تَفِيدُ الاسْتِسْقَاء. وقال ابن سِينَا: إن أَلبانَ الإِبل تَفِيدُه.ثم لي فيه بحثٌ آخر: وهو أنَّ التَّداوي كان على طريق الشُرْب، أو على طريق النُّشُوق، فقد يترشَّح من الأحاديث: أنَّه كان على طريق النُّشُوق، دون الشُرْب. فأخرج الطحاوي عن أنس وفيه: «فقال: لو خَرَجْتُم إلى ذَوْدٍ لنا، فَشَرِ: تُم من ألبانها».(فيض الباري على صحيح البخاري، باب أبوال الابل والدواب والغنم ومرابضها:**1/429**)

[3]انعام الباری، کتاب الوضوء: 270/2

اور جہاں تک اُس حدیث کا تعلق ہے کہ جس میں حضور اکرم ﷺ نے بکریوں کے باڑے میں نماز پڑھنے کی اجازت دی ہے تو اس حدیث کے مکمل الفاظ یہ ہیں: (بکریوں کے باڑہ میں نماز ادا کرلو لیکن اونٹوں کے باڑہ میں نماز ادا نہ کرو)۔[1] اس حدیث کے معنی یہ ہیں کہ بکریوں کا پیشاب عموماً دور دور نہیں جاتا ہے لہذا بکریوں کے باڑے میں تو کسی پاک وصاف جگہ نماز پڑھ سکتے ہو لیکن اونٹ کا پیشاب دور دور تک بہتا ہے لہذا اونٹ کے باڑے میں پاک وصاف جگہ کا موجود ہونا دشوار ہے لہذا اونٹ کے باڑے میں نماز ادا نہ کرو۔ حقیقت یہ ہے کہ اس حدیث سے جمہور علماء اور حضرت امام ابو حنیفہ رحمہم اللہ کے موقف کی ہی تائید ہوتی ہے کہ بکری واونٹ کا پیشاب بھی ناپاک ہے اور یہ کہ زیرِ نظر حدیث ایک خصوصی واقعہ ہے جس میں حضور اکرم ﷺ کو بذریعہ وحی مطلع کردیا گیا تھا کہ اونٹ کا پیشاب پیئے بغیر ان حضرات کی شفا اور زندگی ممکن نہیں ہے۔[2]

1.1 Premarin کا شرعی حکم

گھوڑا حلال جانور ہے، اس کا پیشاب بھی ناپاک ہی ہے۔ لہذا حاملہ گھوڑی کے پیشاب سے بنی ہوئی دوائی Premarin[3] کا حکم بھی معلوم ہو سکتا ہے کہ عام حالات میں اس سے بنی دوا کا استعمال ناجائز ہے اور اضطراری حالت میں گنجائش ہے۔

---

[1] صَلُّوا فِي مَرَابِضِ الْغَنَمِ وَلاَ تُصَلُّوا فِي أَعْطَانِ الإِبِلِ (سنن الترمذي،محوله سابقا، أبواب الصلاة،باب ما جاء في الصلاة في مرابض الغنم وأعطان الإبل ، الرقم:٣٤٨)

[2] کیا اونٹ کے دودھ اور پیشاب سے بیماری کا علاج کیا جاسکتا ہے؟، محمد نجیب قاسمی سنبھلی۔

source:www.najeebqasmi.com/urdu-articles/158-miscelleneous-masail/1403-treatment-from-milk-urine-of-

[3] **Premarin® stands for Pregnant Mares' Urine (PREgnant MARes' urINe); PMU for short -Premarin (including Prempro, Premphase, Prempac, and Premelle) is a drug made up of conjugated estrogens obtained from the urine of pregnant mares -- put out in many forms (pills, creams, injections, patches, vaginal rings) and is used to reduce the symptoms of menopause in women or women who have had a hysterectomy. It is also prescribed to nearly eliminate the risk of osteoporosis (the brittling of bones) and reduce the chance of heart disease in women over 50.**

As of November 2003, approximately nine million American women are still taking some form of Premarin (1 million women in the United States were still taking Prempro pills as of June 2003, down from the 3.4 million taking the drug before the negative Women's Health Initiative study results became

2.0۔ حرام دوائی سے پرہیز

شریعت کا تقاضا ہے کہ حرام چیزوں سے کامل احتیاط اور مکمل پرہیز کیا جائے، کیونکہ یہ دوا نہیں بلکہ بیماری ہیں۔ اللہ تعالی نے ان چیزوں کو حرام بھی ان کی خباثت کی وجہ سے کیا ہے، اب ان خبیث چیزوں میں شفاء کیسے ہو سکتی ہے؟

صحیح مسلم میں روایت ہے کہ طارق بن سوید حضرمی رضی اللہ عنہ نے حضور نبی کریم ﷺ سے شراب کے متعلق پوچھا تو حضور ﷺ نے منع فرمایا۔ طارق نے عرض کیا کہ بطور دوا استعمال کرنا چاہتا ہوں۔ حضور رحمت عالم ﷺ نے فرمایا: وہ دوا نہیں، بلکہ بیماری ہے۔[1] نیز رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ نے بیماری اور اس کی دوا دونوں ہی نازل فرمائی ہیں اور ہر بیماری کے لئے دوا بھیجی اس لئے دوا کرو مگر حرام چیزوں سے دوا نہ کرو"۔[2] اور سننِ ابی داؤد میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے حدیث مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے خبیث دواء سے منع فرمایا۔[3] عہدِ رسالت میں ایک طبیب نے نبی ﷺ سے دوا میں مینڈک ڈالنے کی اجازت مانگی تو آپ نے اس کے مارنے سے منع فرمایا۔[4]

---

known). This is a reduction of 25% from the high figure of approximately 12 million women taking PMU based medications in 1999.

About a third of the approximately fifty-five million post menopausal women in the United States are on estrogen replacement therapy (ERT), or hormone replacement therapy (HRT), and of them, about 49% currently use PMU based products (down from a high of 79% in 1999) -- while there are a number of estrogens excreted by the pregnant mare, estrone sulfate, equilin, and equilenin are the most significant.It is the only human estrogen replacement drug that is derived from an animal (http://www.premarin.org)

1 إِنَّهُ لَيْسَ بِدَوَاءٍ وَلَكِنَّهُ دَاءٌ (صحيح مسلم،محوله سابقا، كتاب الأشربة، باب تَحْرِيمِ التَّدَاوِى بِالْخَمْرِ، الرقم:١٢– (١٩٦٤))

2 سننِ ابی داؤد،محوله سابقا، كتاب الطب، باب في الأدوية المكروهة ، الرقم::٣٨٧٤

3 سننِ ابی داؤد، محوله سابقا، كتاب الطب، باب في الأدوية المكروهة ، الرقم::٣٨٧٠

4 سننِ ابی داؤد، محوله سابقا، كتاب الطب، باب في الأدوية المكروهة ، الرقم::٣٨٧١

ان دلائل کی روشنی میں حنبلی[1] اور مالکی علماء[2] حرام چیزوں سے علاج کرنے کو ہر حال میں منع کرتے ہیں، ان کے نزدیک تداوی بالمحرم کسی حال میں جائز نہیں۔ جبکہ حنفی[3] اور شافعی علماء[4] ان تمام احادیث کو عمومی حالت کی ہدایات قرار دیتے ہیں اور اسی باب میں بیان کردہ حدیثِ عرینیّین سے استدلال کرتے ہوئے ضرورت وحاجت کے وقت ایسی حرام چیزوں سے علاج کی اجازت دیتے ہیں جن سے بیماری کا علاج یقینی یا کم از کم غالب گمان ہو۔

2.1۔ حرام ادویہ سے علاج کی شرائط

اگر کسی مرض کے بارے میں قابل اعتماد اور ماہر مسلم دین دار[5] ڈاکٹر حضرات کا اس پر اتفاق ہو کہ اس کا علاج شراب یا کسی حرام چیز کے علاوہ اور چیز میں نہیں ہے تو اس مرض میں اضطرار (مجبوری) کی وجہ سے شراب یا حرام چیز کو بطور دوا استعمال کرنا جائز ہو گا۔ اللہ تعالی قرآن حکیم میں ارشاد فرماتے ہیں۔

---

1 فَصْلٌ : وَلَا يَجُوزُ التَّدَاوِي بِمُحَرَّمٍ ، وَلَا بِشَيْءٍ فِيهِ مُحَرَّمٌ ، مِثْلِ أَلْبَانِ الْأُتُنِ ، وَلَحْمِ شَيْءٍ مِنْ الْمُحَرَّمَاتِ ، وَلَا شُرْبِ الْخَمْرِ لِلتَّدَاوِي بِهِ ؛ لِمَا ذَكَرْنَا مِنْ الْخَبَرِ ؛ وَلِأَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذُكِرَ لَهُ النَّبِيذُ يُصْنَعُ لِلدَّوَاءِ فَقَالَ { : إنَّهُ لَيْسَ بِدَوَاءٍ وَلَكِنَّهُ دَاءٌ } .(المغني في فقه الإمام أحمد بن حنبل الشيباني،محوله سابقا، كتابالصيد، فَصْلٌ : وَلَا يَجُوزُ التَّدَاوِي بِمُحَرَّمٍ:۱۳/۳۴۳)

2 وَقَالَ ابْنُ حَبِيبٍ : مَنْ غَصَّ بِطَعَامٍ وَخَافَ عَلَى نَفْسِهِ أَنَّ لَهُ أَنْ يُجَوِّزَهُ بِالْخَمْرِ وَقَالَهُ أَبُو الْفَرَجِ ، وَأَمَّا التَّدَاوِي بِهَا فَمَشْهُورُ الْمَذْهَبِ أَنَّهُ لَا يَجُوزُ التَّدَاوِي بِهَا وَيَجُوزُ اسْتِعْمَالُهَا لِلضَّرُورَةِ فَالْفَرْقُ أَنَّ التَّدَاوِيَ لَا يُتَيَقَّنُ الْبُرْءُ بِهَا مِنْ الْجُوعِ وَالْعَطَشِ﴿مواهب الجليل لشرح مختصر خليل، شمس الدين أبو عبد الله محمد (رياض،دار عالم الكتب) كِتَابُ الْأَطْعِمَةِ:۳۵۳/۴﴾

3 وَتَأْوِيلُ مَا رُوِيَ فِي قِصَّةِ الْعُرَنِيِّينَ أَنَّهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ عَرَفَ شِفَاءَهُمْ فِيهِ وَحْيًا وَلَمْ يُوجَدْ تَيَقُّنُ شِفَاءُ غَيْرِهِمْ ؛ لِأَنَّ الْمَرْجِعَ فِيهِ الْأَطِبَّاءُ وَقَوْلُهُمْ لَيْسَ بِحُجَّةٍ قَطْعِيَّةٍ وَجَازَ أَنْ يَكُونَ شِفَاءُ قَوْمٍ دُونَ قَوْمٍ لِاخْتِلَافِ الْأَمْزِجَةِ حَتَّى لَوْ تَعَيَّنَ الْحَرَامُ مَدْفَعًا لِلْهَلَاكِ الْآنَ يَحِلُّ كَالْمَيْتَةِ وَالْخَمْرِ عِنْدَ الضَّرُورَةِ--- وَقَدْ وَقَعَ الِاخْتِلَافُ بَيْنَ مَشَايِخِنَا فِي التَّدَاوِي بِالْمُحَرَّمِ فَفِي النِّهَايَةِ عَنْ الذَّخِيرَةِ الِاسْتِشْفَاءُ بِالْحَرَامِ يَجُوزُ إذَا عُلِمَ أَنَّ فِيهِ شِفَاءً وَلَمْ يُعْلَمْ دَوَاءٌ آخَرُ ا هـ. ﴿البحر الرائق شرح كنز الدقائق،ابن نجيم(بيروت،دار الكتب العلمية) كِتَابُ الطَّهَارَةِ:۲۰۴/۱﴾

4 (وَأَمَّا) التَّدَاوِي بِالنَّجَاسَاتِ غَيْرِ الْخَمْرِ فَهُوَ جَائِزٌ سَوَاءٌ فِيهِ جَمِيعُ النَّجَاسَاتِ غَيْرُ الْمُسْكِرِ هَذَا هُوَ الْمَذْهَبُ وَالْمَنْصُوصُ وَبِهِ قَطَعَ الْجُمْهُورُ وَفِيهِ وَجْهٌ أَنَّهُ لَا يَجُوزُ لِحَدِيثِ أُمِّ سَلَمَةَ الْمَذْكُورِ فِي الْكِتَابِ (وَوَجْهٌ ثَالِثٌ) أَنَّهُ يَجُوزُ بِأَبْوَالِ الْإِبِلِ خَاصَّةً لِوُرُودِ النَّصِّ فِيهَا وَلَا يَجُوزُ بِغَيْرِهَا حَكَاهُمَا الرَّافِعِيُّ وَهُمَا شَاذَّانِ وَالصَّوَابُ الْجَوَازُ مُطْلَقًا لِحَدِيثِ أَنَسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ (أَنَّ نَفَرًا مِنْ عُرَيْنَةَ ---- فَأَمَرَهُمْ أَنْ يَشْرَبُوا أَبْوَالَهَا وَأَلْبَانَهَا) قَالَ أَصْحَابُنَا وَإِنَّمَا يَجُوزُ التَّدَاوِي بِالنَّجَاسَةِ إذَا لَمْ يَجِدْ طَاهِرًا يَقُومُ مَقَامَهَا فَإِنْ وَجَدَهُ حَرُمَتْ النَّجَاسَاتُ بِلَا خِلَافٍ وعليه يُحْمَلُ حَدِيثُ (إنَّ اللَّهَ لَمْ يَجْعَلْ شِفَاءَكُمْ فِيمَا حَرَّمَ عَلَيْكُمْ) فَهُوَ حَرَامٌ عِنْدَ وُجُودِ غَيْرِهِ وَلَيْسَ حَرَامًا إذَا لَمْ يَجِدْ غَيْرَهُ* قَالَ أَصْحَابُنَا وَإِنَّمَا يَجُوزُ ذَلِكَ إذَا كَانَ الْمُتَدَاوِي عَارِفًا بِالطِّبِّ يَعْرِفُ أَنَّهُ لَا يَقُومُ غَيْرُ هَذَا مَقَامَهُ أَوْ أَخْبَرَهُ بِذَلِكَ طَبِيبٌ مُسْلِمٌ عَدْلٌ وَيَكْفِي طَبِيبٌ وَاحِدٌ صَرَّحَ بِهِ الْبَغَوِيّ وَغَيْرُهُ فَلَوْ قَالَ الطَّبِيبُ يَتَعَجَّلُ لَكَ بِهِ الشِّفَاءُ وَإِنْ تَرَكْتَهُ تَأَخَّرَ فَفِي إبَاحَتِهِ وَجْهَانِ حَكَاهُمَا الْبَغَوِيّ وَلَمْ يُرَجِّحْ وَاحِدًا مِنْهُمَا وَقِيَاسُ نَظِيرِهِ فِي التَّيَمُّمِ أَنْ يَكُونَ الْأَصَحُّ جَوَازُهُ (أَمَّا) الْخَمْرُ وَالنَّبِيذُ وَغَيْرُهُمَا مِنْ الْمُسْكِرِ فَهَلْ يَجُوزُ شُرْبُهَا لِلتَّدَاوِي أَوْ الْعَطَشِ فِيهِ أَرْبَعَةُ أَوْجُهٍ مَشْهُورَةٌ (الصَّحِيحُ) عِنْدَ جُمْهُورِ الْأَصْحَابِ لَا يَجُوزُ فِيهِمَا(وَالثَّانِي)يَجُوزُ (وَالثَّالِثُ) يَجُوزُ لِلتَّدَاوِي دُونَ الْعَطَشِ (وَالرَّابِعُ) عَكْسُهُ قَالَ الرَّافِعِيُّ الصَّحِيحُ عِنْدَ الْجُمْهُورِ لَا يَجُوزُ لِوَاحِدٍ مِنْهُمَا (كتاب المجموع شرح المهذب، محيي الدين يحيى بن شرف النووي(رياض،مكتبة الارشاد) كِتَابُ الْأَطْعِمَةِ:۵۴/۹﴾

5 دین دار ڈاکٹر سے ایسے ڈاکٹر حضرات مراد ہیں جن کے نزدیک دینی احکامات کی اہمیت قابلِ تسلیم ہوتی ہے، وہ اپنے شعبہ کے شرعی مسائل کا کافی حد تک علم بھی رکھتے ہیں اور وہ فیصلہ کرتے ہوئے دینی احکامات کو مد نظر رکھتے ہیں۔

ترجمہ: اس نے تو تمہارے لیے بس مردار جانور، خون، اور سور حرام کیا ہے، نیز وہ جانور جس پر اللہ کے سوا کسی اور کا نام پکارا گیا ہو۔ہاں اگر کوئی شخص انتہائی مجبوری کی حالت میں ہو (اور ان چیزوں میں سے کچھ کھالے) جبکہ اس کا مقصد نہ لذت حاصل کرنا ہو اور نہ وہ (ضرورت کی) حد سے آگے بڑھے، تو اس پر کوئی گناہ نہیں۔[1]

لہذا مجبوری میں حرام چیزوں کو بطور دوا استعمال کیا جاسکتا ہے، البتہ قرآن وحدیث کی روشنی میں فقہاء نے اس کیلئے پانچ شرطیں لکھی ہیں:

۱: حالت اضطرار کی ہو یعنی مجبوری ایسی سخت ہو کہ جان یا کسی عضو کے ضائع ہونے کا خطرہ ہو۔

۲: دوسری کوئی حلال دوا موجود نہ ہو یا پھر فائدہ مند نہ ہو۔

۳: اس حرام دوا سے مرض کا خاتمہ عموماً یقینی ہو۔

۴: لذت حاصل کرنے کی غرض سے اس دوا کا استعمال نہ ہو رہا ہو۔

۵۔: ضرورت سے زائد اس دوا کو استعمال نہ کیا جائے۔[2]

2.2۔الکحل ملی ہوئی ہومیو پیتھک ادویہ

شرعی حکم کے لحاظ سے الکحل کی تین قسمیں ہیں:

۱: وہ الکحل جو منقی یعنی انگور یا کھجور کی شراب سے بنائی گئی ہو۔یہ بالاتفاق ناپاک ہے۔جس دوا میں یہ ملائی گئی ہو وہ بھی ناپاک اور حرام ہے۔اور اس کا پینا بھی حرام ہے۔البتہ شدید اضطراری (مجبوری) حالت میں اوپر ذکر کی گئی شرائط کے مطابق اس کے استعمال کی گنجائش ہے۔

---

1 سورۃ البقرۃ، آیت نمبر: ۱۷۳

2 معارف القرآن، محمد شفیع صاحب، محولہ سابقہ: ۱/ ۴۲۶ سورۃ البقرۃ، آیت نمبر: ۱۷۳

۲: دوسری قسم وہ الکحل ہے جو انگور یا کھجور کی شراب کے علاوہ کسی اور چیز مثلاً جو، آلو، شھد، چاول وغیرہ کی شراب سے بنائی گئی ہے، اس کی پاکی اور حرمت میں فقھاء کرام کا اختلاف ہے۔ امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ اور امام ابو یوسف رحمہ اللہ کے نزدیک یہ پاک ہے اور اس مقدار میں پینا بھی کہ نشہ نہ ہو حلال ہے بشرط یہ کہ پینا بطورِ لذت نہ ہو۔ امام محمد رحمہ اللہ کے نزدیک یہ ناپاک ہے اس کی تھوڑی مقدار پینا بھی جائز نہیں ہے۔ الکحل میں چونکہ ابتلاء عام (widespread use) ہے، لہذا جس دوا میں الکحل کی دوسری قسم ہو تو اس میں ابتلائے عام کی وجہ سے گنجائش ہے کہ امام ابو حنیفہ اور امام ابو یوسف کے قول پر عمل کر لیا جائے۔ اگرچہ تقوی اور احتیاط امام محمد رحمہ اللہ کے قول پر عمل کرنے میں ہے۔

۳: تیسری قسم وہ الکحل ہے جو کسی بھی شراب سے نہ بنائی گئی ہو بلکہ کسی اور پاک چیز مثلاً منقی، کھجور، انگور، آلو، شھد اور جو وغیرہ سے براہ راست بنائی گئی ہو وہ پاک و حلال ہے۔

اگر الکحل کی قسم معلوم نہ ہو تو چونکہ اس کے ناپاک ہونے کا ظن غالب نہیں بلکہ محض یہ شبہ ہے کہ ہو سکتا ہے کہ قسم اول سے ہو تو محض اس شبہ کی وجہ سے اسکی نجاست و حرمت کا حکم نہیں لگایا جائے گا۔ لہذا جس دوا میں ایسا الکحل ملا ہو جسکے بارے میں معلوم نہ ہو کہ مذکورہ بالا تین قسموں میں سے کس قسم کا ہے تو ایسی دوا کے کھانے میں اور پینے میں گنجائش نکل سکتی ہے اور جس کپڑے کو یہ دوا یا الکحل لگے اسے ناپاک نہ کہا جائے گا۔ دھوئے بغیر کوئی نماز پڑھے تو نماز ادا ہو جائے گی۔ البتہ جس حد تک پرہیز ممکن ہو بہتر ہے۔[1]

2.3 حرام جانور سے بنی ادویات

اگر حرام جانوروں کے اعضا، گوشت وغیرہ کی حقیقت بدل کر روغن، مرھم یا ادویات بنائی جائیں یا روغن مرھم وادویات بناتے وقت کسی کیمیاوی عمل سے ان اعضاء و گوشت کی ماھیت (حقیقت) بدل جائے تو یہ چیزیں پاک ہونگیں اور ان کا استعمال جائز ہو گا۔

1 فتوی جامعہ دار العلوم کراچی، ماخذہ تبویب: ۱۹/۱۰۶

اگر ان کی ماھیت نہیں بدلتی ہے تو اس میں یہ تفصیل ہے کہ اگر سور کے علاوہ کسی بھی حرام جانور کو شرعی طور پر ذبح کرکے اسکے اعضا سے مرھم وغیرہ بنائی جائے یا ان کیڑوں (حشرات الارض) سے بنایا جائے جنمیں بہتا ہوا خون نہ ہو تو اس صورت میں بھی یہ مرھم وادویات پاک ہونگیں اور ان کا بیرونی استعمال(external use)جائز ہے لیکن اندرونی استعمال(internal use)عام حالات میں عام آدمی کے لیے جائز نہیں ہے۔ البتہ جو شخص سخت بیمار ہو اور ان کو ناقابل برداشت تکلیف ہو رہی ہو یا جان کا خطرہ ہو اور مسلمان دیندار ماہر فن طبیب یہ کہتا ہے کہ اس دوا کے سوا کوئی چارہ کار نہیں ہے تو سخت مجبوری میں بقدر ضرورت بوقت ضرورت اسکے داخلی استعمال کی بھی گنجائش ہے۔[1]

2.4 نشہ آور خشک چیزوں(Solid Intoxicants)سے بنی ادویہ

نشہ آور خشک چیزیں سب پاک ہیں اور شدید ضرورت کے وقت مثلاً کسی علاج کیلئے طبیب کی رائے سے اتنی مقدار ان خشک چیزوں کا کھانا درست ہے جو نشہ نہ لائے اور اتنی مقدار کا استعمال جس سے نشہ آتا ہو ہرگز جائز نہیں ہے۔ لیکن حتی الامکان غیر نشہ آور مقدار سے بھی پرہیز اور احتیاط زیادہ مناسب ہے کیونکہ اکثر تھوڑے سے بہت تک نوبت ضرور آجاتی ہے اور ضرورت وعدم ضرورت کا خیال نہیں رہتا۔ خشک نشہ آور اشیاء میں افیون اور اس سے حاصل نشہ آور ادویہ واشیاء مثلا کوڈی(codeine)پیتھیڈین(pethidine)ہیروئن بھنگ، گانج، چرس، معجون فلک سیر وغیرہ شامل ہیں۔[2]

2.5 انسانی دودھ یا پیشاب سے بنی دوا

عورت کا دودھ آنکھ میں یا کان میں بطور دوا کے ڈالنا جائز ہے۔ لیکن اگر کوئی متبادل دوا دستیاب نہ ہو اور عورت کے دودھ کا اس مرض میں مفید ہونا ثابت ہو تو مجبوری میں استعمال کرسکتے ہیں۔[3]

---

1 فتوی جامعہ دار العلوم کراچی، ماخذہ تبویب: ۱۱۵/۴۸۱

2 مریض ومعالج کے اسلامی احکام، عبدالواحد، محولہ سابقہ، باب دوا کے بارے میں احکام، نشہ کی چیزوں کا حکم: ۳۴۲

3 مریض ومعالج کے اسلامی احکام، عبدالواحد، محولہ سابقہ، باب دوا کے بارے میں احکام، حیوانات کا بیان: ۳۴۳

حاملہ عورت کے پیشاب سے Human Chorionic Gonadotrophin کے نام کا ایک ہارمون حاصل کیا جاتا ہے جو مرد و عورت کے بانجھ پن کے علاج میں استعمال ہوتا ہے۔ جو عورت آئسہ ہو چکی ہو یعنی اس کو حیض آنے بند ہو گئے ہوں اس کے پیشاب سے ہارمون (Human Menopausal Gonadotrophin) حاصل کیا جاتا ہے اور مرد و عورت کے بانجھ پن کے علاج میں استعمال ہوتا ہے۔ آئسہ عورت کے پیشاب سے ایک ہارمون (Follicle Stimulating Gonadotrophin) حاصل کیا جاتا ہے جو عورت کے بانجھ پن کے علاج میں استعمال کیا جاتا ہے۔ یہ دوائیں ناپاک ہیں لیکن شدید ضرورت پڑنے پر ان کے استعمال کی گنجائش ہے۔[1]

2.6 انسولین (Insulin)

انسولین دو طرح کی ملتی ہے ایک جو گائے وغیرہ سے حاصل کی جاتی ہے اور دوسری جو مصنوعی طریقوں سے حاصل کی جاتی ہے۔ دوسری قسم (humilin) وغیرہ اگرچہ نسبتاً مہنگی ہے لیکن جو مریض اس کی استطاعت رکھتے ہوں ان کیلئے فقط اسی قسم کے استعمال کی اجازت ہے پہلی قسم کا استعمال جائز نہیں۔ البتہ جو لوگ (humilin) خریدنے کی استطاعت نہ رکھتے ہوں ان کیلئے پہلی قسم کا استعمال مجبوری کی وجہ سے جائز ہو گا۔

وجہ یہ ہے کہ انسولین یورپ وغیرہ میں تیار کی جاتی ہے جہاں گائے کا ذبح بھی شرعی طریقہ پر نہیں ہوتا۔ لہذا اس سے حاصل شدہ انسولین بھی ناپاک اور حرام ہے۔ البتہ مجبوری و اضطرار کی حالت میں حرام کا استعمال بطور دوا کے جائز ہے جبکہ کوئی متبادل دوا موجود نہ ہو۔[2]

عام طور سے آج کل مارکیٹ میں مصنوعی طریقوں سے تیار شدہ انسولین ہی دستیاب ہوتی ہے جبکہ جانوروں سے اخذ شدہ انسولین کم یاب ہے۔

---

1 مریض و معالج کے اسلامی احکام، عبد الواحد، محولہ سابقہ، باب دوا کے بارے میں احکام، حیوانات کا بیان: ۳۴۸

2 مریض و معالج کے اسلامی احکام، عبد الواحد، محولہ سابقہ، باب دوا کے بارے میں احکام، حیوانات کا بیان: ۳۴۸

2.7 دوا کے حلال ہونے کی اہم شرائط:

تمام ادویہ حلال ہیں بشرطیکہ:

۱: اس میں کوئی غیر شرعی ذبیحہ یا کوئی ایسے اجزاءِ ترکیبی (ingredients) نہ ہو جو کسی غیر شرعی ذبیحہ کے گوشت سے بنے ہوں۔

۲: اس میں کوئی بھی اور کسی بھی مقدار میں حرام چیز شامل نہ ہو۔

۳: اس میں کوئی مضرِ صحت چیز شامل نہ کی گئی ہو۔

۴: مشین یا برتن جو غذا کی تیاری میں استعمال کیے گئے ہیں وہ کسی حرام سے آلودہ نہ ہو۔

۵: پروڈکشن کے درمیان مختلف مراحل میں گزرتے ہوئے عملاً اس چیز سے دور ہوں جن باتوں کا اوپر ذکر کیا گیا۔

2.8 انتقالِ خون (Blood Transfusion)

خون کے استعمال کی حرمت دو وجہ سے ہو سکتی ہے۔ ایک یہ کہ خون انسان کا ہے اور جزو انسان کا استعمال جائز نہیں۔ دوسری وجہ کہ یہ ناپاک ہے۔

جہاں تک پہلی وجہ یعنی اس کے جزو انسان ہونے کا تعلق ہے اس میں غور کرنے سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ خون اگرچہ جزوانسانی ہے مگر اس کو دوسرے انسان کے بدن میں منتقل کرنے کے لئے اعضاء انسانی میں کانٹ چھانٹ کی ضرورت پیش نہیں آتی بلکہ انجکشن کے ذریعہ خون نکال کر دوسرے بدن میں ڈالا جاتا ہے اس لئے اس حیثیت سے اس کی مثال انسانی دودھ کی سی ہوگئی جو بدن انسان سے بغیر کسی کانٹ چھانٹ کے نکلتا ہے اور دوسرے انسان کے بدن کا جزو بنتا ہے اور شریعتِ اسلام نے بچہ کی ضرورت کے پیشِ نظر انسانی دودھ ہی کو اس کی غذا قرار دیا ہے۔

بچوں کے علاوہ بڑوں کے لئے بھی دوا علاج کے لئے عورت کے دودھ کو فقہاء نے جائز قرار دیا ہے۔ فتاویٰ عالمگیری میں ہے کہ اگر آدمی عورت کا دودھ ناک میں ڈالے یا بطورِ دوائی اسے پیے تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔[1]

اس لئے جزو انسانی ہونے کی حیثیت سے اگر خون کو دودھ پر قیاس کیا جائے تو کچھ غلط قیاس نہیں۔ لہٰذا یہ کہا جاسکتا ہے کہ جس طرح شریعت اسلام نے عورت کے دودھ کو جزو انسانی ہونے کے باوجود ضرورت کی بنا پر بچوں کے لئے جائز کر دیا ہے اسی طرح ضرورت کی بنا پر خون دینا بھی جائز ہے۔

خون کا استعمال حرام ہونے کی دوسری وجہ یہ ہے کہ خون ناپاک ہے اور ناپاک دوا صرف بقدرِ ضرورت اور بوقتِ ضرورت ہی استعمال کی جاسکتی ہے۔

ان دونوں وجوہات کی بنا پر مریض کو خون دینے کے حکم میں یہ تفصیل ہے:

۱۔ جب خون دینے کی مجبوری ہو، یعنی کسی مریض کی ہلاکت کا خطرہ ہو، اور ماہر ڈاکٹر کی نظر میں اس کی جان بچنے کا اس کے سوا کوئی راستہ نہ ہو تو خون دینا جائز ہے۔

۲۔ جب خون دینے کی حاجت ہو، یعنی مریض کی ہلاکت کا خطرہ تو نہ ہو لیکن ڈاکٹر کی نظر میں خون دیئے بغیر صحت کا امکان نہ ہو اس وقت بھی خون دینا جائز ہے۔

۳۔ جب خون نہ دینے کی گنجائش ہو تو اس سے اجتناب بہتر ہے۔

۴۔ اگر کوئی شخص اس غرض سے خون چڑھوائے کہ اس سے قوت یا حسن میں اضافہ ہو گا تو ایسا کرنا جائز نہیں ہو گا۔

حضرت ابو جحیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

إِنَّ رَسُولَ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم نَهَى عَنْ ثَمَنِ الدَّمِ۔

---

1 وَلَا بَأْسَ بِأَنْ يُسْعَطَ الرَّجُلُ بِلَبَنِ الْمَرْأَةِ وَيَشْرَبَهُ لِلدَّوَاءِ(الفتاوى الهندية، محوله سابقا،كِتَابُ الْكَرَاهِيَةِ الْبَابُ الثَّامِنَ عَشَرَ فِي التَّدَاوِي وَالْمُعَالَجَاتِ:۵/۳۵۵)

ترجمہ: نبی ﷺ نے خون کی قیمت سے منع فرمایا۔[1]

لہذا خون کی خرید و فروخت تو جائز نہیں، لیکن مجبوری اور حاجت کے حالات میں جب مریض کو خون دینا جائز ہے تو ان حالات میں اگر کسی کو خون بلا قیمت نہ ملے تو اس کے لئے قیمت دے کر خون حاصل کرنا بھی جائز ہے مگر خون دینے والے کے لئے اس کی قیمت لینا درست نہیں ہے۔[2]

3.0 پوسٹ مارٹم (Post-Mortem)

اس باب کی مرکزی حدیث کے آخر میں ایک وضاحت مذکور ہے، قتادہ رحمہ اللہ نے بیان کیا کہ مجھ سے محمد بن سیرین رحمہ اللہ نے حدیث بیان کی کہ عرینیین کے لوگوں کے ہاتھ پاؤں کاٹنے کا واقعہ حدود کے نازل ہونے سے پہلے کا ہے، بعد میں اس طرح کی سزا کی ممانعت نازل ہو گئی۔ حضرت قتادہ ہی فرماتے ہیں کہ عرنین کے اس واقعہ کے بعد نبی کریم ﷺ ہمیں صدقہ کی ترغیب دیتے اور مثلہ سے منع فرماتے:

قَالَ قَتَادَةُ بَلَغَنَا أَنَّ النَّبِىَّ - صلى الله عليه وسلم - بَعْدَ ذَلِكَ كَانَ يَحُثُّ عَلَى الصَّدَقَةِ ، وَيَنْهَى عَنِ الْمُثْلَةِ.[3]

کسی شخص کے بعض اعضاء کاٹ نے یا ان کو مسخ کرنے کو مثلہ (mutilation) کہتے ہیں۔اسے نبی کریم ﷺ سخت منع فرمایا ہے، دشمنانِ اسلام سے جہاد کے لیے جب لشکر روانہ فرماتے تب بھی آپ ﷺ ان کو بھی مثلہ کرنے کی ممانعت فرماتے۔[4] حتی کہ آپنے جانوروں کو مثلہ کرنے والے پر لعنت فرمائی ہے:[5]

---

1 صحيح البخارى، محوله سابقا، كتاب البيوع، باب ثمن الكلب، الرقم:٢١٢٢

2 مریض و معالج کے اسلامی احکام، عبد الواحد، محولہ سابقہ، باب انتقالِ خون: ٣٨٥

3 صحيح البخارى، محوله سابقا، كتاب المغازى، باب قِصَّةِ عُكْلٍ وَعُرَيْنَةَ ، الرقم:٣٩٥٦

4 كَانَ رَسُولُ اللَّهِ –صلى الله عليه وسلم– إِذَا أَمَّرَ أَمِيرًا عَلَى جَيْشٍ أَوْ سَرِيَّةٍ أَوْصَاهُ فِى خَاصَّتِهِ بِتَقْوَى اللَّهِ وَمَنْ مَعَهُ مِنَ الْمُسْلِمِينَ خَيْرًا ثُمَّ قَالَ « اغْزُوا بِاسْمِ اللَّهِ فِى سَبِيلِ اللَّهِ قَاتِلُوا مَنْ كَفَرَ بِاللَّهِ اغْزُوا وَ لاَ تَغُلُّوا وَلاَ تَغْدِرُوا وَلاَ تَمْثُلُوا (سنن الترمذى، محوله سابقا، كتاب السير، باب ما جاء في وصيته صلى الله عليه و سلم في القتال، الرقم:١٦١٧)

5 عَنِ ابْنِ عُمَرَ لَعَنَ النَّبِىُّ صلى الله عليه وسلم مَنْ مَثَّلَ بِالْحَيَوَانِ (صحيح البخارى، محوله سابقا، كتاب الذبائح، باب مَا يُكْرَهُ مِنَ الْمُثْلَةِ وَالْمَصْبُورَةِ ، الرقم:٥١٩٦)

چونکہ پوسٹ مارٹم میں بھی بعد از مرگ میت کے جسم کی قطع برید کی جاتی ہے، اسلیے اس کی شرعی حیثیت کو ان صفحات میں زیرِ بحث لیا گیا ہے:

میت کا پوسٹ مارٹم (Post-Mortem) کئی اغراض ومقاصد کے لئے کیا جاتا ہے۔ جن میں سے چند اہم مقاصد واغراض مندرجہ ذیل ہیں۔

۱۔ غیر معلوم نعش کی شناخت کرنا۔

۲۔ موت کے بعد کی مدت اور وقت معلوم کرنا یعنی یہ معلوم کرنا کہ موت کب اور کس وقت واقع ہوئی ہے اور اس کے بعد کتنی مدت گزری ہے؟

۳۔ نومولود میں اس کی تحقیق کرنا کہ وہ پیدائش کے وقت زندہ تھا یا نہیں اور اگر زندہ تھا تو اس میں زندہ رہنے کی صلاحیت بھی تھی یا نہیں۔

۴۔ موت کا سبب معلوم کرنا یعنی میت کا انتقال کس ظاہری سبب سے ہوا ہے۔ موت کا سبب معلوم کرنے میں کئی مصلحتیں اور مقاصد ہوتے ہیں مثلاً:

الف۔ اگر کسی شخص کی موت کا سبب معلوم نہ ہو تو تفتیشِ جرائم کا محکمہ یہ جاننے کی کوشش کرتا ہے کہ اس کی موت زہر کھانے سے ہوئی یا گلا گھونٹنے سے یا ڈوب کر یا اور کسی پوشیدہ سبب کے نتیجہ میں ہوئی، تاکہ ظالم کی شناخت کرکے اس کو سزا دی جائے، اس کی سرکوبی کی جائے اور جرائم کی راہ مسدود کی جائے۔

ب۔ بسا اوقات ایسے بھی ہوتا ہے کہ کسی کا انتقال ہوا اور موت کا سبب معلوم نہیں ہوتا، جس کی بناء پر کسی بے قصور شخص کو شبہ میں گرفتار کرلیا جاتا ہے، اس پر ظلم اور زیادتی کی جاتی ہے، نعش کا پوسٹ مارٹم کرنے کے بعد یقینی طور پر معلوم ہوجاتا ہے کہ وہ شخص اپنی طبعی موت مرا ہے یا اس نے خودکشی کی ہے، کسی نے اسے مارا یا قتل نہیں کیا، ایسی صورت میں وہ بے قصور شخص رہا ہوجاتا ہے، اور اس کی جان چھوٹ جاتی ہے۔

ج۔ موت کا سبب معلوم کرنے کی ایک حکمت یہ بھی ہوتی ہے کہ بسا اوقات وبائی مرض پھیل جاتا ہے، ڈاکٹر پوسٹ مارٹم کے ذریعے موت کے اسباب کا پتہ لگاتے ہیں، اسباب معلوم ہونے پر ان کا علاج اور مناسب احتیاطی تدابیر اختیار کرنے کا حکم صادر کرتے ہیں۔

۵۔ تشریح الابدان(anatomy) کی تعلیم وتدریس مقصود ہوتی ہے جیسا کہ بعض میڈیکل کالجز میں لاوارث مردہ شخص کی لاش کی کانٹ چھانٹ (body dissection) اور چیر پھاڑ کی جاتی ہے، اور اس کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ طب سے منسلکہ طلبہ عملی طور پر انسانی اعضاء کا مشاہدہ کر سکیں اور انسانی اعضاء کی ترکیب، ہڈیوں کے جوڑ، مختلف اعضاء اچھی طرح معلوم ہوسکیں، آیندہ عملی میدان میں آپریشن (Operation) کرنے میں سہولت ہو نیز بیماری اور اس کے اسباب اور طریق علاج پر عبور حاصل ہو۔

اس وقت پوسٹ مارٹم عموماً مندرجہ بالا اغراض ومقاصد کے لئے کیا جاتا ہے، لیکن طب وسائنس کے میدان میں جس رفتار سے روز بروز ترقی ہو رہی ہے، اس کے پیشِ نظر مستقبل قریب یا بعید میں انسانی وطبی علوم کی ترقی کے نتیجے میں مزید کئی اغراض ومقاصد ایسے سامنے آسکتے ہیں جو بظاہر انسانی لاش کی قطع وبرید کا تقاضا کرتے ہوں۔[1]

پوسٹ مارٹم کی شرعی حیثیت تک پہنچنے میں درجِ ذیل اصولِ دین معاون ہیں:

ا۔ جیسے کسی زندہ کے جسم کو ایذاء پہنچانا حرام ہے اسی طرح موت کے بعد اس کے جسم کو توڑ پھوڑ اور کانٹ چھانٹ سے محفوظ رکھنا واجب ہے۔ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے:

« كَسْرُ عَظْمِ الْمَيِّتِ كَكَسْرِهِ حَيًّا ».[2]

ترجمہ: مردہ کی ہڈی توڑنا ایسا ہی گناہ ہے جیسے زندہ کی ہڈی توڑنا۔

---

1 پوسٹ مارٹم اور اسکی شرعی حیثیت، ریاض محمد بگرامی (راولپنڈی، الخلیل پبلکیشن ہاؤس) پوسٹ مارٹم کے اغراض ومقاصد: ۳۴، ۳۳

2 سنن أبی داود، محوله سابقا، كتاب الجنائز، باب في الحفار يجد العظم هل يتنكب ذلك المكان ، الرقم:۳۲۰۷

حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں رسول اللہ صَلَّى ٱللَّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جب اپنے لشکر روانہ کرتے تھے تو ان سے فرماتے تھے کہ نہ تو عہد توڑنا اور نہ مثلہ کرنا۔[1]

۲۔ میت کا چیرنا ناجائز ہے، صرف کسی دوسرے زندہ کی جان بچانے کے لیے یا مالِ محترم کے محفوظ کرنے کے لیے جبکہ اس کا کوئی بدل نہ ہو، انتہائی ضرورت میں اس کی اجازت دی گئی ہے۔[2]

۳۔ جس امر کا جواز کسی ضرورت کی بنا پر ہو وہ فقط ضرورت کے بقدر ہو گا اس سے زیادہ جائز نہیں۔[3]

۴۔ ستر کا چھپانا جس طرح زندگی میں فرض ہے اسی طرح موت کے بعد بھی فرض ہے۔ اسی طرح پردے کے احکام بھی ایسے ہی باقی رہتے ہیں[4]

مذکورہ شرعی اصولوں کا حاصل یہ ہے کہ:

۱۔ میت کے بیرونی معائنہ میں ستر اور پردے کے احکام کو مد نظر رکھنا ضروری ہے۔

۲۔ میت کے جسم کو پھاڑنا چیرنا جیسا کہ پوسٹ مارٹم کے اندرونی معائنہ میں کیا جاتا ہے اس کے احترام کے منافی ہے اور جب تک کوئی ایسی قوی وجہ اور شدید ضرورت نہ ہو کہ اس کی بے حرمتی کو نظر انداز کیا جاسکے، چیر پھاڑ جائز نہیں ہو سکتی۔

پوسٹ مارٹم معائنہ سے اصل غرض یہ ہونی چاہئے کہ موت کا کوئی ایسا سبب معلوم ہو جائے کہ یقینی طور پر یا غالب گمان کے طور پر میت میں موت کی نسبت اس کی طرف کی جاسکے۔ اگر وہ ظاہری معائنہ سے معلوم ہو جائے تو بس

---

1 سنن الترمذی، محوله سابقا، كتاب السير، باب ما جاء في وصيته صلى الله عليه و سلم في القتال، الرقم: ۱۶۱۷

2 امداد الفتاوی، اشرف علی تھانوی (کراچی، مکتبہ دار العلوم کراچی، ۲۰۰۶ء) باب الجنائز، شقِ لاش وتاخیرِ دفنِ بعض اعضاء: ۵۸۹/۱

3 مَعْلُومٌ مِنْ قَاعِدَةِ إنَّ الضَّرُورَةَ تُتَقَدَّرُ بِقَدْرِهَا (حاشية رد المحتارعلى الدر المختار، محوله سابقا، بَابُ الْعِدَّةِ، فَصْلٌ فِي الْحِدَادِ: ۵۳۲/۳)

4 وَتُسْتَرُ عَوْرَتُهُ بِخِرْقَةٍ ؛ لِأَنَّ حُرْمَةَ النَّظَرِ إلَى الْعَوْرَةِ بَاقِيَةٌ بَعْدَ الْمَوْتِ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ { : لَا تَنْظُرُوا إلَى فَخِذِ حَيٍّ وَلَا مَيِّتٍ } وَلِهَذَا لَا يُبَاحُ لِلْأَجْنَبِيِّ غُسْلُ الْأَجْنَبِيَّةِ دَلَّ عَلَيْهِ مَا رُوِيَ عَنْ عَائِشَةَ أَنَّهَا قَالَتْ كَسْرُ عَظْمِ الْمَيِّتِ كَكَسْرِهِ وَهُوَ حَيٌّ لِيُعْلَمَ أَنَّ الْآدَمِيَّ مُحْتَرَمٌ حَيًّا وَمَيِّتًا وَحُرْمَةُ النَّظَرِ إلَى الْعَوْرَةِ مِنْ بَابِ الِاحْتِرَامِ ﴿ بدائع الصنائع في ترتيب الشرائع، ء ء الدين الكاسانى(كوئته، مكتبة رشيدية ،۱۴۱۶ھ) كِتَابُ الصَّ ةِ، فَصْلٌ: بَيَانُ كَيْفِيَّةِ الْغُسْلِ: ۲۵/۲﴾

اس پر اکتفا کیا جائے اس سے تجاوز کر کے نعش کی چیر پھاڑ کرنا جائز نہیں۔ اور اگر فی الواقع ظاہری معائنہ کافی نہ ہو اور کسی انتہائی قوی ضرورت کی بنا پر اندرونی معائنہ کرنا پڑے تو فقط اتنا حصہ کھولا جائے جو تحقیق کے لئے واقعی ضروری ہو۔ اس سے تجاوز کرنا قطعاً جائز نہیں۔

ایک واقعہ میں ایک بائیس سالہ نوجوان کی نعش لائی گئی جس کو خنجر کا وار کر کے ہلاک کیا گیا تھا۔ اس کو بیضوی شکل کا بھونکا ہوا زخم 3 سم لمبا اور ڈیرھ سم چوڑا کمر پر لگا۔ یہ زخم دائیں کمر پر درمیان سے ساڑھے چار سم باہر کی جانب اور دائیں Scapula کے 7 سم نیچے اور اندر کی جانب واقع تھا۔ ماہرین کا اندازہ تھا کہ زخمی ہونے کے بعد ایک گھنٹے کے اندر اندر وہ مر گیا تھا۔ کمر کی جانب قمیص خون سے بھری ہوئی تھی اور بہت سا خون ضائع ہو چکا تھا۔

اس Case میں ظاہری معائنہ سے موت کا ایسا سبب سامنے ہے جس کی طرف موت کی نسبت یقینی طور پر بلا کسی تردد کے کی جا سکتی ہے۔ شرعی اصولوں کی روشنی میں اب ایسی کوئی قوی وجہ موجود نہیں کہ نعش کا ستر کھولا جائے اور اس کی چیر پھاڑ کی جائے۔[1]

3.1 پوسٹ مارٹم کی جائز صورتیں

انہی شرعی اصولوں سے پوسٹ مارٹم کے جائز استعمالات بھی واضح ہو جاتے ہیں:

ا۔ میت سے کسی زندہ شخص کو ایسا خطرہ لاحق ہو جو میت کی چیر پھاڑ (پوسٹ مارٹم) کے بغیر ممکن نہ ہو۔ مثلاً کسی مردہ عورت کے پیٹ میں زندہ بچہ کو نکالنا جائز ہے۔ علامہ ابن الھمام رحمہ اللہ نے اس مسئلہ کو یوں ذکر کیا ہے: امْرَأَةٌ حَامِلٌ مَاتَتْ وَاضْطَرَبَ فِي بَطْنِهَا شَيْءٌ وَكَانَ رَأْيُهُمْ أَنَّهُ وَلَدٌ حَيٌّ شُقَّ بَطْنُهَا اور اس کی وجہ بھی بیان کی ہے کہ لِأَنَّ فِي الْمَسْأَلَةِ الْأُولَى إِبْطَالَ حُرْمَةِ الْمَيِّتِ لِصِيَانَةِ حُرْمَةِ الْحَيِّ فَيَجُوزُ .[2]

---

1 مریض و معالج کے اسلامی احکام، عبد الواحد، محولہ سابقہ، باب پوسٹ مارٹم معائنہ: ۳۲۳،۳۲۲

2 فتح القدير شرح هداية، كمال الدين محمد بن عبد الوحد ابن الهمام(كوئته، مكتبة رشيدية)كِتَابُ الصَّلَاةِ، فَصْلٌ فِي الدَّفْنِ: ۱۰۲/۲

۲۔ کسی کی ایسی حق تلفی ہو رہی ہو کہ اس کا ازالہ چیر پھاڑ کے بغیر ممکن نہ ہو مثلاً کسی شخص نے دوسرے کا ہیرا یا قیمتی موتی نگل لیا اور مر گیا تو اسکو نکالنے کیلئے پیٹ کو چیرنا بشرطیکہ اس کا نکالنا چیر پھاڑ کے بغیر ممکن نہ ہو اور نہ ہی میت کی ملکیت میں اتنا مال ہو کہ جس سے اسکے ہیرے کی قیمت ادا کی جاسکے اور نہ ہی کوئی اپنے ذمہ میں لینے کو تیار ہو۔[1]

۳۔ قتل کی صورت میں وجوہات قتل کا پتہ چلانا مقتول کی چیر پھاڑ (پوسٹ مارٹم) کے بغیر ممکن نہ ہو۔ مثال کے طور پر متوفی کے ورثاء یہ کہیں کہ اسکو قتل کیا گیا ہے اور قتل کے شبہ میں گرفتار شخص یہ کہے کہ یہ طبعی موت مرا ہے تو ایسی صورت میں موت کا سبب معلوم کرنے کیلئے بقدر ضرورت پوسٹ مارٹم معائنہ جائز ہے کیونکہ اگر ثابت ہو جائے کہ یہ طبعی موت نہیں مرا بلکہ قتل کیا گیا ہے یا زخمی ہونے سے مرا ہے تو مقتول کے ورثاء کو قاتل یا اسکے عاقلہ سے قصاص یا دیت کا حق ہے اور اگر ثابت ہو جائے کہ یہ شخص قتل نہیں کیا گیا ہے بلکہ طبعی موت مرا ہے تو قتل میں گرفتار شخص کی تکلیف کا ازالہ ضروری ہے۔ لہذا دونوں صورتوں میں کسی کا حق دلانے کی غرض سے پوسٹ مارٹم جائز ہے۔

مذکورہ بالا صورتوں میں بوقت ضرورت اور بقدر ضرورت میت کی قطع وبرید (پوسٹ مارٹم) جائز ہے۔

اس کے برعکس اگر کوئی ضرورت شدیدہ نہ ہو جیسا کہ آجکل ہوتا ہے کہ ہر حادثہ اور ہر قتل کے بعد شرعی ضرورت کے بغیر بھی پوسٹ مارٹم کیا جاتا ہے تو اس صورت میں پوسٹ مارٹم کرنا ناجائز ہے اس سے بچنا واجب ہے۔[2]

تاہم چونکہ بعض صورتوں میں پوسٹ مارٹم معائنہ کی بقدرِ ضرورت اجازت ہے لہذا اگر ڈاکٹر صاحبان پوسٹ مارٹم کے علاوہ دیگر جائز کام بھی بطور ڈیوٹی سرانجام دیتے ہیں تو ایسی صورت میں ان کا مذکورہ شعبے میں ملازمت کرنا جائز ہے اور اس سے حاصل ہونے والی تنخواہ بھی حلال ہے۔ البتہ اگر اس شعبے میں کام کرنے والے

---

1 (قَوْلُهُ : وَالْأَوْلَى نَعَمْ) لِأَنَّهُ وَإِنْ كَانَ حُرْمَةُ الْآدَمِيِّ أَعْلَى مِنْ صِيَانَةِ الْمَالِ لَكِنَّهُ أَزَالَ احْتِرَامَهُ بِتَعَدِّيهِ (حاشية رد المحتارعلى الدر المختار، محوله سابقا، كِتَابُ الصَّلَاةِ، مَطْلَبٌ فِي دَفْنِ الْمَيِّتِ: ۲/۲۳۸)

2 ماخوز از فتوی دارالافتاء جامعہ دارالعلوم کراچی: ۴۲۸۔۳۸۔ بحوالہ: اسلامی طریقہ علاج معالجہ، محولہ سابقہ، علاج معالجہ کے متعلق شرعی مسائل: ۴۴۸/۴

ڈاکٹر بلا ضرورت شدیدہ پوسٹ مارٹم کرتے ہوں تو ان کا یہ عمل ناجائز ہوگا اور اس حد تک تنخواہ کا حصہ بھی ناجائز ہوگا تاہم اس کی وجہ سے ان کی کل تنخواہ کو حرام یا ساری ملازمت کو ناجائز نہیں کہا جائے گا۔[1]

3.2 پوسٹ مارٹم سے قاتل کی تعیین

پوسٹ مارٹم سے موت کی وجہ تو معلوم ہو سکتی ہے یا طبعی یا حادثاتی موت میں سے کسی ایک کو متعین بھی کیا جا سکتا ہے لیکن محض پوسٹ مارٹم رپورٹ سے کسی کو قاتل قرار دیدینا اور اسی کی بنیاد پر اسے سزا دیدینا جائز نہیں ہے کیونکہ وجوہات قتل معلوم کرنے کے احادیث میں درجِ ذیل طریقے موجود ہیں:

۱۔ مدعی قتل سے گواہ طلب کئے جائیں۔

۲۔ اگر گواہ نہ ہوں تو قسم لی جائے۔

۳۔ اگر نامعلوم قاتل قتل کر کے فرار ہو گیا ہو تو اس علاقے کے لوگوں سے معلوم کیا جائے اگر قاتل معلوم ہو جائے تو بہتر ورنہ اس علاقہ کے پچاس مردوں سے قسم لی جائے اور قسم اٹھانے کے بعد ان پر دیت لازم کر دی جائے۔

مذکورہ شرعی اصولوں کو چھوڑ کر بلا دلیل اور بلا فائدہ غیر شرعی تفتیش کے تحت مردہ انسان کی غرض سے قطع وبرید (پوسٹ مارٹم) کرنا ناجائز ہے۔[2]

حضرت مفتی محمود رحمہ اللہ کا فتوی ہے:

پوسٹ مارٹم معائنہ کے ذریعہ جو ثبوت جرم ہو وہ شرعی ثبوت نہیں اور ایسے ثبوت کی بنا پر کسی کو مجرم قرار دے کر سزا دینے کا بھی حق نہیں۔[3]

---

1 فتوی دارالافتاء جامعہ دارالعلوم کراچی، ماخذہ التبویب ۶۸/۷۴۶ بحوالہ: اسلامی طریقہ علاج معالجہ، علاج معالجہ کے متعلق شرعی مسائل: ۴/۷۴۴

2 انسانی اعضا کی پیوندکاری اور اسکے احکام: ۳۸ بحوالہ: اسلامی طریقہ علاج معالجہ، محولہ سابقہ، علاج معالجہ کے متعلق شرعی مسائل: ۴/۷۴۶

3 اسلامی طریقہ علاج معالجہ، محولہ سابقہ، علاج معالجہ کے متعلق شرعی مسائل: ۴/۷۴۴

پوسٹ مارٹم یا اس سے ملتے جلتے ذرائع مثلاً بالوں اور انگلیوں کے نشان(fingerprint) وغیرہ کے ذریعے شناخت کرنے والے فن یعنی forensic science کے بہت سے طریقے اور ضوابط ایسے ہیں جو سائنسی اور قانونی بنیادوں پر بھی تسلیم شدہ(established) نہیں۔

University of Pittsburgh کے شعبہ قانون کے استاذ اور "Failed Evidence: Why Law Enforcement Resists Science" کے مصنف David A. Harris اپنے Washington Post کو دیے گئے انٹرویو میں یوں تبصرہ کرتے ہیں:

"Most of what we call forensic science did not begin in any kind of traditional scientific setting, using the scientific method; these forensic procedures came from police investigation efforts, refined in police laboratories. Therefore, most of them bore none of the safeguards and guarantees of traditional science, and did not function that way. They were based on human experience and judgment, not data-grounded work; they were intuitive, rather than experimentally based. The conclusions of the National Academy's 2009 report were only surprising for people outside the scientific community: With the exception of DNA-based identification, procedures that had always been called forensic science were not science at all, in any real sense. The emperor had no clothes.

Because there was no scientific basis for most of these procedures, forensic testing was not anything like as reliable as most people had thought; errors were made and not caught; new (and ultimately completely unreliable) forensic methods, such as bite mark analysis and hair analysis, were introduced and used, without any kind of validation, with disastrous results. In addition, we have learned much about the errors unintentionally introduced

by traditional law enforcement procedures using traditional methods of eyewitness identification and suspect interrogation."[1]

4.0 میڈیکل تعلیم کا کیلئے لاشوں کی چیر پھاڑ (Dissection)

پوسٹ مارٹم کی طرح یہ مسئلہ بھی مثلہ سے مشابہت رکھتا ہے، اسی لیے اس کی وضاحت بھی ضروری ہے:

بعض میڈیکل کالجوں میں انسان کے اندرونی اعضاء کا تفصیل سے مشاہدہ کرنے کیلئے لاشوں کی چیر پھاڑ کی جاتی ہے اس مقصد کیلئے لاوارث لاشوں کو کالجوں کے سرد خانوں (Cold Storage) میں رکھا جاتا ہے۔ ان لاشوں میں مرد اور عورتیں دونوں ہوتے ہیں ایک لاش کو چند طلبا (جن میں لڑکے اور لڑکیاں مخلوط ہوتے ہیں) کے حوالے کر دیا جاتا ہے یہ طلباء ان لاشوں کی تفصیل سے چیر پھاڑ کرتے ہیں حتیٰ کہ ایک ایک عصب پٹھا، ہڈی، جوڑ، شریان، ورید، سب الگ الگ ہو جاتا ہے۔ اس تمام عمل میں کئی دن صرف ہوتے ہیں۔

درج ذیل شرعی وجوہات کو مدِ نظر رکھا جائے تو طبی مہارت کی غرض سے انسانی لاشوں کی چیر پھاڑ شرعاً حرام معلوم ہوتی ہے:

۱۔ مسلمان میت کو غسل دینا کفن پہنانا نماز جنازہ پڑھنا اور پھر دفن کرنا شرعاً تمام اہل اسلام کے ذمہ فرض کفایہ اور میت کا حق ہے اس صورت میں احکام بالا کی تعمیل ہونا ممکن نہیں اس سے باخبر تمام مسلمان فرض کفایہ کے ترک اور مسلمان کے حقوق ضائع کرنے کی وجہ سے گناہ گار ہوتے ہیں۔

۲۔ حق تعالیٰ شانہ نے انسان اور باقی تمام مخلوقات میں ایک بنیادی فرق رکھا ہے انسان کو خلافت خداوندی اور عزت و کرامت عطا کی گئی ہے جبکہ باقی تمام مخلوقات عالم کو انسان کے فائدے کیلئے اسکے تصرف میں

[1] Henry Farrell, "Most forensic science isn't real science. Try telling that to the criminal justice system", The Washington Post, April 13, 2017. Source: https://www.washingtonpost.com/news/monkey-cage/wp/2017/04/13/most-criminal-forensic-science-isnt-real-science-jeff-sessions-just-shut-down-efforts-to-change-that/?utm_term=.386dcf528d51

دیا گیا ہے تاکہ وہ اس میں جوڑ توڑ کر کے انکو اپنے استعمال میں لائے۔ انسانی لاشوں کی چیر پھاڑ کی مشق کرنے سے بھی انسان کو دائرہ انسانیت سے نکال کر متاع وجمادات کی قسم میں داخل کر دیا جاتا ہے۔

۳۔ یہ شرعی حکم ہے کہ لاش کا مثلہ نہ کرو، اس حکم کی خلاف ورزی ہوتی ہے۔

۴۔ ایسا کرنے سے انسانی جسم کی توہین وتذلیل ہے جو کہ مقام وتکریم کے قطعاً خلاف ہے۔

۵۔ بعض احادیث کی رو سے مردہ کی روح بھی اسی طرح دردوالم کو محسوس کرتی ہے جیسا کہ زندہ انسان کی روح اور مردہ کو بھی ایذاء پہنچتی ہے اور اس عمل میں ایذاء ہونا ظاہر ہے۔

۶۔ کوئی سلیم الفطرت شخص اپنے ساتھ یا اپنے کسی عزیز کی لاش کے ساتھ اس معاملہ کو پسند نہیں کرتا تو جو چیز اپنے لیے پسند نہیں کی جاتی تو آخر لاوارث اور غرباء کی لاشوں کے لیے وہ کیسے پسند کی جاتی ہے جبکہ اسلام کی نظر میں نفس ہونے کی حیثیت سے بادشاہ وفقیر، امیر وغریب، طاقتور اور کمزور سب برابر اور انسانی حقوق میں سب یکساں ہیں۔

۷۔ لاوارث غرباء مساکین کی لاشوں کے ساتھ یہ معاملہ کرنا قساوت قلبی اور سخت معاشرتی بے رحمی ہے معاشرہ کا فرض ہے کہ لاوارث لاشوں کا اسی طرح احترام کرے جیسا کہ ہر شخص اپنے اقرباء کی لاشوں کا کرتا ہے یہ کیسا عدل ہے اور انسانی ہمدردی، غرباء پروری اور رحمدلی کی کونسی قسم ہے۔[1]

۸۔ میت کے ستر چھپانے کا لحاظ نہیں کیا جاتا ہے۔ جو لوگ تعلیم کے سلسلے میں لاشوں کی قطع وبرید کرتے ہیں ان میں لڑکے اور لڑکیاں دونوں ہوتی ہیں جن کے لیے مخالف جنس میت کے مستور حصوں کو دیکھنا جائز نہیں بلکہ گناہ کبیرہ ہے۔ مزید برآں ایسے تجربوں کیلئے صرف دیکھنا کافی نہیں بلکہ ہاتھوں سے اسے پکڑنا اور چھونا پڑتا ہے اور لاش کی قطع وبرید کرنا پڑتی ہے۔ یہ سب چیزیں الگ الگ مستقل گناہ ہیں۔[2]

---

1 خیر الفتاویٰ، خیر محمد جالندھری، (ملتان، مکتبہ امدادیہ) باب الجنائز، لاوارث لاش پر عملِ جراحی کی مشق کرنا: ۳/۳۱۷ تا ۳۱۹

2 انسانی اعضاء کی پیوندکاری اور شرعی احکام: ۳۶ بحوالہ: اسلامی طریقہ علاج معالجہ، محولہ سابقہ: ۴/۴۴۸

تشریح الابدان کا پائیدار حل تلاش کرنا علمائے کرام اور دیندار ڈاکٹرز کی ذمے داری ہے۔ یہ ایک مشترکہ انسانی حاجت ہے کہ فن جراحی کے ماہرین تیار کئے جائیں لیکن اس کیلئے کوئی جائز طریقہ تجویز کرنا ماہرین فن کا کام ہے۔[1]

اس مسئلے کے درج ذیل حل ہوسکتے ہیں:

۱۔ موجودہ دور میں مصنوعی ڈھانچے اور مصنوعی اجسام (Dummies) تیار کئے جاتے ہیں تشریح الابدان کے علم کے حصول کیلئے ان سے مدد لی جاسکتی ہے۔

۲۔ جانوروں کے جسم مینڈک، بندر، بن مانس وغیرہ کے جسمانی تجزیہ سے فائدہ اٹھایا جاسکتا ہے۔

۳۔ (Dissection) کے عنوان پر سابقہ تیار شدہ تصاویر، فلموں اور کمپیوٹر وغیرہ کو استعمال کرکے علم حاصل کیا جاسکتا ہے۔

۴۔ مریضوں کے آپریشن کے مواقع پر ان طلبا کو مشاہدہ کراکے تشریح الابدان کا علم دیا جاسکتا ہے۔ بلکہ شاید یہ طریقہ زیادہ مفید ہو کیونکہ آپریشن کے وقت اعضاء اپنی اصلی ترین حالت پر ہوتے ہیں جبکہ مردہ ہوجانے کے بعد اعضاء گلنے اور انکو محفوظ کرنے کی غرض سے لگائے جانے والے کیمیکل کی وجہ سے زیادہ تر اصلی حالت پر نہیں ہوتے۔

اگر یہ مصنوعی اور حیوانی اجسام اس مقصد کیلئے کافی نہ ہو تو تعلیم و مشق کی ضرورت پورا کرنے کے لیے انسانی نعشوں کا بقدرِ ضرورت وقتی قطع وبرید درست ہے اس لیے کہ فقہ کا اصول ہے کہ جہاں دو نقصان سے دوچار ہونا ناگزیر ہوجائے وہاں اہم ترین نقصان سے بچنے کیلئے کم تر نقصان کو گوارا کرلیا جائیگا۔[2]

دار العلوم دیوبند کے سابق مفتی حضرت مفتی سید مہدی حسن رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ علمِ جراحی مسلمانوں کے لیے حاصل کرنا لازمی اور ضروری ہے اور ادھر قاعدہ بھی یہ ہے الضَّرَرُ یُزَالُ اور الضَّرُورَاتُ تُبِیحُ

---

1 خیر الفتاویٰ، خیر محمد جالندھری، محولہ سابقہ، باب الجنائز، لاوارث لاش پر عملِ جراحی کی مشق کرنا: ۳/۳۱۷تا۳۱۹

2 وَالْأَصْلُ أَنَّ الضَّرَرَ الْأَشَدَّ یُزَالُ بِالْأَخَفِّ (حاشیة رد المحتارعلی الدر المختار، محوله سابقا، کِتَابُ الغضب، مَطْلَبٌ شری دارا وسکنها :۱۹۲/۶)

الْمَحْظُورَاتِ پس ضرورت اور مجبوریوں کی وجہ سے یہ عملِ جراحی جائز ہے۔ دار العلوم دیوبند کے صدر مفتی حضرت مفتی نظام الدین صاحب رحمہ اللہ اس کی تائید میں فرماتے ہیں کہ وَلَكُمْ فِي الْقِصَاصِ حَيَاةٌ يَا أُولِي الْأَلْبَابِ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ اور آیاتِ قتال کے اشارے بھی اس طرف ہیں[1]

الغرض ڈاکٹری تعلیم کیلئے انسانی لاشوں کو قطع وبرید کرنا اصلانا جائز ہے۔ اصل حکم یہ ہے کہ انسانی لاش کو فوراً دفنا دیا جائے۔ لہذا عملِ جراحی کے مقصد کیلئے انسانی لاش کو سرد خانہ وغیرہ میں محفوظ کر کے رکھنا ناجائز ہے البتہ اگر میڈیکل کالجوں میں سرد خانہ (کولڈ اسٹوریج) انسانی لاشوں کی حفاظت کے علاوہ دیگر کاموں کیلئے بھی استعمال ہوتا ہو تو سرد خانہ میں کام کرنے والے عملے کا اپنے کام کی تنخواہ وصول کرنا جائز ہو گا[2].

---

1 علاج و معالجہ کے شرعی احکام، انعام الحق قاسمی سیتامڑی (کراچی، زمزم پبلشرز) سرجری کے ذریعے علاج: ۱۰۸

2 فتوی دارالافتاء جامعہ دارالعلوم کراچی: ۵۳/۱۱۵۷ بحوالہ: اسلامی طریقہ علاج معالجہ، محولہ سابقہ، علاج معالجہ کے متعلق شرعی مسائل، تشریح الابدان کے لیے لاشوں کی چیڑ پھاڑ: ۴۴۵۳/

بَابُ الْحَبَّةِ السَّوْدَاءِ:

باب: کلونجی (Nigella sativa)

عنوان کی وضاحت:

طبِ نبوی میں غذا کے ذریعے شفا کن چیزوں سے حاصل کی جا سکتی ہے، امام بخاری رحمہ اللہ ان پر تسلسل سے ابواب لا رہے ہیں۔ وہ غذائیں جن میں نبی کریم ﷺ نے شفا بتائی ہے، ان میں کلونجی ممتاز درجہ رکھتی ہے، حتی کہ امام بخاری رحمہ اللہ نے اس باب میں اس کی افادیت پر جن دو روایات کو نقل کیا ہے، ان دونوں میں اسے موت کے علاوہ ہر بیماری کے لیے کیمیا قرار دیا گیا ہے۔

پہلی حدیث

۵۳۶۳ عَنْ خَالِدِ بْنِ سَعْدٍ، قَالَ: خَرَجْنَا وَمَعَنَا غَالِبُ بْنُ أَبْجَرَ فَمَرِضَ فِي الطَّرِيقِ، فَقَدِمْنَا الْمَدِينَةَ وَهُوَ مَرِيضٌ، فَعَادَهُ ابْنُ أَبِي عَتِيقٍ، فَقَالَ لَنَا: عَلَيْكُمْ بِهَذِهِ الْحُبَيْبَةِ السَّوْدَاءِ فَخُذُوا مِنْهَا خَمْسًا أَوْ سَبْعًا، فَاسْحَقُوهَا، ثُمَّ اقْطُرُوهَا فِي أَنْفِهِ بِقَطَرَاتِ زَيْتٍ، فِي هَذَا الْجَانِبِ، وَفِي هَذَا الْجَانِبِ، فَإِنَّ عَائِشَةَ حَدَّثَتْنِي أَنَّهَا سَمِعَتِ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، يَقُولُ: "إِنَّ هَذِهِ الْحَبَّةَ السَّوْدَاءَ شِفَاءٌ مِنْ كُلِّ دَاءٍ، إِلَّا مِنَ السَّامِ، قُلْتُ: وَمَا السَّامُ، قَالَ: الْمَوْتُ."

ترجمہ: حضرت خالد بن سعد رحمہ اللہ نے بیان کیا کہ ہم شہر سے باہر گئے ہوئے تھے اور ہمارے ساتھ غالب بن ابجر رضی اللہ عنہ بھی تھے۔ وہ راستہ میں بیمار پڑ گئے پھر جب ہم مدینہ واپس آئے اس وقت بھی وہ بیمار ہی تھے۔ ابن ابی عتیق رضي اللہ عنہ ان کی عیادت کے لیے تشریف لائے اور ہم سے کہا کہ انہیں یہ کالے دانے (کلونجی) استعمال کراؤ، اس کے پانچ یا سات دانے لے کر پیس لو اور پھر زیتون کے تیل میں ملا کر ناک کے اس طرف اور اس طرف اسے قطرہ قطرہ کر کے ٹپکاؤ۔ کیونکہ (میری پھپو) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے مجھ سے بیان کیا کہ انہوں نے نبی

کریم ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ یہ کلونجی ہر بیماری کی دوا ہے سوائے سام کے۔ میں نے عرض کیا سام کیا ہے؟ فرمایا کہ موت ہے۔

1.0۔ دوائی تجویز کرنے کا اختیار

اس حدیث میں ابن ابی عتیق رضی اللہ عنہ غالب بن ابجر رضی اللہ عنہ کی عیادت کے لیے تشریف لائے اور ان کے لیے دوائی بھی تجویز کی۔ ان کے اس عمل سے ہمارے معاشرے کی اس روایت کی بظاہر تائید ہوتی ہے کہ عیادت کرنے والے مریض سے ہمدردی کا اظہار کرتے ہوئے اسے دوائی ضرور تجویز کرتے ہیں۔ ہر شخص اپنے تجربات اور ناقص علم کی بنیاد پر پر مرض کی تشخیص اور علاج کی تجویز میں ضرور حصہ لیتا ہے اور اسے ہی اختیار کرنے پر ایک درجے میں اصرار بھی کرتا ہے۔ ان بن بلائے عطائی ڈاکٹروں کی تجاویز کی وجہ سے مریض اکثر اوقات ذہنی اور سماجی دباؤ کا بھی شکار ہو جاتا ہے۔

بلاشبہ جس شخص کو علمِ طب پر عبور اور مہارت نہ ہو، اس کے لیے جائز نہیں کہ بلا تکلف لوگوں کو علاج تجویز کرتا پھرے اور محض اپنے سابقہ تجربات اور ادھوری معلومات کی بنیاد پر ایک جیسے مریضوں کو ایک ہی دوائی کے فوائد سنا کر انہیں اس دوائی کے استعمال پر اصرار کرے۔ نبی کریم ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے علمِ طب سے وافر حصہ نصیب کیا تھا پھر بھی آپ اکثر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو طبیب کے پاس جانے اور ان کی مہارت سے فائدہ اٹھانے کی تلقین کرتے تھے۔

سعد رضی اللہ عنہ کہتے ہیں میں بیمار ہوا تو رسول اللہ ﷺ میری عیادت کے لیے آئے، آپ نے میری دونوں پسلیوں کے درمیان اپنا ہاتھ رکھا، میں نے اس کی ٹھنڈک اپنے دل میں محسوس کی، آپ ﷺ نے فرمایا: ”تمہیں دل کی بیماری ہے حارث بن کلدہ کے پاس جاؤ جو قبیلہ ثقیف کے ہیں، وہ دوا علاج کرتے ہیں، ان کو چاہیئے کہ

مدینہ کی عجوہ کھجوروں میں سات کھجوریں لیں اور انہیں گٹھلیوں سمیت کوٹ ڈالیں پھر اس کا لدو دبنا کر تمہارے منہ میں ڈالیں"۔[1]

غور فرمایئے! نبی کریم ﷺ نے خداداعلم سے مرض کی تشخیص اور علاج کی تجویز فرمائی لیکن ڈاکٹر سے رجوع کرنے اور اس کی ہدایات کے مطابق نسخہ استعمال کرنے کی تلقین بھی، یہی اعتدال بھی ہے اور احتیاط بھی، مفید دوا کا تذکرہ بھی ہو اور مستند ڈاکٹر کی طرف راہنمائی بھی۔

زیرِ نظر حدیث میں حضرت ابنِ ابی عتیق رضی اللہ عنہ نے جو نسخہ تجویز کیا تھا علامہ ابنِ حجر رحمہ اللہ کی تحقیق کے مطابق وہ اس زکام کا علاج ہے جس کے ساتھ بہت چھینکیں آتی ہیں۔ شاید حضرت غالب بن ابجرؓ کو زکام ہو رہا ہو گا اسلیے انہوں نے یہ نسخہ بتایا۔ بظاہر حدیث کے اندازِ بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ مذکورہ نسخہ حضرت ابنِ ابی عتیق رضی اللہ عنہ کا ہے لیکن علامہ ابنِ حجر رحمہ اللہ نے اسکی اصل کو تلاش کیا تو اس سے قریب ترین نسخہ انہیں حدیث میں ہی مل گیا۔ علامہ مستغفری رحمہ اللہ نے کتاب الطب میں حضرت عبد اللہ بن بریدہؓ سے روایت نقل کی ہے جس میں نبی کریم ﷺ نے کلونجی کو استعمال کرنے کا طریقہ بتایا کہ (کلونجی کے اکیس دانے لو اور ایک رومال میں باندھ کر رات بھر پانی میں چھوڑدو۔ صبح ہو جائے تو ناک کی دائیں جانب ایک قطرہ اور بائیں جانب دو قطرے ڈالو۔ جب اگلا دن ہو تو دائیں جانب دو قطرے اور بائیں جانب ایک قطرہ ڈالو، جب تیسرا دن ہو تو دائیں جانب ایک قطرہ اور بائیں جانب دو قطرے ڈالو[2] اس روایت سے یہ حقیقت واضح ہو جاتی ہے کہ یہ خود ساختہ یا کوئی تجرباتی نسخہ نہیں تھا بلکہ طبیبِ اعظم ﷺ کا بتایا ہوا نسخہ تھا جسے ابنِ ابی عتیق رضی اللہ عنہ نے محض نقل کیا ہے۔

---

1 سننِ ابی داؤد،محولہ سابقا، کتاب الطب ، باب في تمرة العجوة ، الرقم:٣٨٧٥

2 تَأْخُذ إِحْدَى وَعِشْرِينَ حَبَّة فَتَصُرّهَا فِي خِرْقَة ثُمَّ تَضَعهَا فِي مَاء لَيْلَة ، فَإِذَا أَصْبَحْت قَطَرْت فِي الْمَنْخِر الْأَيْمَن وَاحِدَة وَفِي الْأَيْسَر اِثْنَتَيْنِ ، فَإِذَا كَانَ مِنْ الْغَد قَطَرْت فِي الْمَنْخِر الْأَيْمَن اِثْنَتَيْنِ وَفِي الْأَيْسَر وَاحِدَة ، فَإِذَا كَانَ الْيَوْم الثَّالِث قَطَرْت فِي الْأَيْمَن وَاحِدَة وَفِي الْأَيْسَر اِثْنَتَيْنِ(فتح الباری،محوله سابقا، كِتَاب الطِّبّ،بَاب الْحَبَّة السَّوْدَاء: ١٠/١٤٤)

دوسری حدیث

۵۳۶۴ أَخْبَرَنِي أَبُو سَلَمَةَ، وَسَعِيدُ بْنُ الْمُسَيِّبِ، أن أبا هريرة أخبرهما أَنَّهُ سَمِعَ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، يَقُولُ: "فِي الْحَبَّةِ السَّوْدَاءِ شِفَاءٌ مِنْ كُلِّ دَاءٍ، إِلَّا السَّامَ"، قَالَ ابْنُ شِهَابٍ، وَالسَّامُ: الْمَوْتُ، وَالْحَبَّةُ السَّوْدَاءُ: الشُّونِيزُ.

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا کہ سیاہ دانوں میں ہر بیماری سے شفاء ہے سوائے سام کے۔ ابن شہاب نے کہا کہ » سام موت ہے اور سیاہ دانہ کلونجی کو کہتے ہیں۔

2.0۔ کلونجی میں تمام بیماریوں کی شفاء ہونے کا مطلب

علامہ ابنِ حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ بعض اطباء کا کہنا ہے کہ اگرچہ حدیث کا مفہوم عام ہے لیکن اس سے مراد صرف وہ امراض ہیں جو کلونجی کو قبول کرلیں، کیونکہ کلونجی کی تاثیر خشک اور گرم ہوتی ہے، اس لیے یہ صرف ان امراض کو دور کرتی ہے جو اس کی ضد ہیں۔ لیکن علامہ اس کی تردید کرتے ہیں کہ جب حدیث میں اسے عام رکھا گیا ہے تو حدیث کے ظاہری الفاظ کو چھوڑنے کی کیا ضرورت ہے۔ بلاشبہ کلونجی تمام بیماریوں کے لیے مفید ہے، بعض امراض میں منفرد اور بعض بیماریوں میں مرکب، اس کو کسی بھی دوا میں خاص مقدار اور مناسب ترکیب کے ساتھ شامل کیا جائے تو اس کے صحت بخش اثرات مرتب ہوتے ہیں۔[1]

اب کس بیماری میں اور کس دوا میں کلونجی کو کس مقدار سے ملایا جائے کہ یہ حدیث کے مطابق شفا بخش ثابت ہو، یہ مسلم اطبا کی تحقیق کا وہ میدان ہے جو شاید ابھی تک ویران پڑا ہوا ہے۔

1 فتح الباری، محولہ سابقا، كِتَاب الطِّبّ، بَاب الْحَبَّة السَّوْدَاء: ۱۰/۱۴۴

3.0۔ کلونجی کے فوائد۔ قدیم وجدید تحقیقات

بہر حال، اس باب کی دونوں احادیث کا مرکزی مضمون یہی ہے کہ کلونجی ہر قسم کی بیماریوں میں شفا بخش ہے۔ اس ضمن میں حکیم راحت نسیم سوہدروی نے کلونجی کے فوائد پر تفصیلی مضمون تحریر کیا ہے، جس کے کچھ حصے ملاحظہ کیجیے:

"اطبائے قدیم کلونجی اور اس کے بیجوں کے استعمال سے خوب واقف تھے۔ طبی کتب سے معلوم ہوتا ہے کہ قدیم یونانی اطباء کلونجی کے بیج کو معدے اور پیٹ کے امراض، مثلاً ریاح، گیس کا ہونا، آنتوں کا درد، کثرت ایام، استسقا، نسیان (یاداشت کی کمی) رعشہ، دماغی کمزوری، فالج اور افزائش دودھ کے لئے استعمال کراتے رہے ہیں۔

کلونجی کی یہ ایک اہم خاصیت ہے کہ یہ گرم اور سرد دونوں طرح کے امراض میں مفید ہے، جب کہ اس کی اپنی تاثیر گرم ہے اور سردی سے ہونے والے تمام امراض میں مفید ہے، کلونجی نظام ہضم کی اصلاح کے لئے اکسیر کا درجہ رکھتی ہے۔ ریاح، گیس اور بد ہضمی میں اس سے بہت فائدہ ہوتا ہے۔ وہ لوگ جن کو کھانے کے بعد پیٹ میں بھاری پن، گیس یا ریاح بھر جانے اور اپھارے کی شکایت محسوس ہوتی ہو، کلونجی کا سفوف تین گرام کھانے کے بعد استعمال کریں تو نہ صرف یہ شکایت جاتی رہے گی بلکہ معدے کی اصلاح بھی ہو گی۔

کلونجی کو سرکے کے ساتھ ملا کر کھانے سے پیٹ کے کیڑے مر جاتے ہیں سردیوں کے موسم میں جب تھوڑی سی سردی لگنے سے زکام ہونے لگتا ہے تو ایسی صورت میں کلونجی کو بھون کر باریک پیس لیں اور کپڑے کی پوٹلی بنا کر بار بار سونگنے سے زکام دور ہو جاتا ہے۔ اگر چھینکیں آ رہی ہوں تو کلونجی بھون کر باریک پیس کر روغنِ زیتون میں ملا کر اس کے تین چار قطرے ناک میں ٹپکانے سے چھینکیں جاتی رہیں گی۔ کلونجی مدر بول (پیشاب آور) بھی ہے۔ اس کا جوشاندہ شہد میں ملا کر پینے سے گردے اور مثانے کی پتھری بھی خارج ہو جاتی ہے۔

جن خواتین کو دودھ کم آنے کی شکایت ہو اور ان کا بچہ بھوکا رہ جاتا ہو، وہ کلونجی کے چھے سات دانے صبح نہار منہ اور رات سونے سے قبل دودھ کے ساتھ استعمال کر لیا کریں۔ اس سے ان کے دودھ کی مقدار میں اضافہ ہو جائے

گا۔البتہ حاملہ خواتین کو کلونجی کا استعمال نہیں کرنا چاہیے۔جن خواتین کو ایام کم یا درد کے ساتھ آتے ہوں یا پیشاب کم یا تکلیف سے آتا ہو، وہ کلونجی کا سفوف تین گرام روزانہ استعمال کر لیا کریں تو ایسی شکایت جاتی رہے گی۔

آج کی مشینی زندگی اور جدید لوازمات نے انسان کو اعصابی طور پر مفلوج کر کے رکھ دیا ہے اور ہر دوسرا انسان اعصابی دباؤ اور تناؤ میں مبتلا ہے۔ایسے لوگ کلونجی کے چند دانے روزانہ شہد کے ساتھ استعمال کر لیا کریں، چند دنوں میں خود کو بہتر محسوس کریں گے پیٹ اور معدے کے امراض، پھیپڑوں کی تکالیف اور خصوصاد مے کے مرض میں کلونجی بہت مفید ہے۔کلونجی کا سفوف نصف سے ایک گرام تک صبح نہار منہ اور رات کو سونے سے قبل ہمراہ شہد استعمال کروایا جاتا ہے۔یہ پرانی پیچش اور جنسی امراض میں بھی مفید ہوتا ہے جن لوگوں کو ہچکیاں آتی ہوں وہ کلونجی کو سفوف تین گرام، کھانے کے ایک چمچ مکھن میں ملا کر استعمال کریں تو فائدہ ہوتا ہے۔

ماہرین طب و سائنس کلونجی پر تحقیقی کام کر رہے ہیں اور انہوں نے اسے مختلف امراض میں مفید پایا ہے، اس پر مزید تحقیق جاری ہے۔گزشتہ سال برطانیہ سے کلونجی پر تحقیق کے لئے پاکستان آنے والی ایک خاتون نے بتایا تھا کہ ایک ملٹی نیشنل دواساز ادارہ کلونجی سے ایک کریم تیار کرنا چاہتا ہے، کیونکہ کلونجی پر تحقیق کے بعد معلوم کیا گیا ہے کہ اس میں ضروری روغن پائے جاتے ہیں۔پاکستان کے ایک ممتاز سائنسدان نے جامعہ کراچی کے شعبۂ کیمیا میں کلونجی پر جو تحقیق کی ہے اس کے مطابق کلونجی کے الکایڈز کسی اور شے سے حاصل نہیں ہوتے۔

کلونجی کے استعمال سے لبلبے کی خصوصی رطوبت، انسولین میں اضافہ ہونے سے مرض ذیابیطس کو فائدہ ہوتا ہے۔ذیابیطس کے مریض کلونجی کے سات دانے روزانہ صبح نگل لیا کریں۔طب نبوی کے معروف محقق و معالج ڈاکٹر خالد غزنوی ذیابطس کے مریضوں کو کلونجی کے بیج تین حصے اور کاسنی کے بیج ایک حصہ استعمال کروا کر مفید نتائج حاصل کر چکے ہیں۔"[1]

[1] کلونجی کے فوائد اور جدید تحقیقات و تجربات، حکیم راحت نسیم سوہدروی

Source:http://www.urduweb.org/mehfil/threads76408/کلونجی-کے-فوائد-اور-جدید-تحقیقات-و-تجربات.76408/

حال ہی میں امریکن یونیورسٹی آف شارجہ کے شعبہ طبیات کے پروفیسر Majdalawieh AF نے اپنے تحقیقی مضمون میں کلونجی کو کینسر کے علاج میں مفید ثابت کیا ہے۔ ان کے مضمون کے نتائج درجِ ذیل ہیں:

N. sativa is among the most commonly used herb in the history of mankind. N. sativa is considered by many to be a “miracle” herb due to its effective therapeutic potential to alleviate signs and symptoms of many diseases including cancer. The anti-cancer properties of N. sativa have been mainly attributed to its ability to exert potent anti-proliferative, pro-apoptotic, anti-oxidant, antimutagenic, and anti-metastatic roles.

The protective effects of N. sativa against tumor initiation and progression have also been attributed, at least in part, to their ability to suppress inflammation and exert immune-boosting effects. Enhancement of NK cytotoxic activity against cancer cells and regulation of signaling pathways, such as iNOS, p53, and caspases, mediate the potential of N. sativa to subdue tumorigenesis and cancer.

In vitro and in vivo experimental findings suggest that N. sativa extracts can potentially be employed in the development of effective therapeutic agents that can be employed in the regulation of various stages of tumorigenesis and treatment of many types of cancer. Further studies are definitely needed to shed more light on the molecular and cellular mechanisms underlying the anti-cancer effects of N. sativa. Such research endeavors will hopefully elucidate the exact signaling pathways implicated in the suppressive role that N. sativa extracts play in tumorigenesis and cancer.

Moreover, although the preclinical, experimental evidence suggesting potent anti-cancer effects of various N. sativa extracts is compelling, preventive and clinical studies that directly point to the anti-cancer potential of N. sativa extracts are still lacking. Future studies should focus on establishing a direct link between the reported anti-cancer effects of N. sativa extracts and cancer prevention/treatment in preclinical and clinical settings.[1]

---

[1]Amin F. Majdalawieh & Muneera W. Fayyad, Recent advances on the anti-cancer properties of Nigella sativa, a widely used food additive, Journal of Ayurveda and Integrative Medicine 7 (2016) 173e180

بَابُ التَّلْبِينَةِ لِلْمَرِيضِ

باب: مریض کے لیے تلبینہ (Barley Porridge)

عنوان کی وضاحت:

شفابخش غذاؤں کی فہرست میں امام بخاری رحمہ اللہ مستند احادیث سے اضافہ فرماتے جارہے ہیں۔ انہی میں ایک تلبینہ بھی ہے۔

تلبینہ ایک غذا ہے جو سوپ کی طرح ہوتا ہے، جو (گندم یا جَو کے) آٹے اور چھان سے بنایا جاتا ہے، بسا اوقات اس میں شہد اور دودھ بھی ملایا جاتا ہے، اسے تلبینہ اس لئے کہتے ہیں کہ اسکا رنگ دودھ جیسا سفید اور دودھ ہی کی طرح پتلا ہوتا ہے۔[1]

تلبینہ کی ترکیب نہایت آسان ہے۔ کھانے کا ایک بڑا چمچہ بھر کر جو کا آٹا لے کر ایک لیٹر پانی میں گھول لیں اور اس میں تین (3) بڑے چمچے چینی ڈال کر اُبالیں۔ چینی کے بجائے شہد بھی استعمال کیا جاسکتا ہے۔ اُبالنے کے بعد تین، چار منٹ ہلکی آنچ پر پکالیں۔ جب ٹھنڈا ہو جائے تو ایک کپ دودھ ڈال لیں۔ مریض بقدر ضرورت استعمال کرے، جسے جو کا آٹا موافق نہ ہو وہ گندم کا آٹا استعمال کر سکتا ہے۔

تلبینہ کے فوائد اور ترکیبِ استعمال لکھنے کے بعد ڈاکٹر امجد صاحب اپنے مضمون کے اختتام میں دعوتِ فکر دیتے ہیں کہ تلبینہ صحت مند افراد بھی استعمال کرسکتے ہیں اور ان کے لئے بھی مفید ہے۔ افسوس ہے کہ ہمارے ملک میں (Ensure) قسم کی مہنگی چیزیں مریض کے غذا کے لیے استعمال کی جاتی ہیں، حالانکہ نبوی نسخہ ان سب سے بہت بہتر اور سَستا ہے۔[2]

---

1 فتح الباری، محوله سابقا، كِتَاب الطِّبّ، بَاب التَّلْبِينَة لِلْمَرِيضِ: ۱۰/۱۴۶

2 الحجامہ علاج بھی سنت بھی، ڈاکٹر امجد احسن علی (کرچی، گا با سنز) صحت کے بنیادی اصول قرآن و حدیث کی روشنی میں: ۴۲

پہلی حدیث

۵۳۶۵ عَنْ عُرْوَةَ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا: أَنَّهَا كَانَتْ تَأْمُرُ بِالتَّلْبِينِ لِلْمَرِيضِ وَلِلْمَحْزُونِ عَلَى الْهَالِكِ، وَكَانَتْ تَقُولُ إِنِّي سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، يَقُولُ: "إِنَّ التَّلْبِينَةَ تُجِمُّ فُؤَادَ الْمَرِيضِ وَتَذْهَبُ بِبَعْضِ الْحُزْنِ."

ترجمہ: حضرت عروہ بیان کرتے ہیں کہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیمار کے لیے اور میت کے سوگواروں کے لیے تلبینہ پکانے کا حکم دیتی تھیں اور فرماتی تھیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا آپ ﷺ نے فرمایا کہ تلبینہ مریض کے دل کو سکون پہنچاتا ہے اور غم کو کچھ دور کرتا ہے۔

1.0۔دل کے مریض کا ایک ذاتی تجربہ

ڈاکٹر خالد غزنوی اپنے ایک مریض کا حیرت انگیز واقعہ اسی کی زبانی بیان کرتے ہیں:

مجھے کئی دنوں سے نیند کم آرہی تھی۔ دن کے وقت مجھے کمزوری "نقاہت" بھوک میں کمی، بیزاری محسوس ہوتی رہی۔ یہ سلسلہ دو دن جاری رہا پھر چکر آنے لگے۔ لیکن میں اپنے روزمرہ کے کاموں میں مصروف رہا۔ تیسرے دن جب صبح کی اذان کے بعد بیدار ہوا تو جسم میں اٹھنے کی سکت نہ تھی۔ متلی کے چکر آرہے تھے۔ گھر والوں نے دو بڑے چمچے شہد کو پانی میں گھول کر مجھے دیا۔ جس سے میں غسل خانے جانے کے قابل ہوسکا۔ معمولات اور نماز کے بعد ناشتہ کیا۔ اس دوران متلی جاری رہی اور چکر آتے رہے۔ پھر قے ہوگئی اور نقاہت میں شدید اضافہ ہوا۔

گردن کے پیچھے شدید درد تھا۔ کمزوری کے ساتھ پسینے آنے لگے تو میں نے محسوس کیا کہ معاملہ زیادہ خراب ہے۔ اس لیے ہسپتال کی ایمرجنسی میں لے جایا گیا۔ وہاں پر معائنہ اور دل کی ECG ہوئی اور بتایا کہ میرا دل تکلیف کی زد میں ہے۔ ڈاکٹر کی ہدایت پر مکمل آرام کیا اور دن میں 2-3 مرتبہ بڑا چمچ شہد پیتا رہا۔ دن اور رات گزرے۔ بیماری میں نہ کوئی کمی آئی اور نہ ہی بڑھی۔

دل کے ایک بڑے ہسپتال میں ماہرین کے ساتھ میری ذاتی واقفیت تھی۔ اس لیے اگلے دن وہاں گیا۔ ان لوگوں نے بڑی توجہ کے ساتھ میرا معائنہ کیا اور مشورہ دیا کہ میں ہسپتال میں داخل ہو جاؤں۔ECG میں دل کے افعال متاثر تھے۔ لیکن خون کے تمام ٹیسٹ نارمل آئے۔ میرے اصرار پر انہوں نے مجھے نسخہ لکھ دیا۔ بستر پر پڑے رہنے کی تاکید کی اور ایک ہفتہ کے دوبارہ معائنہ کے لیے آنے کو کہا۔

میرا بالواسطہ تعلق طب کے شعبہ سے ہے۔ اور ڈاکٹر خالد غزنوی صاحب سے اکثر ملاقات رہتی ہے۔ ان کو اپنے دل کی حالت سے مطلع کیا۔ ان کی رائے بھی چندروز ہسپتال میں عارضی قیام کی تھی۔ لیکن میں اپنے خاندان میں دل کے دورہ کی دہشت پھیلا کر ان سب کو پریشان کرنے پر تیار نہ تھا۔ اس لیے مجھے میرے گھر میں اس طرح رکھا گیا جیسے کہ ہسپتال میں داخل ہوں۔

تکلیف کے تیسرے روز میں نے صبح کا ناشتہ جو کے دلیا سے کیا جس میں شہد ملایا گیا تھا۔ اس کے بعد دھو کر پانچ کھجوریں۔ نماز فجر کے ساتھ بڑا چمچ شہد پانی میں اور اسی طرح عصر کی نماز کے بعد شہد پیا گیا۔ عصر کے شہد کے ساتھ دو کھجوریں۔

ڈاکٹر صاحب کی خواہش تھی کہ کھجوروں کے ساتھ ان کی گٹھلیاں بھی کھائی جائیں۔ لیکن میرا خیال تھا کہ میرا دورہ زیادہ شدید نہیں۔ اس لیے دلیا کھجوریں اور شہد ہی میرے لیے کافی ہوں گے اور اگر نہ ہوئے تو گٹھلیاں بعد میں شامل کریں گے۔

اس علاج کے ایک ہفتہ میں تے متلی اور چکر ختم ہوگئے۔ جسم میں تھوڑی سی جان بھی آگئی۔ لیکن بازو میں درد بدستور رہا۔ سانس پھولتا رہا۔ دل کے ڈاکٹر ہفتہ وار معائنہ کرتے رہے۔ اور میری صحت کو تندرستی کی جانب قرار دیتے رہے۔ ایک ماہ کے بعد ECG میں بھی بہتر آگئی۔ خون بار بار ٹیسٹ ہوا۔ چھاتی کے ایکسرے بھی نارمل تھے۔ اس لیے میں دہشت زدہ نہ تھا۔ میں ایک سال تک ہر ماہ ہسپتال جانا اور معمول کی پڑتال سے گزرتا رہا۔ سال کے بعد یہ فیصلہ ہوا کہ ECG میں معمولی سی کجی بدستور موجود ہے۔ لیکن یہ کجی بیماری کی موجودگی کی علامت نہ سمجھی گئی۔ بلکہ اس نشان کو دل کے عضلات میں زخم کے بھرنے کا نشان Healed Spot قرار دیا گیا۔

مجھے چکنائی، بسیار خوری اور ذہنی دباؤ سے پرہیز کرتے پورا سال گزر گیا تھا۔ اگرچہ دو ماہ بعد میں کام پر جانے لگا تھا۔ لیکن اپنے آپ کو تھکن سے بچا کر رکھتا تھا۔ ایک سال کے مسلسل علاج، پرہیز اور احتیاط کے بعد اب میں بفضلہٖ بالکل تندرست اور توانا ہوں۔ لیکن صبح ناشتہ میں جو کا دلیا شہد ڈال کر باقاعدگی سے کھاتا ہوں۔ اور دلچسپ بات یہ ہے کہ میں نے اس پورے عرصہ میں کوئی دوائی نہیں کھائی۔[1]

2.0۔ فرحت بخش غذا کی تاثیر

باب کی اس حدیث میں تلبینہ کا فائدہ یہ آیا ہے کہ یہ غم کے ہلکا کرنے کا ذریعہ ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ غم اور فکر سے انسانی جسم کی حرارت طبعی کو نقصان پہنچتا ہے اور اس سے دل بھی کمزور ہو جاتا ہے۔ تلبینہ بدنی حرارت بڑھا کر دل کو فرحت بخشتا ہے کیونکہ اس میں مفرّح (خوش گوار) غذائی اجزاء شامل ہیں۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ مغموم شخص کے قویٰ، اعضاء پر خشکی غالب ہونے کی وجہ سے کمزور پڑ جاتے ہیں، خاص طور پر معدے میں غذاء کی کمی کی وجہ سے خشکی زیادہ ہو جاتی ہے۔ اس تلبینہ سے ان اعضاء کو طراوت، تقویت اور غذا سبھی چیزیں پہنچتی ہیں اور یہی سب اثرات دل پر بھی مرتب ہوتے ہیں۔[2]

دل کے مریض کے اس نبوی نسخہ سے ایک اہم طبی ہدایت بھی حاصل ہوئی کہ دوا کی تشخیص میں مریض کی جسمانی ضروریات، اس کی غذائی عادات، ملکی و علاقائی عادات کو سامنے رکھتے ہوئے ایسی دوا و غذا کا انتخاب کرنا چاہیے جو مریض کے لئے فرحت بخش ہو۔

دوسری حدیث

۵۳۶۶ عَنْ عَائِشَةَ "أَنَّهَا كَانَتْ تَأْمُرُ بِالتَّلْبِينَةِ، وَتَقُولُ: هُوَ الْبَغِيضُ النَّافِعُ."

---

1 دل کی بیماریاں اور علاج نبوی، خالد غزنوی (لاہور، الفیصل ناشران، ۲۰۱۱) باب دل کا دورہ اور مقویات: ۹۲تا۹۵

2 الحجامہ علاج بھی سنت بھی، ڈاکٹر امجد احسن علی، محولہ سابقہ، صحت کے بنیادی اصول قرآن و حدیث کی روشنی میں: ۴۲

ترجمہ:عائشہ رضی اللہ عنہا تلبینہ پکانے کا حکم دیتی تھیں اور فرماتی تھیں کہ اگرچہ وہ (مریض کو) ناپسند ہوتا ہے (کیونکہ مریض کی طبیعت دودھ وغیرہ اور دوسری نرم غذاؤں سے اکتا جاتی ہے) لیکن وہ اس کو فائدہ دیتا ہے۔

3.0۔تلبینہ کے مزید فوائد

ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث ہے کہ اگر ان کے خاندان میں فوتگی ہو جاتی تو اس گھر میں خواتین جمع ہو کر [تعزیت کرتیں اور] پھر اپنے اپنے گھروں کو چلی جاتیں، صرف میت کے گھر والے اور انتہائی قریبی لوگ رہ جاتے، تو وہ تلبینہ بنانے کا حکم کرتیں، تو دلیہ بنایا جاتا، اور پھر ثرید [چوری] بنا کر اس پر تلبینہ ڈال دیا جاتا، عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ: اہل میت کی خواتین کو اس میں سے کھانے کا کہتی، اور انہیں بتلاتی کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ: تلبینہ مریض کے دل کی ڈھارس باندھنے کیلئے اچھا ہے، اس سے غم میں کچھ کمی آتی ہے۔[1]

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا مزید بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تم نفع بخش مگر ناپسندیدہ چیز یعنی تلبینہ استعمال کرو اس لیے کہ رسول اللہ ﷺ کے گھر کا کوئی فرد جب بیمار ہوتا تو حریرہ کی ہانڈی آگ پر چڑھتی رہتی جب تک کہ دو رخوں میں سے ایک رخ کھل کر سامنے نہ آجاتا "یعنی موت یا صحت"۔[2]

اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے ایک دوسری روایت ہے: رسول اللہ ﷺ سے جب ذکر کیا جاتا کہ فلاں مبتلائے درد ہے کھانا نہیں کھاتا تو آپ فرماتے کہ اسے تلبینہ کھلاؤ، چنانچہ یہ حریرہ مریض کو دیا جاتا آپ نے فرمایا قسم اس ذات کی جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے یہ تلبینہ تمہارے پیٹ کو اس طرح صاف شفاف کر دیتا ہے جیسے کوئی عورت اپنا چہرہ گرد و غبار سے صاف کر کے نکھار لیتی ہے۔[3]

ڈاکٹر خالد غزنوی لکھتے ہیں کہ جو کا دلیا ایک طاقتور اور مفید غذا ہے۔ پیٹ سے تیزابیت دور کرنے کے علاوہ یہ خون کی کولیسٹرول کو کم کرتا ہے اور پرانی قبض کا بہترین علاج ہے۔ ہم کو اس نسخہ سے پچھلے ۱۵ سالوں سے نہایت ہی اچھے نتائج حاصل ہوتے رہے ہیں۔[4]

---

1 صحيح البخارى، محوله سابقا، كتاب الأطعمة، باب التَّلْبِينَةِ، الرقم: ۵۱۰۱

2 سنن ابن ماجه، محوله سابقا، كتاب الطب، باب التلبينة ، الرقم: ۳۴۴۵

3 مسند أحمد بن حنبل، محوله سابقا، مسند النساء، حديث السيدة عائشة ، الرقم: ۳۵۰۰۵

4 علاج نبوی اور جدید سائنس پیٹ کی بیماریاں، محولہ سابقہ، بھوک نہ لگنا: ۳۹

بَابُ السَّعُوطِ

باب: ناک میں دواڈالنا.(Instilling Nasal Drops)

عنوان کی وضاحت:

غذاؤں سے علاج کے متعلق احادیث نقل کرنے کے بعد امام بخاری رحمہ اللہ علاج بالدواء کے متعلق ذخیرہ احادیث سے مستند احادیث کا سلسلہ شروع فرمارہے ہیں۔ ادویہ (medicine) سے پہلے غذاؤں کے تذکرہ کرکے امام بخاری رحمہ اللہ نے طبِ نبوی کے ایک زریں اصول کی طرف اشارہ کیا ہے کہ بیماریوں کا علاج پہلے مفید و شفابخش غذاؤں سے کیا جائے۔ اسی لیے علامہ ابنِ قیم رحمہ اللہ نے طبِ نبوی کے ماہر ڈاکٹر کی ایک علامت یہ لکھی ہے کہ وہ دواؤں سے صرف اس صورت میں علاج کرتا ہے جب صرف غذا سے شفاملنی مشکل نظر آئے[1]

طبِ نبوی سے ادویہ کے متعلق راہنمائی کا سلسلہ شروع کرتے ہوئے امام بخاری رحمہ اللہ ناک میں دوا ڈالنے کے متعلق روایت نقل فرمارہے ہیں۔

٥٣٦٧ عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، احْتَجَمَ وَأَعْطَى الْحَجَّامَ أَجْرَهُ وَاسْتَعَطَ.

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہمانے روایت کی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے پچھنا لگوایا اور پچھنا لگانے والے کو اس کی مزدوری دی اور ناک میں دواڈلوائی۔

تشریح: سعوط ناک میں پہنچانے والی دوا کو کہتے ہیں۔اس کے لیے مفرد و مرکب دونوں ہی قسم کی دوائیں کام میں لائی جاتی ہیں ان دواؤں کو چھان کر یا گوندھ کر یا کبھی سفوف بنا کر کسی چیز میں حل کرکے انسان کے ناک میں ڈالتے ہیں۔علامہ ابن قیم رحمہ اللہ نے اس کی کیفیت اپنے زمانے کی طبی تحقیقات کی روشنی میں یہ بتائی ہے کہ دواڈالنے کے وقت مریض کو چت لٹادیا جائے، کندھوں کے درمیانی حصے کو تکیہ پر ٹیک لگائی جائے تاکہ سر کا حصہ نیچے ہو اور یہ حصہ اٹھا ہو تاکہ دواڈالنے کا نتیجہ یہ ہو کہ دوا دماغ تک پہنچ جائے اور جو مواد بھی دماغ میں ہو چھینک کے ساتھ باہر نکل آئے۔[2]

---

1 زاد المعاد،محوله سابقا، فصل في هديه صلى الله عليه و سلم في تضمين من طب الناس وهو جاهل بالطب:۴ /۵۱۳۱

2 زاد المعاد ، محوله سابقا،فصول فی هديه صلى الله عليه وسلم فی علاج العذرة:۸۸/۴

بَابُ السَّعُوطِ بِالْقُسْطِ الْهِنْدِيِّ الْبَحْرِيِّ:

باب: قسط ہندی اور قسط بحری (Indian and MarineCostus) کو ناک میں ٹپکانا

عنوان کی وضاحت:

اس باب کو گزشتہ باب کے تسلسل میں سمجھا جائے کہ گزشتہ باب میں ناک میں دواڈالنے کا عمل نبی کریم ﷺ سے نقل کیا گیا تھا، اب اس پر اضافہ ہے کہ ناک میں کونسی داوڈالی جائے اور کس بیماری میں ڈالی جائے۔ اس سلسلے میں امام بخاری رحمہ اللہ نے ایک فرمانِ نبوی نقل کیا ہے کہ عذرہ (حلق کے درد) میں عودِ ہندی کو ناک میں ٹپکایا کرو۔

ان ابواب کے لحاظ سے ایک نکتہ قابلِ لحاظ سے ہے کہ یہ عنوانات اصولوں کی حیثیت رکھتے ہیں اور ان میں ذکر کردہ احادیث ایک مثال کے درجہ میں ہوتی ہے۔ یعنی عذرہ کے درد میں ناک میں عودِ ہندی کا ٹپکانا حدیث میں بیان کردیا گیا، یہ ایک مثال قائم کردی گئی ہے، مسلم اطبا کے ذمہ داری ہے کہ وہ تحقیق کریں کہ طبِ نبوی میں مذکور ادویہ میں کونسی دوا مزید کن بیماریوں میں ناک میں ٹپکائی جانی چاہیے۔

۵۳۶۸ عَنْ أُمِّ قَيْسٍ بِنْتِ مِحْصَنٍ قَالَتْ: سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، يَقُولُ: "عَلَيْكُمْ بِهَذَا الْعُودِ الْهِنْدِيِّ، فَإِنَّ فِيهِ سَبْعَةَ أَشْفِيَةٍ: يُسْتَعَطُ بِهِ مِنَ الْعُذْرَةِ، وَيُلَدُّ بِهِ مِنْ ذَاتِ الْجَنْبِ."

ترجمہ: حضرت ام قیس بنت محصن رضی اللہ عنہانے بیان کیا کہ میں نے نبی کریم ﷺ سے سنا، آپ ﷺ نے فرمایا تم لوگ اس عود ہندی (قسط) کا استعمال کیا کرو کیونکہ اس میں سات شفاء ہیں۔ حلق کے درد (throat pain) میں اسے ناک میں ڈالا جاتا ہے، پسلی کے درد (Chest Pain) میں چبائی جاتی ہے۔

1.0-علاج کے سات طریقے

اس حدیث میں عودِ ہندی میں سات شفاء بیان کی گئی ہیں، اسکے عام معنی تو یہی ہیں کہ عودِ ہندی سات بیماریوں میں مفید ہوتا ہے، جس میں دو بیماریاں حلق اور سینہ کی ہیں جن کا ذکر اسی حدیث کے اگلے حصے میں کیا گیا ہے۔ لیکن اس کا ایک دوسرا مطلب بھی ہے جسے علامہ ابنِ حجر رحمہ اللہ نے سمجھا ہے، یعنی سات سے مراد علاج کے سات طریقے مراد ہیں۔ کیونکہ اس زمانے میں مریض کے جسم میں دوا سات ہی طریقوں سے داخل کی جاسکتی تھی:

۱:	دوا ملنا	۲:	دوا کو پلانا	۳:	دوا کی سکائی کرنا
۴:	دوا کے چھینٹے مارا	۵:	دوا کی دھونی دینا	۶:	دوا ناک میں ڈالنا
۷:	دوا منہ میں ڈالنا۔[1]				

یہی معنی زیادہ مناسب معلوم ہوتا ہے کیونکہ نبی کریم ﷺ نے اسی حدیث میں عودِ ہندی استعمال کرنے کے دو طریقے بتائے، حلق کی بیماری میں ناک میں ڈالنا اور سینے کی بیماری میں منہ میں ڈالنا۔

2.0 نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور طبی تفصیلات

سوال یہ ہے کہ بقیہ پانچ طریقے کون سے ہیں؟ بالفاظِ دیگر وہ ۵ بیماریاں جن میں عودِ ہندی مفید ہے وہ کونسی ہیں؟ نبی کریم ﷺ نے خود ہی سات کا تذکرہ فرمایا لیکن تفصیل دو ہی کی بتائی؟

محدثین نے اسکی نہایت باریک وجہ بتائی ہے۔ علامہ عینی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ انبیاء کرام کی تشریف آوری کا مقصد انسانوں کا تزکیہ کرکے ان کو خالق ومالک کی سچی بندگی کی طرف راہنمائی کرنا ہے، وہ زندگی کے ہر طور طریقے پر صرف اس نقطہ نظر سے بحث کرتے ہیں کہ یہ حق تعالیٰ کے نزدیک پسندیدہ ہے یا نہیں؟ یہ آخرت کے

---

[1] فتح الباری، محولہ سابقا، كِتَاب الطِّبّ، بَاب السُّعُوط بِالْقُسْطِ الْهِنْدِيِّ وَالْبَحْرِيِّ: ۱۴۹/۱۰

مسافر کے لیے زادِ راہ ہے یا اسکی منزل کو کھوٹا کرتا ہے۔ وہ ہر شعبہ ہائے زندگی کے متعلق ہدایات دیتے ہیں، جائز و ناجائز بتاتے ہیں، لیکن وہ خود کسی علم و فن کو اپنا موضوع نہیں بناتے۔[1]

بلاشبہ نبی کریم ﷺ نے طب اور مریضوں کے علاج معالجہ کے بارے میں کچھ انکشافات فرمائے ہیں۔ حفظانِ صحت کے اصولوں کی طرف متوجہ فرمایا، بعض بیماریوں کے اسباب اور ان کی تشخیص پر روشنی ڈالی، کچھ غذاؤں اور دوائیوں کے خواص سے امت کو مطلع فرمایا جو کہ ہر دور میں علمِ طب کے لیے ایک گرانقدر سرمایہ ہے۔ لیکن جہاں تک علاج و معالجہ کے تفصیلی علوم، دقائق اور باریکیوں کا تعلق ہے تو انہیں ہر زمانے کے اطباء اور معالجین کی کاوشوں کے حوالے کر دیا۔

3.0 عودِ ہندی کا مطلب

واضح رہے کہ عود ایک مشہور لکڑی بھی ہے جسے اردو میں "اگر" کہتے ہیں جو خوشبو وغیرہ کے لیے استعمال ہوتی ہے، اسی کا عطرِ عود مشہور ہے۔ یہاں حدیث میں عود سے مراد وہ خوشبو دار لکڑی نہیں ہے بلکہ یہ ایک اور مفید جڑی بوٹی کا نام ہے جس کو اردو میں کوٹ کہتے ہیں۔ عود (Costus) کی عموماً دو قسمیں ہوتی ہیں، ایک سفید اور دوسری سیاہ، سفید کو عودِ بحری (Marine Costus) اور سیاہ کو عودِ ہندی (Indian Costus) کہتے ہیں۔ عودِ ہندی کی تاثیر عودِ بحری کے مقابلے میں زیادہ گرم ہوتی ہے۔ بحر کی طرف نسبت اس لیے کی جاتی ہے کہ یہ لکڑی دوسرے علاقوں سے بحری راستے سے عرب پہنچتی تھی۔[2]

---

1 نقول إنما فصل منها ما دعت الحاجة إليه وسكت عن غيره كأنه لم يبعث لبيان تفاصيل الطب ولا ليعلم صنعته(عمدة القاري شرح صحيح البخاري،محوله سابقا، كتاب الطب، بَابُ السَّعُوطِ بِالْقُسْطِ الهِنْدِيِّ البَحْرِيِّ: ۳۵۶/۲۱)

2 کشف الباری عمانی صحیح البخاری، محولہ سابقہ، کتاب الطب: ۵۶۱

4.0 حلق کی بیماری کا نبوی علاج:

نبی کریم ﷺ نے عودِ ہندی کا پہلا فائدہ یہ بتایا کہ یہ عذرہ کے لیے مفید ہے۔ عذرہ حلق کی بیماری ہے اور عموماً بچوں کو لاحق ہوتی ہے۔ بچوں کے تالو کے قریب ورم آجاتا ہے جو کہ عموماً خون کے ہیجان کی وجہ سے ہوتا ہے۔ عودِ ہندی کی تاثیر چونکہ گرم اور خشک ہے اور عذرہ رطوبت کی وجہ سے پیدا ہوتی ہے، اسلیے مفید ہے عربوں کا دستور تھا کہ وہ کوے (uvula) کو زخمی کر کے علاج کرتے یا کوئی چیز لٹکا کر علاج کرتے تھے، پیغمبر ﷺ نے اس سے علاج کرنے سے منع کیا اور ایسا علاج بتلایا جو بچوں کے لیے زیادہ نافع اور والدین کے لیے آسان تر تھا۔

"رسول اللہ ﷺ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس تشریف لائے، آپ کے پاس ایک بچہ تھا جس کے نتھنوں میں سے خون جاری تھا آپ ﷺ نے دریافت فرمایا یہ کیا؟ لوگوں نے کہا کہ کوا میں چونکے لگانے کی وجہ سے یا درد سر کی وجہ سے خون بہ رہا ہے۔ آپ نے فرمایا تمہاری سمجھ پر پتھر پڑے! اپنی اولاد کو ہلاک نہ کرو، جب کسی عورت کے بچہ کو کوے کی تکلیف ہو یا درد سر ہو تو اسے عود ہندی کو لے کر پانی سے رگڑنا چاہیے پھر اسے ناک میں چڑھانا چاہیے یہ سن کر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے اس تدبیر کے کرنے کی ہدایت فرمائی۔ چنانچہ یہ ترکیب عمل میں لائی گئی بچہ پوری طرح تندرست ہو گیا"۔[1]

5.0 سینے کے درد (Chest Pain) کا نبوی علاج

اس حدیث میں عودِ ہندی کو ذات الجنب کی بیماری میں بھی مفید بتایا گیا ہے۔ ذات الجنب ہر اس درد کو کہتے ہیں جو انسان کے پہلو میں اٹھے، یہ درد بسا اوقات گیس کے جمع ہونے سے بھی ہوتا ہے۔ عودِ ہندی کے استعمال سے اس میں بھی افاقہ ہوتا ہے۔[2]

---

1 زاد المعاد ، محوله سابقا،فصول فی هدیه صلی الله علیه وسلم فی علاج العذرة:۸۸/۴

2 کشف الباری عما فی صحیح البخاری، محولہ سابقہ، کتاب الطب: ۵۶۲

6.0 طبِ نبوی اور موجودہ طب کا ایک اہم فرق:

عودِ ہندی اور ذات الجنب کے متعلق ایک اہم بحث علامہ ابن قیم رحمہ اللہ نے کی ہے:

"فن طب سے نا آشنا اطباء کو اس کا علم نہ تھا کہ عود ذات الجنب میں مفید ہے اس لئے انہوں نے اس کا انکار کیا ہے۔ اگر یہ بات کہیں حکیم جالینوس سے ان کو ملتی تو اسے حرفِ آخر قرار دیتے۔ ہم اس سے پہلے بھی یہ وضاحت کر چکے ہیں کہ انبیاء ورسل کی طب کے سامنے موجودہ طب کی حیثیت اس سے بھی کم تر ہے، جو جھاڑ پھونک کرنے والوں اور کاہنوں کے طریقہ علاج کی حیثیت اس مکمل فنِ طب کے مقابلہ میں ہے۔ قابل غور بات یہ ہے کہ جو علاج وحی الٰہی کے ذریعہ تجویز کیا گیا ہو" اس کا مقابلہ اس علاج سے کیسے کیا جا سکتا ہے جو صرف تجربہ اور قیاس کا مرہون منت ہو" ان دونوں کے درمیان ایڑی چوٹی سے بھی زیادہ فرق ہے۔"[1]

بلاشبہ جس طب کی طرف ہمارے نبی ﷺ نے ہماری رہنمائی فرمائی ہے وہ صحیح وکامل اور غلطی سے پاک وصاف طب ہے۔ جو طب اس کے علاوہ ہیں وہ اس قدر یقینی نہیں ہیں کیونکہ ان کا دارومدار صرف اور ناقص عقلوں پر ہے۔ انسانی مشاہدہ، تجربہ، اور عقل کا انحصار حواسِ خمسہ یعنی آنکھ، کان، ناک، ہاتھ، زبان، وغیرہ ہے جو کہ اپنے اندر نہ صرف ایک محدود دائرہ کار رکھتے ہیں بلکہ بیشتر غلطی سے بھی دوچار ہوتے ہیں۔ (مختلف آلات کو ایجاد کرنے میں اور ان کو استعمال کرنے میں بھی پس پردہ یہ بدنی قوتیں ہی استعمال ہوتی ہیں)۔ آنکھ محدود بھی دیکھتی ہے اور بسا اوقات حقیقت کے خلاف بھی دیکھتی ہے۔ ہوا میں کتنے ذرات، جراثیم، وغیرہ موجود ہیں لیکن آنکھ انہیں دیکھنے سے قاصر ہے۔ دور سے زمین اور آسمان ملے ہوئے نظر آتے ہیں لیکن حقیقت یقیناً ایسی نہیں۔ یہی حال باقی اعضاء اور ان سے حاصل شدہ معلومات کا ہے بلکہ مشین کا بھی اپنا ایک محدود دائرہ کار ہوتا ہے۔

بلاشبہ اللہ تعالیٰ جس نے انسانوں کو پیدا کیا وہ صحیح معنوں میں تن تنہا نقصان سے خالی شفاء کے اسباب کو جانتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: أَلَا يَعْلَمُ مَنْ خَلَقَ وَهُوَ اللَّطِيفُ الْخَبِيرُ بھلا جس نے پیدا کیا وہ بے خبر ہے؟ وہ تو پوشیدہ باتوں کا جاننے والا اور (ہر چیز سے) آگاہ ہے (سورۃ الملک 14)۔

---

1 زاد المعاد ، محوله سابقا، حرف الكاف :۳۲۴/۴

نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے کلونجی کو ہر مرض کا علاج بتایا جبکہ بعض اطباء اسے بعض بیماریوں میں مؤثر نہیں مانتے، اس پہلو پر علامہ ابنِ ابی حمزہ رحمہ اللہ ایمان افروز تبصرہ کرتے ہیں۔

ترجمہ:لوگوں نے اس حدیث پر بہت بحث کی ہے اور اطباء کے ارشادات اور تجربہ کی بنیاد پر کلونجی کی افادیت کو صرف چند بیماریوں تک محدود قرار دیا ہے۔ اس سوچ کا غلط ہونا بالکل واضح ہے کیونکہ جب ہم عام اطباء کی بات بھی مانتے رہتے ہیں حالانکہ ان کی طبی تعلیم کا مدار انسانی تجربہ ہے جو کہ اکثر غالب گمان پر مبنی ہوتا ہے۔لہذا ہمیں اس شخص پر زیادہ اعتبار کرنا چاہیے جس کی ہر بات وحی تھی۔[1]

1 وَقَالَ ابْن أبي حَمْزَة، رَحمَه الله: تكلم نَاس فِي هَذَا الحَدِيث وخصوا عُمُومه وردوه إِلَى قَول أهل الطِّبّ والتجربة، ولإخفاء بغلط قَائِل ذَلِك، وَذَلِكَ لأَنا إِذا صدقنا أهل الطِّبّ ومدار علمهمْ غَالِبا إِنَّا هُوَ على التجربة الَّتِي بناؤها على ظن غَالب فتصديق من َ ينْطق عَن الْهوى أولى بِالْقبُولِ من كَلَامهم(عمدة القاري شرح صحيح البخاري، محوله سابقا، كتاب الطب، بَابُ الْحَبَّةِ السَّوْدَاءِ: ۳۵۲/۲۱)

بَابُ أَيَّ سَاعَةٍ يَحْتَجِمُ:

باب: کس وقت حجامہ لگوایا جائے؟

عنوان کی وضاحت:

غذا اور دوا سے متعلق صحیح احادیث کا انتخاب کرنے کے بعد امام بخاری رحمہ اللہ حجامہ کی سنت کو متعدد ابواب میں بیان کر رہے ہیں۔ پہلے بھی یہ نکتہ قارئین کی خدمت میں پیش کیا جاچکا ہے کہ امام بخاری جس ترتیب سے ابواب لاتے ہیں اس میں بھی نکتہ آفرینوں کے لیے سوچ کے مواقع ہوتے ہیں۔ اب دیکھیے علاج کے لیے پہلے غذا، پھر دوا پھر جراحی، یہ ترتیب ہے جسے ان ابواب کی ترتیب سے سمجھا جاسکتا ہے۔

۵۳۶۹ عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: "احْتَجَمَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ صَائِمٌ."

ترجمہ: ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ نے روزہ کی حالت میں پچھنا لگوایا۔

1.0 حجامہ کی مسنون تاریخ اور دن

اس باب کے عنوان سے امام بخاری رحمہ اللہ کا مقصد یہ ہے کہ پچھنے لگانے کے لے کوئی وقت مقرر نہیں، جب بھی ضرورت ہو بغیر کراہیت کے پچھنے لگائے جاسکتے ہیں۔ چنانچہ امام بخاری رحمہ اللہ نے عنوان کے بعد حضرت ابو موسی اشعری رضی اللہ عنہ کا عمل ذکر کیا کہ انہوں نے رات کے وقت پچھنے لگوائے تھے، پھر حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت نقل کی کہ نبی کریم ﷺ نے روزے کی حالت میں پچھنے لگوائے، یعنی دن کے وقت۔ معلوم ہوا کہ پچھنے دن ورات کسی بھی وقت لگائے جاسکتے ہیں اور اس کے لیے کوئی وقت متعین نہیں ہے۔

بلاشبہ جائز وناجائز کے تناظر میں حجامت کسی تاریخ، دن، اور وقت کے ساتھ خاص نہیں ہے، علاج کے موقع پر کسی فوری ضرورت کی وجہ سے ہر وقت پچھنہ لگایا جاسکتا ہے۔ چنانچہ امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ ہر اس موقعہ پر جب خون میں جوش ہو پچھنا لگواتے تھے، اس کے لیے نہ وقت اور نہ دن کسی چیز کا لحاظ نہیں کرتے تھے۔[1] تاہم مزید اذیت سے بچنے اور حفظانِ صحت کی غرض سے مختلف احادیث میں پچھنے لگانے کے لیے مختلف تاریخ، دن اور اوقات بتائے گئے ہیں۔ اس سلسلے میں مندرجہ ذیل روایات کی روشنی میں حجامہ کا بہترین نظام الاوقات بنایا جاسکتا ہے:

---

1 زاد المعاد ، محوله سابقا،فصول فی هدیه صلی الله علیه وسلم فی اوقات الحجامة :۵۴/۴

« إِنَّ خَيْرَ مَا تَحْتَجِمُونَ فِيهِ يَوْمَ سَبْعَ عَشْرَةَ وَيَوْمَ تِسْعَ عَشْرَةَ وَيَوْمَ إِحْدَى وَعِشْرِينَ »[1]

ترجمہ: حجامہ کے لیے ہر مہینے کی بہترین تاریخ سترہ، انیس اور اکیس تاریخ ہے۔

« مَنْ أَرَادَ الْحِجَامَةَ فَلْيَتَحَرَّ سَبْعَةَ عَشَرَ أَوْ تِسْعَةَ عَشَرَ أَوْ إِحْدَى وَعِشْرِينَ وَلاَ يَتَبَيَّغْ بِأَحَدِكُمُ الدَّمُ فَيَقْتُلَهُ».[2]

ترجمہ: جو پچھنا لگانے کا ارادہ کرے تو 17، 19 یا 21 تاریخ کا انتظار کرے۔ خون میں جوش نہ آنے دو کہیں اس سے جان پر نہ بن آئے۔

عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ انہوں نے اپنے غلام نافع سے کہا: نافع! میرے خون میں جوش ہے، لہٰذا کسی پچھنا لگانے والے کو میرے لیے تلاش کرو، اور اگر ہو سکے تو کسی نرم مزاج کو لاؤ، زیادہ بوڑھا اور کم سن بچہ نہ ہو، اس لیے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا ہے ”: پچھنا نہار منہ لگانا بہتر ہے، اس میں شفاء اور برکت ہے، اس سے عقل بڑھتی ہے اور قوت حافظہ تیز ہوتی ہے، تو جمعرات کو پچھنا لگواؤ، اللہ برکت دے گا، البتہ بدھ، جمعہ، سنیچر اور اتوار کو پچھنا لگوانے سے بچو، اور ان دنوں کا قصد نہ کرو، پھر پیر اور منگل کے دن پچھنا لگواؤ، اس لیے کہ منگل وہ دن ہے جس میں اللہ تعالیٰ نے ایوب علیہ السلام کو بیماری سے نجات دی، اور بدھ کے دن آپ کو اس بیماری میں مبتلا کیا تھا، چنانچہ جذام اور برص کی بیماریاں بدھ کے دن یا بدھ کی رات میں پیدا ہوتی ہیں۔[3]

یعقوب بن بختان رحمہ اللہ نے احمد بن حنبل رحمہ اللہ سے بال صفا لگانے اور حجامہ کے بارے میں سوال کیا کہ بدھ کو جائز ہے؟ آپ نے اسے برا سمجھا اور اس پر یہ واقعہ سنایا کہ ایک شخص نے بدھ کو بال صفا لگایا اور حجامہ بھی لگوایا تو اسے برص ہو گیا۔ یعقوب رحمہ اللہ نے امام احمد رحمہ اللہ سے اس کی وجہ پوچھی کہ کیا یہ احادیث کی بے وقعتی کی وجہ سے ہوا؟ تو آپ نے فرمایا بلاشبہ۔[4]

---

1 سنن الترمذی، محوله سابقا، كتاب الطب، باب ما جاء في الحجامة، الرقم: ٢٠٥٣

2 سنن ابن ماجه، محوله سابقا، كتاب الطب، باب في أي الأيام يحتجم ، الرقم: ٣٤٨٦

3 سنن ابن ماجه، كتاب الطب، باب في أي الأيام يحتجم ، الرقم: ٣٤٨٧

4 زاد المعاد ، محوله سابقا، فصول فى هديه صلى الله عليه وسلم فى اوقات الحجامة : ٥٥/٤

بَابُ الْحَجْمِ فِي السَّفَرِ وَالإِحْرَامِ:

باب: سفر اور حالت احرام میں حجامہ

عنوان کی وضاحت:

حجامہ کے ابواب کا سلسلہ چل رہا ہے، پچھلے باب میں امام بخاری رحمہ اللہ کا مدعا یہ تھا کہ حجامہ کسی بھی، تاریخ، دن اور وقت کیا جاسکتا ہے، البتہ احادیث میں مذکور اوقات کی رعایت بہتر ہے۔ اس باب میں یہ ثابت کرنا مقصود ہے کہ حجامہ کسی حالت کے ساتھ بھی خاص نہیں، سفر میں بھی کیا جاسکتا ہے، بلکہ اگر یہ سفر حج یا عمرہ کا ہو تو اس کی وجہ سے بھی حجامہ کو مؤخر کرنا ضروری نہیں ہے کیونکہ اس باب کی حدیث میں ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے احرام کی حالت میں پچھنا لگوایا۔

۵۳۷۰ عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: "احْتَجَمَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ مُحْرِمٌ."

ترجمہ: ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے پچھنا لگوایا جبکہ آپ احرام سے تھے۔

1.0 حالتِ احرام میں حجامہ

اس حدیث کی روشنی میں امام احمد، شافعی اور ابو حنیفہ رحمہم اللہ کے نزدیک محرم کے لیے پچھنا لگانا مطلقا جائز ہے، چاہے کسی تکلیف کی وجہ سے لگائے یا محض صحت مندی کے خیال سے یہ عمل کیا جائے، بشرط یہ کہ اس دوران کوئی بال کاٹنے کی نوبت نہ آئے۔[1]

البتہ اگر پچھنے لگانے سے بال کاٹنے کی نوبت آگئی تو کفارہ کی تفصیل درج ذیل ہے:

---

1 دلّ الحَدِيث على جَوَاز الْحجامَة للْمحرمِ مُطلقًا، وَبِه قَالَ عَطاء ومسروق وَإِبْرَاهِيم وطاووس وَالشعْبِيّ وَالثَّوْري وَأَبُو حنيفَة، وَهُوَ قَول الشَّافِعِي وَأحمد وَإِسْحَاق، وَأخذُوا بِظَاهِر هَذَا الحَدِيث، وَقَالُوا: مَا لم يقطع الشّعْر. وَقَالَ قوم: لَا يحتجم الْمحرم إلاَّ من ضَرُورَة، وَرُوِيَ ذَلِك عَن ابْن عمر، وَبِه قَالَ مَالك (عمدة القاري شرح صحيح البخاري، محوله سابقا، كتاب جَزَاء الصَّيْد، بابُ الحِجَامَةِ لِلْمُحْرِمِ: ٢٧٥/١٠)

- اگر کوئی محرم سر کے بال چوتھائی حصہ سے کم منڈوائے یا پچھنے وغیرہ کی وجہ سے اس کے سر کے چوتھائی حصہ سے کم بال ٹوٹ جائیں تو اس پر صدقہ واجب ہو گا۔ یعنی وہ یا تو کسی بھوکے کو پیٹ بھر کھانا کھلادے یا اسے نصف صاع گیہوں دے دے۔
- اگر کوئی محرم بلا عذر چوتھائی سر سے زیادہ منڈوادے یا بلا عذر پچھنے لگوالے اور اس کی وجہ سے چوتھائی سر سے زیادہ بال ٹوٹ جائیں تو اس پر دم واجب ہو گا یعنی وہ بطور جزاً ایک بکری یا اس کی مانند کوئی جانور ذبح کرے۔
- اگر کوئی کسی عذر کی بناء پر چوتھائی سر سے زیادہ منڈوائے یا کسی عذر کی وجہ سے پچھنے لگوائے اور اس کی وجہ سے چوتھائی سر سے زائد بال ٹوٹ جائیں تو اسے تین چیزوں میں سے کسی ایک چیز کا اختیار ہو گا کہ چاہے تو وہ ایک بکری ذبح کرے، چاہے نصف صاع فی مسکین کے حساب سے چھ مسکینوں کو تین صاع گیہوں دے اور چاہے تین روزے رکھے، خواہ روزے مسلسل رکھے یا متفرق طور پر۔
- اگر کوئی محرم پچھنے لگوانے کی جگہ سے محاجم یعنی پچھنوں کی جگہ سے بال منڈوائے تو اس صورت میں امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک تو اس پر دم واجب ہو گا اور صاحبین رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک صدقہ۔ (پچھنوں کی جگہ سے گردن کے دونوں کنارے اور گُدی مراد ہے)
- اگر کوئی پوری گردن منڈوائے گا تو پھر متفقہ طور پر سب کے نزدیک اس پر دم واجب ہو گا اور اگر پوری سے کم منڈوائے گا تو صدقہ واجب ہوتا ہے۔
- خود بخود بال ٹوٹنے سے کچھ بھی واجب نہیں ہو گا۔[1]

2.0 حالتِ احرام میں انجکشن:

انجکشن میں بھی صرف خون نکلتا ہے، بال کاٹنے کی ضرورت پیش نہیں آتی اسلیے حاجی حالتِ احرام میں انجکشن خود بھی لگا سکتا ہے، اور دوسرے کو بھی لگا سکتا ہے[2]

---

1 مظاہر حق جدید، محولہ سابقہ، جن چیزوں سے محرم کو بچنا چاہیے ان کا بیان: ۷۲۵/۲

2 فتاوی رحیمیہ، سید عبدالرحیم صاحب لاجپوری (کراچی، دارالاشاعت کمپیوٹر ایڈیشن، ۲۰۰۹) جنایات اور دم: ۹۸/۸

بَابُ الْحِجَامَةِ مِنَ الدَّاءِ

باب: بیماری کی وجہ سے حجامہ کروانا

عنوان کی وضاحت:

اس باب میں حجامہ کی اہمیت بیان کرنا مقصود ہے کہ حجامہ نہ صرف سنت ہے جیسا کہ گزشتہ ابواب میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے عمل سے معلوم ہوتا ہے، بلکہ یہ ایک بہترین علاج بھی ہے۔ اسے مختلف بیماریوں میں بطورِ علاج اختیار کیا جاسکتا ہے کیونکہ یہ طبیب اعظم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کا تجویز کردہ نسخہ ہے۔ چنانچہ اس باب کی پہلی حدیث میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حجامہ کو بہترین قرار دیا اور دوسری حدیث میں اسے باعثِ شفا فرمایا۔

۵۳۷۱ عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ أَنَّهُ سُئِلَ عَنْ أَجْرِ الْحَجَّامِ، فَقَالَ: "احْتَجَمَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، حَجَمَهُ أَبُو طَيْبَةَ، وَأَعْطَاهُ صَاعَيْنِ مِنْ طَعَامٍ وَكَلَّمَ مَوَالِيَهُ، فَخَفَّفُوا عَنْهُ، وَقَالَ: إِنَّ أَمْثَلَ مَا تَدَاوَيْتُمْ بِهِ الْحِجَامَةُ وَالْقُسْطُ الْبَحْرِيُّ، وَقَالَ: لَا تُعَذِّبُوا صِبْيَانَكُمْ بِالْغَمْزِ مِنَ الْعُذْرَةِ وَعَلَيْكُمْ بِالْقُسْطِ.

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے پچھنا لگوانے والے کی اجرت کے بارے میں پوچھا گیا تھا۔ انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے پچھنا لگوایا تھا، آپ کو ابو طیبہ نے پچھنا لگایا تھا۔ آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے انہیں دو صاع کھجور اجرت میں دی تھی اور آپ نے ان کے مالکوں سے گفتگو کی تو انہوں نے ان سے وصول کئے جانے والے محصول میں کمی کر دی تھی۔ نبی کریم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے فرمایا کہ بہترین علاج جو تم کرتے ہو وہ پچھنا لگوانا ہے اور عمدہ دوا عود ہندی کا استعمال کرنا ہے اور فرمایا اپنے بچوں کو عذرۃ (حلق کی بیماری) میں ان کا تالو دبا کر تکلیف مت دو بلکہ عود لگا دو۔

۵۳۷۲ أَنَّ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللهِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا عَادَ الْمُقَنَّعَ، ثُمَّ قَالَ: "لَا أَبْرَحُ حَتَّى تَحْتَجِمَ، فَإِنِّي سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ، إِنَّ فِيهِ شِفَاءً."

ترجمہ: حضرت جابر بن عبد اللہ مقنع بن سنان تابعی کی عیادت کے لیے تشریف لائے پھر ان سے کہا کہ جب تک تم پچھنا نہ لگوالوگے میں یہاں سے نہیں جاؤں گا، میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ اس میں شفاء ہے۔

1.0 حجامہ کی فیس:

اس باب کی پہلی حدیث سے پچھنا لگانے کے عوض اجرت دینے کا ذکر ہے۔ نبی کریم ﷺ نے نہ صرف ابوطیبہ کو اجرت عطا فرمائی بلکہ ان کے محصول میں کمی کرنے کی سفارش بھی فرمائی۔ محصول سے یہ مراد ہے کہ غلام کو اس شرط پر چھوڑ دیا جاتا ہے کہ اتنی (مقررہ) مقدار روزانہ ہمارے حوالے کر دیا کرو، بقیہ جو کچھ تم کماؤ وہ تمہارا ہے۔ اس طرح کا غلام عبد مازون کہلاتا ہے۔ ابوطیبہ رضی اللہ عنہ بھی غلام تھے جنکا محصول روزانہ تین صاع مقرر تھا، حضور ﷺ کی سفارش سے ایک صاع کم ہو کر دو صاع رہ گیا تھا۔ تاہم حجامہ کی اجرت کے بارے میں احادیث دونوں طرح کی وارد ہوئی ہیں، بعض سے پچھنے کی اجرت کا جواز معلوم ہوتا ہے جبکہ بعض سے جواز کی نفی کا اظہار ہوتا ہے۔

جواز کے سلسلے میں پہلی حدیث تو اس باب کی مرکزی حدیث ہے جس میں آپ کو ابوطیبہ رضی اللہ عنہ نے پچھنا لگایا تھا۔ آپ ﷺ نے انہیں دو صاع کھجور مزدوری میں دی تھی۔

دوسری حدیث حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے گردن کے دونوں جانب اور دونوں شانوں کے درمیان پچھنے لگوائے اور اس کی اجرت بھی مرحمت فرمائی، اگر یہ (اجرت) ناجائز ہوتی تو نبی کریم ﷺ کیسے اجازت مرحمت فرماتے۔[1]

تاہم بعض احادیث ایسی بھی ہیں جن میں پچھنے لگانے کی کمائی اور اس پیشہ کی برائی معلوم ہوتی ہے۔

---

1 سنن ابی داؤد، محولہ سابقا، ابواب الاجارۃ باب کسب الحجام ، الرقم: ۳۴۲۳

ا۔ حضرت محیصہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں منقول ہے کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے پچھنے لگانے والے (غلام) کی کمائی کھانے کی اجازت مانگی تو آپ نے انہیں منع فرمادیا، وہ آپ سے بار بار اجازت مانگتے رہے تو آپ ﷺ نے انہیں یہ حکم دیا کہ اس کمائی کا مال اپنے اونٹ کو کھلاؤ یا اپنے غلام کو کھلا دو۔[1]

دوسری روایت میں حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ ہی نقل کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کتے کی قیمت ناپاک ہے اور بے حیاء عورت کی اجرت اور پچھنے لگانے والے کی کمائی ناپاک ہے۔[2]

پہلی قسم کی احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ پچھنا لگانے کی اجرت لینا جائز ہے کیونکہ حضور ﷺ نے خود قیمت ادا فرمائی۔ حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ کہ اگر یہ اجرت ناجائز ہوتی تو حضور اقدس ﷺ کیوں مرحمت فرماتے۔ اس لیے علمائے کرام متفقہ طور پر حجام کی فیس کو جائز سمجھتے ہیں۔

جن حدیثوں میں اس پیشہ کی مذمت آئی ہے اس کی وجہ ایک خاص قابل توجہ بات پر محض تنبیہ مقصود ہے۔ چونکہ سینگی لگانے میں خون چوسنا پڑتا ہے جو ایک ناپاک چیز ہے اس لئے اس میں احتیاط کی بہت ضرورت ہوتی ہے کہ منہ کو پاک رکھنے کا اہتمام کیا جائے اور اس کی احتیاط کی جائے۔ پچھنے لگانے سے جو اجرت حاصل ہوتی ہے وہ اگرچہ جائز مال ہے مگر شرفاء کیلئے استعمال کرنا ایک درجہ میں مکروہ اور شان کے خلاف ہے اور لونڈی غلام چونکہ آزاد لوگوں کے برخلاف ایسا شرف نہیں رکھتے اس لئے پچھنے لگانے کی کمائی کھانا ان کی شان سے کم تر نہیں۔[3]

---

1 سنن ابی داؤد، محولہ سابقا،ابواب الاجارۃ باب کسب الحجام ، الرقم: ۳۴۲۲

2 سنن ابی داؤد، محولہ سابقا،ابواب الاجارۃ باب کسب الحجام ، الرقم: ۳۴۲۲

3 خصائل نبوی شرح شمائل ترمذی، محمد زکریا (کراچی، مکتبۃ الشیخ) حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سینگی بچھنے لگانے کا ذکر: ۲۲۲

2.0 میڈیکل فیس کے شرعی مسائل

بہر حال اس حدیث سے علاج معالجہ کی اجرت لینے کی تائید حاصل ہوتی ہے۔ لہٰذا طبیب کو مشورہ فیس یعنی تشخیص و تجویز نسخہ کی اجرت لینا جائز ہے، حتی کہ اگر اس نے مریض کا علاج کیا لیکن وہ شفایاب نہ ہو سکا، مرض بدستور قائم ہے یا مریض فوت ہو گیا تب بھی وہ فیس کا مستحق ہے۔[1]

البتہ اجرت کے بارے میں شریعت کا تقاضا ہے کہ اس میں شفافیت کو برقرار رکھا جائے اور اس کے تعین میں ابہام کو کم سے کم کیا جائے۔ ارشادِ نبوی ہے:

وَمَنِ اسْتَأْجَرَ أَجِيرًا فَلْيُعْلِمْهُ أَجْرَهُ [2]

ترجمہ: "جو کسی کو کرایہ پر رکھے تو اس کی اجرت واضح طور پر بتا دے"۔

اس تناظر میں فیس کے شرعی حکم میں درجِ ذیل تفصیل ہے:

۱۔ اکثر و بیشتر ڈاکٹر اور اطباء نے اپنی فیس متعین اور مقرر کی ہوئی ہوتی ہے، ہر مریض سے چیک اپ پر اتنی فیس وصول کی جاتی ہے، مرض کی نوعیت شدید ہو یا خفیف، یہ صورت جائز ہے۔ اس صورت میں ہر مریض کو فیس بتانا ضروری نہیں ہے، کلینک پر لکھا ہوا کتبہ یا شہرت کافی ہے۔

۲۔ بعض مرتبہ ایسا بھی ہوتا ہے کہ فیس متعین نہیں ہوتی، مریضوں سے مختلف فیسیں لی جاتی ہیں، یہ صورت بھی جائز ہے البتہ اس صورت میں مریض کو پہلے فیس کی مقدار بتانا ضروری ہے، آپس میں جو فیس طے ہو جائے وہ ادا کی جائے اور اگر طے کیے بغیر علاج کیا تو ڈاکٹر اجرت مثل (مارکیٹ فیس) کا مستحق ہو گا۔

---

1 جدید طبّی مسائل، مفتی ریاض محمد بنگرامی، محولہ سابقہ، ڈاکٹر کی فیس و متعلقہ مسائل کی تحقیق: ۱۰۳

2 السنن الكبرى وفي ذيله الجوهر النقي، أحمد بن الحسين بن علي البيهقي (حيدر آباد ،مجلس دائرة المعارف النظامية الكائنة في الهند ،١٣٥٢هـ) كتاب الإجارة، باب َ تَجُوزُ الإِجَارَةُ حَتَّى تَكُونَ مَعْلُومَةٌ:٦/ ١٢٠

۳۔ بہت سے ڈاکٹر مریضوں کو اپنی طرف سے ٹیکہ لگا کر کچھ ادویہ دیتے ہیں اور فیس بھی ادویہ کی رقم میں ضم کر کے مجموعی معاوضہ لے لیتے ہیں، اس کی دو صورتیں ہوتی ہیں:

I. بعض ڈاکٹر کے ہاں مجموعی معاوضہ طے ہوتا ہے مثلاً چیک اپ اور دوائی وغیرہ سب کا معاضہ سو روپے ہے، یہ صورت جائز ہے، کیونکہ یہاں مجموعہ معاوضہ معلوم ہے، فیس بھی اس کا حصہ ہے۔

II. بعض کے ہاں مجموعی معاوضہ طے نہیں ہوتا بلکہ ادویہ کی قیمت سے اعتبار سے بدلتا رہتا ہے اس صورت میں فیس الگ سے متعین کرنا اور مریض کو بتانا ضروری ہے ورنہ اجارہ ناجائز ہوگا، کیونکہ نہ مکمل اجرت پہلے سے معلوم ہے نہ فیس کی مقدار۔

۴۔ بعض ڈاکٹر کا اصول ہے کہ مریض سے فیس لے لی، اگر مریض اسی مرض کے سلسلہ میں دوسرے دن یا بعد میں دوبارہ آئے، تو مزید فیس نہیں لیتے، اور بعض مزید بھی لیتے ہیں پھر بعض کم لیتے ہیں اور بعض پوری لیتے ہیں، یہ سب صورتیں جائز ہیں، البتہ اس بارے میں مستقل اصول طے کرنا یا ہر مریض کو الگ الگ بتانا ضروری ہے تاکہ کسی قسم کا جھگڑا پیدا نہ ہو۔[1]

میڈیکل فیس کے سلسلے میں اس شرعی اصول کو بھی مدِ نظر رکھنا چاہیے کہ کسی جائز کام کا عوض لینا حلال ہے لیکن اس کے لیے عوض میں دیئے گئے مال کا حلال ہونا بھی ضروری ہے۔[2]

لہٰذا اگر کسی کا مال خالص حرام یا اکثر حرام یا حلال و حرام برابر ہوں اور وہ اس فنڈ سے فیس ادا کرے جس کا علم ڈاکٹر کو بھی ہو جائے تو ڈاکٹر کے لیے اس رقم کو لینا جائز نہیں۔ ہاں اگر وہ وضاحت کر دے کہ میں حلال سے

---

1 جدید طبّی مسائل، ریاض محمد بنگرامی، محولہ سابقہ، ڈاکٹر کی فیس و متعلقہ مسائل کی تحقیق: ، ۹۷، ۱۰۳، ۹۸

2 أَهْدَى إلَى رَجُلٍ شَيْئًا أَوْ أَضَافَهُ إنْ كَانَ غَالِبُ مَالِهِ مِنْ الْحَلَالِ فَلَا بَأْسَ إلَّا أَنْ يَعْلَمَ بِأَنَّهُ حَرَامٌ ، فَإِنْ كَانَ الْغَالِبُ هُوَ الْحَرَامَ يَنْبَغِي أَنْ لَا يَقْبَلَ الْهَدِيَّةَ ، وَلَا يَأْكُلَ الطَّعَامَ إلَّا أَنْ يُخْبِرَهُ بِأَنَّهُ حَلَالٌ وَرِثْتُهُ أَوْ اسْتَقْرَضْتُهُ مِنْ رَجُلٍ (الفتاوى الهندية، محوله سابقا،كِتَابُ الْكَرَاهِيَةِ، الْبَابُ الثَّانِي عَشَرَ فِي الْهَدَايَا وَالضِّيَافَاتِ)

دے رہا ہوں یا کسی سے قرض لے کر دے رہا ہو تو پھر اس سے فیس لینا جائز ہے۔ اگر اس کی ملکیت میں مال حلال زیادہ اور حرام مغلوب ہو تو اس سے فیس لینا جائز ہے۔[1]

اسی اصول کا دوسرا رخ یہ ہے کہ ناجائز کام چاہے کتنے اخلاص اور محنت سے کیا جائے اس کی اجرت لینا جائز نہیں ہے۔ علامہ ابن منذر رحمہ اللہ نے نوحہ کرنے اور گانا گانے والی کی اجرت کے ناجائز ہونے پر تمام فقہائے کرام کا متفقہ مؤقف نقل کیا ہے۔[2] اسلیے کسی ناجائز کام کی اجرت لینا جائز نہیں ہے اگرچہ وہ خلوص اور محنت سے کیا جائے۔

اسی طرح اگر وہ کام بذاتِ خود تو جائز ہو لیکن کسی گناہ میں تعاون کا براہِ راست ذریعہ بن رہا ہو تو اس کی کمائی سے بچنا بھی بہتر ہے کہ قرآنی حکم ہے:

وَلَا تَعَاوَنُوا عَلَى الْإِثْمِ وَالْعُدْوَانِ[3]

ترجمہ: گناہ اور ظلم میں تعاون نہ کرو۔

Life Insurance کمپنی بیمہ پالیسی خریدنے والے کا پہلے طبی معائنہ کراتی ہے پھر اس کے ساتھ معاہدہ کرتی ہے، شرعاً مروجہ بیمہ ناجائز ہے۔ اگر ڈاکٹر کو معلوم ہو کہ ناجائز بیمہ پالیسی لینے کے لئے معاینہ کیا جارہا ہے تو گناہ ہو گا۔[4]

خاندانی منصوبہ بندی کے عمل کے عوض فیس اور اجرت کے بارے میں تفصیل یہ ہے کہ:

1. اجتماعی خاندانی منصوبہ بندی کے نظریہ افلاس سے متاثر ہونے والے شخص سے خاندانی منصوبہ بندی کا تعاون کرنا اور اس کی اجرت لینا صحیح نہیں ہے۔

---

1 جدید طبّی مسائل، ریاض محمد بنگرامی، محولہ سابقہ، ڈاکٹر کی فیس و متعلقہ مسائل کی تحقیق: ،۱۰٦

2 قال ابن المنذر أجمع كل من نحفظ عنه من أهل العلم على ابطال إجارة النائحة والمغنية ﴿الشرح الكبير على متن المقنع، عبد الرحمن بن محمد بن أحمد بن قدامة المقدسي (هجر للطباعة والنشر، مصر ،۱۴۱۵ھ)كتاب الاجارة ،فصل : الثالث أن تكون المنفعة مباحة مقصودة:۳۱۲/۱۴)

3 سورۃ المائدہ، آیت:۲

4 جدید طبّی مسائل، ریاض محمد بنگرامی، محولہ سابقہ، ڈاکٹر کی فیس و متعلقہ مسائل کی تحقیق: ،۱۰۷

2. جو شخص مستقل فیملی پلاننگ کر رہا ہے نہ اسکا تعاون جائز ہے اور نہ اس کی اجرت جائز ہے کیونکہ ہمیشہ کے لیے ولادت کے سلسلہ کو ختم کرنا کسی بھی عذر سے جائز نہیں ہے۔

3. عارضی منصوبہ بندی کے بارے میں تفصیل ہے کہ اس کی جو صورتیں شرعاً جائز ہیں ان میں تعاون کرنا اور ان کی اجرت لینا بھی جائز ہے، اور جو صورتیں ناجائز ہیں ان کے بارے میں تعاون کرنا اور ان کی اجرت لینا بھی ناجائز حرام ہے۔

4. پرائیویٹ کام اور سرکاری کام میں کوئی فرق نہیں، فیس اور تنخواہ دونوں کا ایک ہی حکم ہے۔[1]

بہرحال طبی علاج معالجہ کی فیس لینا جائز ہے اور شریعت نے اس کی کوئی خاص مقدار بھی مقرر نہیں کی ہے لیکن اس کی مقدار مقرر کرنے میں انسانی ہمدردی اور اسلامی خیر خواہی کے پہلو کو نظر انداز نہیں کرنا چاہئے۔ یہی تاکید طب کے دوسرے شعبوں مثلاً دوائیں بنانے والی کمپنیوں اور لیبارٹریوں کے لئے ہے۔ دنیا کی دوسری چیزوں کے لینے نہ لینے میں آدمی کو اختیار ہوتا ہے لیکن مریض علاج سے متعلقہ ادویات ودیگر اشیاء خریدنے میں اور بتائے گئے ٹیسٹ کرانے میں مجبور ہوتا ہے اور کسی مجبوری سے ناجائز فائدہ اٹھانا خود ناجائز ہے۔اس لیے غیر ضروری معائنہ یا دوائی کی فیس لینا اخلاقاً و شرعاً جائز نہیں ہے۔ مثلاً ہومیو پیتھک علاج معالجہ کی ایک حقیقی مثال یہ بھی ہے:

سوال: ہومیو پیتھک ڈاکٹر چند یوم مریض کا علاج کرنے کے بعد سمجھتا ہے کہ اب مریض کو روزانہ دوا کی ضرورت نہیں رہی اب اونچی طاقت کی دوا کی ضرورت ہے تو وہ مریض کو ایک ہزار نمبر کی دوا کی ایک پڑیہ دیتا ہے اور آٹھ دن کی دوا میں صرف سادی گولیاں شیشی بھر کر دے دیتا ہے۔ آٹھ دن کی دوا کے پیسے لیتا ہے اور بتا دیتا ہے کہ یہ پڑیا آج رات سوتے وقت کھالینا اور شیشی کی دوا حسب سابق کھا کر آٹھ دن بعد آؤ۔ اگر ایسا نہ کرے تو مریض کو یقین نہ آئے گا کہ ایک پڑیہ پندرہ دن کے لیے کافی ہے؟ وہ دوسرے ڈاکٹر کے پاس چلا جائے گا۔

---

1 جدید طبی مسائل، ریاض محمد بگرامی، اسقاطِ حمل: ۴۲۵

جواب: سائل کے بیان کے مطابق زیادہ طاقت والی ایک خوراک مریض کو دینے کے بعد جب ڈاکٹر یہ سمجھتا ہے کہ اب مریض کو آٹھ دن گزرنے کے بعد یہ خوراک دھرائی جائے گی یا اصل دوا دی جائے گی تو درمیانی مدت میں محض مریض کی توجہ اپنی جانب برقرار رکھنے اور آئندہ مریض کی خاطر صرف سادی گولیاں دینا، جبکہ اصل مرض سے اسکا کوئی تعلق نہیں، یہ ایک طرح کا دھوکا ہے۔ اس صورت میں دوا کی قیمت وصول کرنا درست نہیں۔ تاہم اگر ان گولیوں کا اصل مرض سے کچھ تعلق ہو اور مریض کو جزوی طور پر ان گولیوں سے فائدہ ہوتا ہو تو پھر ان سادی گولیوں کی قیمت باہمی رضامندی سے وصول کی جاسکتی ہے۔[1]

2.1 Pharmaceutical Companies کے کمیشن پر جدید فتوی

اسی سلسلے کی ایک کڑی دواساز کمپنیوں سے کمیشن لینا ہے کیونکہ اس کی بنیاد پر بلا ضرورت دوائیوں کا ایک غیر اخلاقی سلسلہ شروع ہو جاتا ہے۔ اس سلسلے میں دار العلوم کراچی کا ایک جدید تفصیلی فتوی قابلِ ذکر ہے:

بسم اللہ الرحمن الرحیم

جناب مفتی صاحب دارالافتاء جامعہ دارالعلوم کراچی

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

عرض ہے کہ ڈاکٹروں کا دواساز کمپنی اور لیبارٹری سے کمیشن لینے سے متعلق آپ کے دارالافتاء سے جاری ہونے والے دو فتاویٰ (۹۳/۷ /۲۳-۹۳/۷ /۲۴) میں دواساز کمپنی اور لیبارٹری سے کمیشن لینے کو مطلقاً ناجائز کہا گیا ہے، ان فتاویٰ میں عدم جواز کے دلائل اور وجوہات مذکور نہیں ہیں جس کی وجہ سے تشنگی محسوس ہو رہی ہے، جناب سے گزارش ہے کہ براہ کرم ان دونوں فتوؤں کے دلائل اور وجوہات عنایت فرما کر ممنون فرمائیں۔

---

1 فتاوی دارالافتاء جامعہ دارالعلوم کراچی، ماخذہ تبویب: ۸۵/۳۸

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب حامداًو مصلیاً

ڈاکٹروں کے لئے دواساز کمپنی یالیبارٹری سے کمیشن لینے کے عدم جواز کی وجہ یہ ہے کہ جب کوئی مریض فیس دے کر علاج کے لئے ڈاکٹر کے پاس آتا ہے تو شرعاڈاکٹر کے ذمہ لازم ہے کہ اپنے علم وفہم اور تجربہ کی بنیاد پر مرض کی تشخیص کرے اور مریض کے لئے دوائی تجویز کرے، دوائی تجویز کرنے میں ڈاکٹر کے ذمہ لازم ہے کہ وہ بہتر سے بہتر دوائی تجویز کرے یعنی ایسی دوائی تجویز کرے جو اس مرض کے لئے بھی مفید ہو اور دوائی بھی اچھی کمپنی کی ہو۔ یہ کام جہاں اخلاقی طور پر ڈاکٹر کے فرائض منصبی میں داخل ہے وہاں شرعا بھی اس کے ذمہ لازم ہے کیونکہ انہی کاموں یعنی پورے احتیاط کے ساتھ مرض کی تشخیص اور مریض کے مناسب حال بہتر سے بہتر دوائی کی تجویز کے لئے اس نے مریض سے فیس وصول کی ہے یا مریض نے اس معاملہ میں اس پر اعتماد کیا ہے۔

دوائی کے تجویز کرنے پر ڈاکٹر اگر دواء ساز کمپنی سے بھی کمیشن لیتا ہے تو اس میں دو صورتیں ہیں:

ا۔ ایک صورت یہ کہ وہ دوائی صرف ایک ہی کمپنی بناتی ہے۔

۲۔ دوسری صورت یہ ہے کہ متعدد کمپنیاں بناتی ہیں۔

اگر ایک ہی کمپنی بناتی ہے تو اسی کمپنی کی دوائی لکھنا ڈاکٹر کے ذمہ شرعاًلازم ہے اس کے بغیر اس کے لئے کوئی چارہ کار نہیں ہے کیونکہ اسی کام کے عوض وہ مریض سے فیس لے چکا ہے لہذا اپنی ذمہ داری اور فریضہ ادا کرنے پر کمیشن لینا رشوت ہے جو جائز نہیں ہے۔

اور اگر وہ دوائی متعدد کمپنیاں بناتی ہیں تو پھر اس کی دو صورتیں ہیں:

ا۔ ایک یہ کہ ساری کمپنیوں کی دوائی کا معیار ایک نہیں بلکہ ان میں فرق ہے۔

۲۔ دوسری صورت یہ ہے کہ ساری کمپنیوں کا معیار ایک ہے۔

اگر فرق ہے تو ڈاکٹر کے ذمہ لازم ہے کہ اُس کمپنی کی دوائی لکھے جو معیاری ہو اور مریض کے لئے مفید ہو، لہذا شرعاً ڈاکٹر کے لئے جائز نہیں ہے کہ معیاری اور مفید کو چھوڑ کر غیر معیاری اور غیر مفید کمپنی کی دوائی تجویز کرے۔ لہذا جب ڈاکٹر معیاری دوائی لکھ کر اپنی شرعی ذمہ داری کر رہا ہے تو اس کے ساتھ کمیشن لینا رشوت ہے جو کہ جائز نہیں ہے۔ اگر کسی ایسی دوائی تجویز کرتا ہے جو معیاری نہیں ہے لیکن محض اس وجہ سے ہوتا ہے کہ وہ اس کمپنی سے کمیشن لیتا ہے تو یہ خیانت ہے اس خیانت پر کمیشن لینا بطریق اولیٰ جائز نہیں ہے۔

اور اگر ساری کمپنیوں کی دوائی کا معیار ایک ہو اور مریض کے لئے کسی بھی کمپنی کی دوائی تجویز کر دی جائے تو مفید ہے تو ایسی صورت میں ڈاکٹر کسی بھی کمپنی کی دوائی تجویز کر سکتا ہے لہذا اس آخری صورت میں ڈاکٹر اگر اُس کمپنی کی دوائی تجویز کرتا ہے جس کمپنی سے ڈاکٹر نے کمیشن کا معاہدہ کیا ہوا ہے تو درج ذیل شرائط کے ساتھ کمیشن لینے کے جواز کا فتویٰ دیا گیا تھا:

- مریض کے ساتھ کسی قسم کا دھوکہ نہ ہو یعنی مرض واقعۃً ایسا ہو کہ اس کے لئے اس دوائی کی ضرورت ہو ، محض کمیشن کی خاطر دوائی تجویز نہ کی جائے۔
- ڈاکٹر اور دواء ساز کمپنی کے درمیان کمیشن پہلے سے طے شدہ ہو، طے کئے بغیر کمیشن لینا دینا جائز نہیں ہے۔
- مریض کو اس کمپنی کی دوائی خریدنے پر مجبور نہ کیا جائے جس کمپنی سے ڈاکٹر نے کمیشن کا معاہدہ کیا ہوا ہے۔
- دواساز کمپنی کمیشن میں خرچ ہونے والی رقم ادویات کی قیمت بڑھا کر مریض سے وصول نہ کرے۔

لیکن آجکل

- مذکورہ صورت تقریباً نہ پائے جانے کے برابر ہے۔
- کمیشن لینے کو صرف مذکورہ آخری صورت کے ساتھ خاص نہیں سمجھا جاتا بلکہ اوپر ذکر کردہ تمام صورتوں میں کمیشن کا معاملہ کیا جاتا ہے۔

- اگر کوئی صرف اس آخری صورت ہی میں کمیشن لیتا ہے تو اس آخری صورت کے لئے بھی جو شرائط اوپر تحریر کی گئی ہیں وہ نہیں پائی جاتیں۔

اس لئے (ماضی کے) معتبر اور مستند علماء کرام نے ناجائز ہونے کا فتویٰ دیا۔ فقیہ النفس حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ نے ایک سوال کے جواب میں حکیموں کے لئے دواء فروش سے کمیشن لینے کو مطلقاً منع فرمایا ہے، سوال وجواب یہ ہے:

سوال: جو حکیم عطاروں سے حصہ معین لیتے ہیں تو عطار کافر کہتے ہیں کہ مریض سے بھی ہم قیمت نسخہ کی زیادہ لیتے ہیں ورنہ کم لیتے ہیں اور تجربہ سے معلوم ہوتا ہے کہ ہر طرح قیمت زیادہ لیتے ہیں تو ایسے اقرار زبانی عطار کافر سے طبیب کو حصہ چہارم عطار سے لینا جائز ہے یا نہیں؟

جواب: حکیم کو عطار سے لینے کی نسبت پہلے بھی لکھا گیا ہے کہ یہ نادرست (ناجائز) ہے، ہرگز لینا درست نہیں اب عطار سچ کہے تب بھی نادرست ہے اور جھوٹ بولے تب بھی نادرست ہے۔ (فتاویٰ رشیدیہ ص ۵۵۸)

حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ نے بھی امداد الفتاویٰ (ج ۳ ص ۴۱۰) میں دواء فروش سے کمیشن لینے کو مطلقاً "درست نہیں" فرمایا ہے، امداد الفتاویٰ کا سوال وجواب یہ ہے:

سوال: (۴۱۳) حکیم وعطار میں جو چہارم کا معاملہ طے ہو جاتا ہے یعنی حکیم، عطار سے یوں کہتا ہے کہ جس قدر ہم تمھارے یہاں نسخہ جات بذریعہ مریض روانہ کریں اس میں جو قیمت وصول ہو اس میں سے چہارم ہم کو دینا، چنانچہ اس کو عطار تسلیم کرلیتا ہے تو اب فرمایئے کہ یہ چہارم عطار کو دینا اور حکیم کو لینا درست ہے یا نہیں۔؟

الجواب: درست نہیں۔

نوٹ: واضح رہے کہ مذکورہ تفصیل جو ڈاکٹروں کے کمیشن سے متعلق اوپر تحریر کی گئی ہے وہی تفصیل کسی لیبارٹری میں مریض بھیج کر اس لیبارٹری والے سے کمیشن لینے سے متعلق بھی ہے، یعنی دونوں کا حکم ایک ہی ہے۔

وفی البحر الرائق (ج۱۷، ص ۳۳۴) وَبَذْلُ الْمَالِ فِيمَا هُوَ مُسْتَحَقٌّ عَلَيْهِ حَدُّ الرِّشْوَةِ اھ

فی الدر المختار (ج۵ ص ۳۶۲): وَفِي الْفَتْحِ: ثُمَّ الرِّشْوَةُ أَرْبَعَةُ أَقْسَامٍ: الثَّالِثُ: أَخْذُ الْمَالِ لِيُسَوِّيَ أَمْرَهُ عِنْدَ السُّلْطَانِ دَفْعًا لِلضَّرَرِ أَوْ جَلْبًا لِلنَّفْعِ وَهُوَ حَرَامٌ عَلَى الْآخِذِ فَقَطْ ------ وَفِي الْأَقْضِيَةِ قَسَّمَ الْهَدِيَّةَ وَجَعَلَ هَذَا مِنْ أَقْسَامِهَا فَقَالَ: ------ وَحَرَامٌ عَلَى الْآخِذِ فَقَطْ، وَهُوَ أَنْ يُهْدَى لِيَكُفَّ عَنْهُ الظُّلْمَ ------ الرَّابِعُ: مَا يَدْفَعُ لِدَفْعِ الْخَوْفِ مِنْ الْمَدْفُوعِ إلَيْهِ عَلَى نَفْسِهِ أَوْ مَالِهِ حَلَالٌ لِلدَّافِعِ حَرَامٌ عَلَى الْآخِذِ؛ لِأَنَّ دَفْعَ الضَّرَرِ عَنْ الْمُسْلِمِ وَاجِبٌ وَلَا يَجُوزُ أَخْذُ الْمَالِ لِيَفْعَلَ الْوَاجِبَ، ا

فی بدائع الصنائع (ج۸ ص۷۳) وَلَوْ اسْتَأْجَرَهَا لِلطَّبْخِ وَالْخَبْزِ؛ لَمْ يَجُزْ وَلَا يَجُوزُ لَهَا أَخْذُ الْأُجْرَةِ عَلَى ذَلِكَ؛ لِأَنَّهَا لَوْ أَخَذَتْ الْأُجْرَةَ لَأَخَذَتْهَا عَلَى عَمَلٍ وَاجِبٍ عَلَيْهَا فِي الْفَتْوَى فَكَانَ فِي مَعْنَى الرِّشْوَةِ فَلَا يَحِلُّ لَهَا الْأَخْذُ۔

اس فتوی پر دار العلوم کراچی کے ممتاز مفتیانِ کرام جناب مفتی عبد الرؤوف سکھروی صاحب، مفتی یعقوب، مفتی محمود اشرف عثمانی صاحب، مفتی عبد المنان صاحب کے دستخط ہیں اور یہ فتوی نمبر ۱۳۴۳/۹۶، مؤرخہ ۱۱/۴/۱۴۳۶ھ بمطابق ۱۷/۳/۲۰۱۱ء کو جاری کیا گیا ہے۔

2.2 میڈیکل فیس کی نزاکت

بہر حال اسلام میں مریضوں سے معاوضہ لے کر ان کی خدمت کرنا بالکل جائز ہے اور رزق حلال کمانے کا ایک طریقہ ہے۔ اسے اللہ تعالی نے اپنے فضل اور خیر کا نام دیا ہے۔ لیکن اس معاملہ میں ایک بنیادی اور اہم بات سمجھ لینی چاہیے کہ اسلامی اخلاقی نقطۂ نظر سے ڈاکٹر اور مریض کا تعلق (Doctor-Patient Relationship) ایک تاجر اور صارف (Supplier-Consumer Relationship) کے تعلق سے بالکل

مختلف ہے۔ مریض اور ڈاکٹر کا رشتہ بنیادی طور پر ایک انسانی اور اخلاقی رشتہ ہے۔ مادی فائدہ اس رشتے میں بالکل ایک ثانوی چیز ہے جو بعد میں آتی ہے۔

ملبوسات کی دکان میں پڑے ہوئے ایک لباس کی اگر کسی کو ضرورت ہے تو اس سے یہ کہا جا سکتا ہے کہ اس کی قیمت ادا کرو اور لے جاؤ اور اگر تمھاری جیب میں اتنے روپے نہیں ہیں تو اس کے بغیر ہی پرانے لباس میں گزارہ کرو۔ لیکن اگر کوئی مریض تکلیف میں مبتلا ہے یا اس کی زندگی کو خطرہ ہے تو اس سے یہ کہنا حد درجہ کی شقاوت قلبی ہوگی کہ تمھارے علاج کی اتنی قیمت ہے۔ یہ لے آؤ تو علاج ہو جائے گا ورنہ ایسے ہی سسک سسک کر مر جاؤ۔ اگر کسی معاشرہ میں یہ صورت حال پیدا ہو جائے تو وہ معاشرہ، اس کے افراد اور خصوصاً اس کے حکمران اللہ کی رحمت کے مستحق کیسے ہوں گے۔ اس سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ اگرچہ طبی خدمات کا معاوضہ لینا جائز ہے لیکن اسے عام تجارت پر قیاس نہیں کیا جا سکتا۔ اور نہ ہی تجارت کے عام اصول اس پر جوں کے توں لاگو کئے جا سکتے ہیں۔

ایک ڈاکٹر کو اپنے ذاتی ہسپتال میں اور اسی طرح حکومتی اور نجی اداروں کو اپنے ہسپتالوں میں مختلف طبی خدمات کا معاوضہ مقرر کرتے وقت اپنے معاشرہ کے متوسط اور غریب طبقات کا ضرور خیال رکھنا چاہیے۔ طبی خدمات کا معاوضہ وصول کرنے کے سلسلے میں ان مریضوں کا معاملہ بے حد اہم ہے جو نادار ہیں جو اپنے علاج کا پورا خرچہ برداشت نہیں کر سکتے یا کچھ بھی خرچ نہیں کر سکتے۔ ایک اسلامی ملک میں ایسے نادار لوگوں کو صحت کی سہولیات فراہم کرنا بنیادی طور پر اسلامی حکومت کی ذمہ داری ہے لیکن پورا معاشرہ اور متعلقہ افراد بھی اس ذمہ داری سے مستثنیٰ نہیں ہیں۔ اگر کسی کے ہمسائے میں ایک غریب آدمی کسی مرض میں مبتلا ہے تو اس شخص کی ذمہ داری ہے کہ اس کے علاج کے لیے وہ جو تدبیر بھی کر سکتا ہے کرے۔ کم از کم اس کو ایسی جگہ پہنچا ہی دے جہاں اس کا علاج ممکن ہو۔ اس بستی کے لوگوں کا بھی یہ فرض ہے کہ زکوٰۃ اور صدقات کی رقم جمع کر کے اس غریب کی مدد کریں۔

جو ڈاکٹر اپنا نجی کلینک یا ہسپتال چلاتے ہیں۔ یا وہ ادارے جو اس قسم کی خدمات لوگوں کو مہیا کرتے ہیں انھیں اپنی سکیم میں ہمیشہ ان نادار مریضوں کے لیے بھی منصوبہ بندی کرنی چاہیے جو ان ہسپتالوں کے معمول کے اخراجات برداشت نہیں کر سکتے۔ ڈاکٹر ایسے مریضوں کو کم از کم مفت مشورہ تو دے ہی سکتے ہیں۔ اور ایسے اداروں

میں علاج کے لیے ان کی سفارش کر سکتے ہیں، جہاں ان کا مفت یا کم خرچ میں علاج ہو سکے۔ نجی یا ٹرسٹ کے ہسپتالوں میں لوگوں سے زکوٰۃ وصدقات جمع کر کے ایک ایسا فنڈ قائم کیا جا سکتا ہے جس سے ان مریضوں کی دیکھ بھال کی جا سکے۔

یہاں اس بات کا ذکر کر دینا بھی مناسب ہو گا کہ جو (ذاتی) ہسپتال تجارتی بنیادوں پر چلائے جا رہے ہیں ان کے لیے تجارتی زکوٰۃ ادا کرنا اسی طرح ضروری ہے جیسے دوسرے تجارتی اداروں کو ادا کرنا ہوتی ہے۔ اگر یہ ہسپتال باقاعدگی سے ہر سال اپنی تجارتی زکوٰۃ غرباء کے لیے مخصوص فنڈ میں جمع کرتے رہیں تو اس سے بہت سے مریضوں کا مفت یا کم خرچ پر علاج کرنا ممکن ہو سکتا ہے۔[1]

1 اسلامی طبی اخلاقیات (لاہور، پیا پبلی کیشنز، ۲۰۰۹)، طبی خدمت کا معاوضہ: ۶۹

بَابُ الْحِجَامَةِ عَلَى الرَّأْسِ

باب: سر میں حجامہ

عنوان کی وضاحت:

حجامہ کے جواز و اہمیت بیان کرنے کے بعد یہ باب جسمِ انسانی میں حجامہ کا ایک اہم موقع بتارہا ہے کہ نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے اپنے سر کے بیچ میں پچھنا لگوایا۔

۵۳۷۳ سَمِعَ عَبْدَ اللهِ ابْنَ بُحَيْنَةَ، يُحَدِّثُ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: احْتَجَمَ بِلَحْيِ جَمَلٍ مِنْ طَرِيقِ مَكَّةَ وَهُوَ مُحْرِمٌ فِي وَسَطِ رَأْسِهِ.

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن بحینہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے تھے کہ رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے مکہ کے راستے میں مقام لحی جمل میں اپنے سر کے بیچ میں پچھنا لگوایا، نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم اس وقت محرم تھے۔

۵۳۷۳ عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا "أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ احْتَجَمَ فِي رَأْسِهِ."

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے اپنے سر میں پچھنا لگوایا۔

1.0 سر میں حجامہ کے فوائد

اس حدیث میں راوی حجامہ کے ایک مقام کو نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی نسبت سے بیان کر رہے ہیں کہ سر کے بیچ میں بھی حجامہ کروانا سنت ہے۔ سننِ ابی داؤد کی روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ سر کے اوپر حجامہ کروانا (sagital suture) مستقل سنت ہے۔ چنانچہ حدیث میں ہے:

أَنَّ النَّبِىَّ -صلى الله عليه وسلم- كَانَ يَحْتَجِمُ عَلَى هَامَتِهِ وَبَيْنَ كَتِفَيْهِ وَهُوَ يَقُولُ « مَنْ أَهْرَاقَ مِنْ هَذِهِ الدِّمَاءِ فَلاَ يَضُرُّهُ أَنْ لاَ يَتَدَاوَى بِشَىْءٍ لِشَىْءٍ »[1]

ترجمہ: نبی کریم ﷺ سر کے اوپر حجامہ کیا کرتے تھے اور فرماتے تھے کہ جو اس مقام سے خون نکلوائے اسے اس کے بعد کسی دوائی کی ضرورت نہیں۔

طبی ماہرین کے مطابق اس مقام پر حجامہ لگانے سے درجِ ذیل بیماریوں کا علاج ہوتا ہے:

۱: سر درد اور شقیقہ ۲: آنکھوں سے رنگ کا نہ پہچاننا ۳: رات کو نہ دکھنا

۴: بھینگا پن ۵: آپٹک ڈسک کی بیماریاں ۶: آنسو دانی کے امراض

۷: دانتوں کا درد ۸: سر کے بالوں کی خشکی ۹: ہاتھوں کا رعشہ (Parkinsonism)

۱۰: کالا موتیا (Glaucoma) ۱۱: دو نظر آنا ۱۲: دور کی نظر میں کمزوری (Short Sightedness)

۱۳: آسٹگماٹسم (Astigmatism) ۱۴: پلکوں کی کمزوری

۱۵: پاگل پن ۱۶: سر کے بالوں کی نشو نما

۱۷: بلڈ پریشر ۱۸: نشے کی بیماریاں

۱۹: ہاتھ، سر، چہرے کی گرمائش[2]

---

1 سنن ابی داؤد، محوله سابقا، كتاب الطب، باب فِى مَوْضِعِ الْحِجَامَةِ. ، الرقم: ۳۸۵۹

2 الحجامہ، علاج بھی سنت بھی، ڈاکٹر امجد احسن علی، محولہ سابقہ: ۱۳۸

اس کے علاوہ نبی کریم ﷺ سے سر کی پشت پر حجامہ کروانا بھی ثابت ہے۔ ارشادِ نبوی ہے:

"عَلَيْكُمْ بِالْحِجَامَةِ فِي جَوْزَةِ الْقَمَحْدُوَةِ، فَإِنَّهُ دَوَاءٌ مِنِ اثْنَيْنِ وَسَبْعِينَ دَاءً، وَخَمْسَةِ أَدْوَاءٍ: مِنَ الْجُنُونِ، وَالْجُذَامِ، وَالْبَرَصِ، وَوَجَعِ الأَضْرَاسِ". [1]

ترجمہ: سر کی پشت پر حجامہ کا اہتمام کرو، یہ بہتر (۷۲) دوائیوں میں سے ایک دوا ہے اور پانچ بیماریوں کا علاج ہے: جنون، جذام، برص، اور دانتوں کی تکلیف۔

جدید طبی تحقیق کے مطابق ان بیماریوں کے علاوہ درجِ ذیل بیماریوں میں بھی اس مقام پر حجامہ کروانے سے افاقہ ہوتا ہے:

۱:	ہکلانا	۲:	وسوسے آنا
۳:	خوف	۴:	بالوں کا گرنا
۵:	اونچا سننا	۶:	فالج
۷:	چھوٹا قد	۸:	سونگھنے کے مسائل
۹:	دمہ	۱۰:	آنکھوں کی بیماریاں
۱۱:	چمڑے کی سرخی پن [2]		

---

1 مجمع الزوائد ومنبع الفوائد ، محوله سابقا،كتاب الطب، باب موضع الحجامة:۱۷۲/۵

2 الحجامہ، علاج بھی سنت بھی، ڈاکٹر امجد احسن علی، محولہ سابقہ: ۱۴۰

بَابُ الْحَجْمِ مِنَ الشَّقِيقَةِ وَالصُّدَاعِ:

باب: آدھے سر یا پورے سر کے درد (Unilateral or Bilateral Headache) میں حجامہ

عنوان کی وضاحت:

شقیقہ آدھے سر کے درد کو کہتے ہیں اور صداع پورے سر کے درد کو کہتے ہیں۔ حجامہ ان دونوں قسم کے دردِ سر میں مفید و مسنون ہے، یہ اس باب کا مقصود ہے۔

۵۳۷۴ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، احْتَجَمَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي رَأْسِهِ وَهُوَ مُحْرِمٌ مِنْ وَجَعٍ كَانَ بِهِ بِمَاءٍ يُقَالُ لَهُ لُحْيُ جَمَلٍ.

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے روایت کی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے حالت احرام میں اپنے سر میں پچھنا لگوایا۔ یہ پچھنا آپ نے (سر کے) درد کی وجہ سے لگوایا تھا جو لحی جمل نامی پانی کے گھاٹ پر آپ کو ہو گیا تھا۔

۵۳۷۴ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ: "أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ احْتَجَمَ وَهُوَ مُحْرِمٌ فِي رَأْسِهِ مِنْ شَقِيقَةٍ كَانَتْ بِهِ."

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے روایت کی ہے کہ کہ رسول اللہ ﷺ نے احرام کی حالت میں آدھے سر کے درد کی وجہ سے اپنے سر میں پچھنا لگوایا۔

۵۳۷۵ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ، قَالَ: سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: "إِنْ كَانَ فِي شَيْءٍ مِنْ أَدْوِيَتِكُمْ خَيْرٌ فَفِي: شَرْبَةِ عَسَلٍ، أَوْ شَرْطَةِ مِحْجَمٍ، أَوْ لَذْعَةٍ مِنْ نَارٍ، وَمَا أُحِبُّ أَنْ أَكْتَوِيَ."

ترجمہ: حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ میں نے نبی کریم ﷺ سے سنا کہ اگر تمہاری دوائیوں میں کوئی بھلائی ہے تو شہد کے پینے میں ہے اور پچھنا لگوانے میں ہے اور آگ سے داغنے میں ہے لیکن میں آگ سے داغ کر علاج کو پسند نہیں کرتا۔

1.0 حجامہ اور جدید سائنس:

حجامہ کے ممکنہ فوائد کے پیشِ نظر اس پر سائنسی تحقیقات کی جارہی ہیں اور اسکے فوائد کو پر کھا جارہاہے۔کچھ تحقیقات میں حجامہ کو درد میں مؤثر پایا گیاہے۔[1] اس کے علاوہ جدہ میں ایک سائنسی تجربہ کیا گیا جس میں حجامہ بلڈ پریشر کے مریضوں کے لیے مفید ثابت ہوا اور تحقیق کے دوران اس کا کوئی مضر اثر بھی سامنے نہیں آیا۔اس رپورٹ کا کچھ اقتباس درج ذیل ہے:

This is a randomized controlled trial conducted in the General Practice Department at King Abdulaziz University Hospital, Jeddah, Saudi Arabia, between May 2013 and February 2014. There were two groups (40 participants each): intervention group undergoing wet-cupping (hijama) in addition to conventional hypertension treatment, and a control group undergoing only conventional hypertension treatment. Three wet-cupping sessions were performed every other day.

Wet-cupping provided an immediate reduction of systolic blood pressure. After 4 weeks of follow-up, the mean systolic blood pressure in the intervention group was 8.4 mmHg less than in the control group (P=0.046). After 8 weeks, there were no significant differences in blood pressures between the intervention and control groups. In this study, wet-cupping did not result in any serious side effects.

CONCLUSION:

Wet-cupping therapy is effective for reducing systolic blood pressure in hypertensive patients for up to 4 weeks, without serious side effects. Wet-cupping should be considered as a complementary hypertension treatment, and further studies are needed.[2]

---

[1]Myeong Soo Lee,Jong-In Kim,Edzard Ernst (March 2011). "Is cupping an effective treatment? An overview of systematic reviews". Journal of Acupuncture and Meridian Studies. 4(1), Pp: 1–4,
Source: https://www.researchgate.net/publication/50867336_Is_Cupping_an_Effective_Treatment_An_Overview_of_Systematic_Reviews

[2]Nouran A.Aleyeidi,Khaled S.Aseri& others ,"Effects Of Wet-Cupping On Blood Pressure In Hypertensive Patients: A Randomized Controlled Trial",Journal of Integrative Medicine,13(6), November 2015, Pp: 391-399

برطانیہ کی عالمی حجامہ سوسائٹی کے رکن ڈاکٹر شایان احمد، لکھتے ہیں:

"آں حضرت ﷺ کے سر مبارک میں شدید درد تھا، آپ ﷺ احرام باندھے ہوئے تھے اور روزے کی حالت سے تھے، ان سب قیود کے باوجود حضور ﷺ نے سر درد کے علاج میں حجامہ ہی کو پسند فرمایا۔ سوال یہ ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے دردوں کے علاج میں حجامہ ہی کو کیوں پسند فرمایا؟ بحیثیت مسلمان ہمارا یہ عقیدہ ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا علم، علم وحی ہے اور یقینی ہے اور دوسرے تمام علوم ظنی ہیں، یعنی یا تو مشاہدے پر ہیں یا تجرباتی ہیں۔ آج ایک تجربہ ہوا... کل دوسرے تجربے نے پہلے کی جڑ کاٹ دی۔

آج سے چودہ سو سال پہلے طبیب اعظم ﷺ طب نبوی کے حوالے سے جو فرما کر اور عملی طور پر اپنا کر دنیا سے تشریف لے گئے... آج میڈیکل سائنس ان چیزوں کو ثابت کر رہی ہے۔ چناں چہ جب عرب ممالک سے ترقی کرتا ہوا "حجامہ" دنیا کے ترقی یافتہ غیر مسلم ممالک میں پہنچا تو طب کی دنیا میں ایک انقلاب برپا ہو گیا۔ میڈیکل سائنس اپنی ترقی اور Celluler level تک ریسرچ کے باوجود دردوں کے علاج میں Painkiller یا آخری درجے میں Steroid تجویز کرتی ہے جو گردوں اور جگر کے لیے انتہائی مہلک ہے...، اس سے آگے کوئی شافی دوا جس سے درد ہمیشہ کے لیے ختم ہو جائے، اس سلسلہ میں میڈیکل سائنس کوئی شافی دوا، تجویز کرنے میں ناکام تھی۔ یہ بات سمجھ سے باہر تھی کہ درد کے مادہ، یعنی Pain toxins کو جسم سے باہر کیسے نکالا جائے۔

جب مغربی ممالک میں حجامہ روشناس ہوا، ان کی عقلیں ٹھکانوں پر آ گئیں کہ کیسے اتنے سادہ سے علاج سے، جس میں کپ یا گلاس کے ذریعے سک Suck یعنی کھچاؤ بنا کر جب باریک کٹ لگائے جاتے ہیں تو سارا درد کا مادہ باہر آ جاتا ہے اور مریض چاہے عرق النساء کا ہو یا درد شقیقہ کا... چاہے جوڑوں کا درد ہو یا پٹھوں کا اسے فوری شفا ملتی ہے۔ چناں چہ کئی غیر مسلم ممالک، مثلاً چین، برطانیہ، جرمنی، فرانس، امریکا وغیرہ میں ماہرین طب اور عام افراد دردوں کو دور کرنے کے لیے بہت تیزی سے حجامہ کی طرف متوجہ ہو رہے ہیں، بندہ کیوں کہ برطانیہ کی International Cupping Society کا ممبر ہے، اس لیے ان کی طرف سے آئے دن E-mail کا سلسلہ جاری رہتا ہے، بندہ کے اندازے کے مطابق ہر 100 دن میں برطانیہ میں ایک نیا کپنگ سینٹر Cupping Center کا افتتاح ہوتا ہے۔[1]

---

[1] ڈاکٹر شایان احمد، حجامہ علاج بھی۔۔۔ سنت بھی، ماہنامہ الفاروق، کراچی، صفر ۱۴۳۵ھ

Source: http://farooqia.com/ur/lib/1435/02/p58.php

بَابُ الْحَلْقِ مِنَ الأَذَى:

باب: تکلیف کی وجہ سے سر منڈانا

عنوان کی وضاحت:

گزشتہ باب کی حدیث میں حالتِ احرام میں حجامہ کا تذکرہ تھا، اس پر یہ شبہ ہو سکتا تھا کہ حالتِ احرام میں بال کٹوانا جائز نہیں ہے۔ امام صاحب اسی تناظر میں اس باب میں ایسی واضح احادیث لائے ہیں جن میں محرم کے لیے بیماری یا تکلیف میں بال کٹوانے کی اجازت دی گئی ہے۔[1] ایسی حالت میں احرام کی اس پابندی کی خلاف ورزی میں کوئی گناہ تو نہیں ہے، البتہ رخصت کے عوض کفارہ ضرور دیا جائے گا۔

علامہ عینی رحمہ اللہ کے مطابق اس باب کو طبی ابحاث میں ذکر کرنے کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ اس میں محرم کے لیے تکلیف کو دور کرنے کے لیے احرام کی پابندیوں کے برخلاف سر منڈوانے کی بھی اجازت دی گئی ہے، اس سے شریعتِ اسلامیہ کا مزاج بھی معلوم ہوتا ہے کہ وہ مؤمن کو اپنے جسم کی حفاظت کرنے اور اس سے ہر طرح کی تکلیف دور کرنے کی تاکید کرتی ہے، چاہے وہ حالتِ احرام میں کیوں نہ ہو۔ بیماری بھی ایک طرح کی، بلکہ بعض اوقات شدید قسم کی تکلیف ہوتی ہے، اسی لیے شریعت میں اسے علاج معالجہ کے ذریعے دور کرنے کی ترغیب دی گئی ہے۔ یہ مکمل کتاب اور اس میں درج تمام مستند احادیث اس کی گواہ ہیں۔[2]

٥٣٧٦ عَنْ كَعْبٍ هُوَ ابْنُ عُجْرَةَ، قَالَ: "أَتَى عَلَيَّ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ زَمَنَ الْحُدَيْبِيَةِ، وَأَنَا أُوقِدُ تَحْتَ بُرْمَةٍ وَالْقَمْلُ يَتَنَاثَرُ عَنْ رَأْسِي فَقَالَ: أَيُؤْذِيكَ هَوَامُّكَ؟ قُلْتُ: نَعَمْ، قَالَ: فَاحْلِقْ، وَصُمْ ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ، أَوْ أَطْعِمْ سِتَّةً، أَوِ انْسُكْ نَسِيكَةً"، قَالَ أَيُّوبُ: لَا أَدْرِي بِأَيَّتِهِنَّ بَدَأَ.

---

1 فتح الباری، محولہ سابقا، کتاب الطب، بَابُ الْحَلْقِ مِنَ الأَذَى: ۱۵۴/۱۰

2 عمدۃ القاری، محولہ سابقا، کتاب الطب، بَابُ الْحَلْقِ مِنَ الأَذَى: ۳۶۲/۲۱

ترجمہ: حضرت کعب بن عجرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ صلح حدیبیہ کے موقع پر نبی کریم ﷺ میرے پاس تشریف لائے۔ میں ایک ہانڈی کے نیچے آگ جلا رہا تھا اور جوئیں میرے سر سے گر رہی تھیں (اور میں احرام باندھے ہوئے تھا) نبی کریم ﷺ نے دریافت فرمایا کہ سر کی یہ جوئیں تمہیں تکلیف پہنچاتی ہیں؟ میں نے عرض کیا کہ جی ہاں۔ فرمایا کہ پھر سر منڈوا لو اور (کفارہ کے طور پر) تین دن کے روزے رکھو یا چھ مسکینوں کو کھانا کھلا دو یا ایک قربانی کر دو۔ ایوب نے کہا کہ مجھے یاد نہیں کہ (ان تین چیزوں میں سے) کس کا ذکر سب سے پہلے کیا تھا۔

بَابُ مَنِ اكْتَوَى أَوْ كَوَى غَيْرَهُ، وَفَضْلِ مَنْ لَمْ يَكْتَوِ:

باب: داغ لگوانا یا لگانا (Cauterization) اور جو شخص داغ نہ لگوائے اس کی فضیلت

عنوان کی وضاحت:

اس عنوان کے پہلے حصے میں بطورِ علاج مریض کا خود اپنے جسم کو داغنے یا ڈاکٹر کا مریض کو داغنے کا جواز بیان کیا گیا ہے۔ ساتھ ہی عنوان کے دوسرے حصے میں اس عمل کو ناپسندیدہ علاج بھی قرار دیا گیا ہے۔ اس باب میں دو احادیث روایت کی گئی ہیں۔ پہلی حدیث میں دو چیزوں کو شفا بخش بتایا گیا ہے، پچھنا کروانا اور داغ لگوانا۔ لیکن ساتھ ہی داغ لگانے کو ناپسندیدہ بھی قرار دیا گیا، دوسری حدیث میں امتِ محمدیہ کے ستر ہزار ان خوش نصیبوں کی صفات بتائی گئی ہیں جو بلا حساب کتاب جنت میں داخل ہونگے، وہ بھی داغ لگانے سے علاج نہیں کرتے ہونگے۔

۵۳۷۷ حَدَّثَنَا عَاصِمُ بْنُ عُمَرَ بْنِ قَتَادَةَ، قَالَ: سَمِعْتُ جَابِرًا، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: "إِنْ كَانَ فِي شَيْءٍ مِنْ أَدْوِيَتِكُمْ شِفَاءٌ فَفِي: شَرْطَةِ مِحْجَمٍ، أَوْ لَذْعَةٍ بِنَارٍ، وَمَا أُحِبُّ أَنْ أَكْتَوِيَ."

ترجمہ: حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما نبی کریم ﷺ کا ارشاد نقل فرماتے ہیں کہ اگر تمہاری دواؤں میں شفاء ہے تو پچھنا لگوانے اور آگ سے داغنے میں ہے لیکن آگ سے داغ کر علاج کو میں پسند نہیں کرتا۔

۵۳۷۸ حَدَّثَنَا ابْنُ عَبَّاسٍ، قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "عُرِضَتْ عَلَيَّ الْأُمَمُ فَجَعَلَ النَّبِيُّ وَالنَّبِيَّانِ يَمُرُّونَ مَعَهُمُ الرَّهْطُ، وَالنَّبِيُّ لَيْسَ مَعَهُ أَحَدٌ حَتَّى رُفِعَ لِي سَوَادٌ عَظِيمٌ، قُلْتُ: مَا هَذَا أُمَّتِي هَذِهِ! قِيلَ بَلْ هَذَا مُوسَى وَقَوْمُهُ، قِيلَ انْظُرْ إِلَى الْأُفُقِ، فَإِذَا سَوَادٌ يَمْلَأُ الْأُفُقَ، ثُمَّ قِيلَ لِي: انْظُرْ هَهُنَا وَهَهُنَا فِي آفَاقِ السَّمَاءِ، فَإِذَا سَوَادٌ قَدْ مَلَأَ الْأُفُقَ، قِيلَ هَذِهِ أُمَّتُكَ وَيَدْخُلُ الْجَنَّةَ مِنْ هَؤُلَاءِ سَبْعُونَ أَلْفًا بِغَيْرِ حِسَابٍ"،

ثُمَّ دَخَلَ وَلَمْ يُبَيِّنْ لَهُمْ، فَأَفَاضَ الْقَوْمُ وَقَالُوا نَحْنُ الَّذِينَ آمَنَّا بِاللهِ وَاتَّبَعْنَا رَسُولَهُ فَنَحْنُ هُمْ، أَوْ أَوْلَادُنَا الَّذِينَ وُلِدُوا فِي الْإِسْلَامِ فَإِنَّا وُلِدْنَا فِي الْجَاهِلِيَّةِ، فَبَلَغَ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَخَرَجَ، فَقَالَ: "هُمُ الَّذِينَ لَا يَسْتَرْقُونَ، وَلَا يَتَطَيَّرُونَ، وَلَا يَكْتَوُونَ، وَعَلَى رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُونَ". فَقَالَ عُكَّاشَةُ بْنُ مِحْصَنٍ: أَمِنْهُمْ أَنَا يَا رَسُولَ اللهِ؟، قَالَ: نَعَمْ، فَقَامَ آخَرُ، فَقَالَ: أَمِنْهُمْ أَنَا؟ قَالَ: سَبَقَكَ بِهَا عُكَّاشَةُ.

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ میرے سامنے تمام امتیں پیش کی گئیں۔ ایک ایک، دو دو نبی اور ان کے ساتھ ان کے ماننے والے گزرتے رہے اور بعض نبی ایسے بھی تھے کہ ان کے ساتھ کوئی نہیں تھا۔ آخر میرے سامنے ایک بڑی بھاری جماعت آئی۔ میں نے پوچھا یہ کون ہیں، کیا یہ میری امت کے لوگ ہیں؟ کہا گیا کہ یہ موسیٰ علیہ السلام اور ان کی قوم ہے۔ پھر کہا گیا کہ کناروں کی طرف دیکھو۔ میں نے دیکھا کہ ایک بہت ہی عظیم جماعت ہے جو کناروں پر چھائی ہوئی ہے پھر مجھ سے کہا گیا کہ ادھر دیکھو، ادھر دیکھو آسمان کے مختلف کناروں میں میں نے دیکھا کہ جماعت ہے جو تمام افق پر چھائی ہوئی ہے۔ کہا گیا کہ یہ آپ کی امت ہے اور اس میں سے ستر ہزار حساب کے بغیر جنت میں داخل کر دیئے جائیں گے۔

اس کے بعد آپ (اپنے حجرہ میں) تشریف لے گئے اور کچھ تفصیل نہیں فرمائی۔ لوگ ان جنتیوں کے بارے میں بحث کرنے لگے اور کہنے لگے کہ ہم اللہ پر ایمان لائے ہیں اور اس کے رسول کی اتباع کی ہے، اس لیے ہم ہی (صحابہ) وہ لوگ ہیں یا ہماری وہ اولاد ہیں جو اسلام میں پیدا ہوئے کیونکہ ہم جاہلیت میں پیدا ہوئے تھے۔ یہ باتیں جب نبی کریم ﷺ کو معلوم ہوئیں تو آپ ﷺ باہر تشریف لائے اور فرمایا کہ یہ وہ لوگ ہوں گے جو جھاڑ پھونک نہیں کراتے، فال نہیں دیکھتے اور داغ کر علاج نہیں کرتے بلکہ اپنے رب پر بھروسہ کرتے ہیں۔ اس پر عکاشہ بن محصن رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: یارسول اللہ! کیا میں بھی ان میں سے ہوں۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ ہاں۔ اس کے بعد دوسرے صحابی کھڑے ہوئے اور عرض کیا: یارسول اللہ! میں بھی ان میں ہوں؟ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ عکاشہ تم سے بازی لے گئے۔

1.0 بطورِ علاج جسم کو داغنا (Cauterization)

داغنے سے متعلق دونوں قسم کی احادیث وروایات وارد ہوئی ہیں۔ بعض سے اس طریقہ علاج کا جواز معلوم ہوتا ہے جبکہ بعض احادیث سے اسکی ممانعت معلوم ہوتی ہے۔

قسم اول: وہ احادیث جن سے داغنے کا جواز معلوم ہوتا ہے۔ عہد نبوی میں مختلف امراض کا داغنے کے ذریعے علاج کیا جاتا رہا ہے:

۱۔ خون بہنا: حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ غزوہ خندق کے دن حضرت ابی رضی اللہ عنہ کی رگ ہفت اندام (یہ رگ کلمہ کی انگلی وانگوٹھے کے پاس والی انگلی کے مقابل کہنی کے جوڑ کے بیچ میں واقعہ ہے) پر تیر آکر لگا (جس سے خون جاری ہو گیا) تو آپ ﷺ نے ان کو داغ دیا۔[1]

۲۔ ورم: حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کی رگ ہفت اندام پر تیر آکر لگا (جس سے خون جاری ہو گیا) چنانچہ آپ ﷺ نے اپنے دست مبارک سے تیر کے ذریعے (زخم کو) داغ دیا پھر جب ان کے ہاتھ پر ورم آگیا تو آپ ﷺ نے دوبارہ داغا۔[2]

۳۔ سرخ بادہ (red spots): حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے سعد بن زُراہ رضی اللہ عنہ کے جسم پر سرخ بادہ (red spots) کی بیماری کے علاج کیلئے داغ دیا۔[3]

۴۔ الذَّبْحَةِ (a sort of throat pain): حضرت اسعد بن زرارہ رضی اللہ عنہ کے حلق میں (ایک مرتبہ) شدید درد اُٹھا جس کو الذَّبْحَةِ (a sort of throat pain) کہتے ہیں۔ حضور اقدس ﷺ اُن کی عیادت کیلئے تشریف لائے اور اپنے دستِ مبارک سے سر کو داغا لیکن یہ درد پیغام اجل ثابت ہوا اور روح مبارک پرواز کر گئی۔[4]

۵۔ ذات الجنب: صحیح بخاری کی اسی کتاب الطب، باب ذات الجنب میں حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ مجھے ذات الجنب میں مبتلاء ہونے کے وقت داغ دیا گیا تھا اور رسول اللہ ﷺ اس وقت حیات تھے (آپ ﷺ نے انکار نہیں فرمایا تھا) حضرت ابو طلحہ رضی اللہ عنہ، حضرت انس بن نظر رضی اللہ عنہ، حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہم مجھے دیکھ رہے تھے جبکہ حضرت ابو طلحہ رضی اللہ عنہ نے مجھے داغ لگایا۔

---

1 الصحيح لمسلم، محوله سابقا، كتاب السلام، باب لكل داء دواء، الرقم: ٢٢٠٧

2 الصحيح لمسلم، محوله سابقا، كتاب السلام، باب لكل داء دواء، الرقم: ٢٢٠٨

3 سنن الترمذى، محوله سابقا، كتاب الطب، باب مَا جَاءَ فِي الرُّخْصَةِ فِي ذَلِكَ، الرقم: ٢٠٥٠

4 سنن ابن ماجه، محوله سابقا، كتاب الطب، باب مَنِ اكْتَوَى، الرقم: ٣٤٩٢

۶۔ لقوہ(Facial paralysis): حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نقل کرتے ہیں کہ حضرت ابو طلحہ رضی اللہ عنہ نے اپنے پر بھی اور ایک اور شخص پر لقوے کے مرض کی وجہ سے داغنے کے ذریعے علاج کیا۔[1]

دوسری قسم وہ احادیث جن میں داغنے کی ممانعت ہے۔

۱۔ حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے داغنے سے منع فرمایا اور آپ ﷺ کھولتے ہوئے (یعنی گرم) پانی کو پینے میں کراہت محسوس کرتے تھے۔[2]

۲۔ حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ بواسیر میں مبتلا تھے۔ جب اور علاج کارگر نہ ہوئے تو آپ نے اپنے آپ کو (علاج کیلئے) لوہے سے داغ دیا مگر مرض سے نجات نہ ملی۔ خود ہی فرماتے ہیں ہمیں داغ دینے سے منع کیا گیا پھر بھی ہم نے داغا، لہذا کیسے فلاح ہو گی؟ کیسے کامیابی ہو گی؟۔ محدث ابو داؤد رحمہ اللہ نے لکھا ہے کہ حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ اپنی بیماری کے زمانہ میں فرشتوں کے سلام خود سنا کرتے تھے، داغنے کے بعد یہ سلسلہ ٹوٹ گیا، داغنے سے توبہ کی تو سلسلہ بحال ہو گیا۔[3]

بظاہر ان احادیث میں تضاد نظر آتا ہے، لیکن نظر غائر سے معلوم ہوتا ہے کہ دونوں کا محل الگ ہے، ممانعت کی احادیث عمومی ہیں، عام حالات میں داغنے کو ذریعہ علاج بنانا مزاجِ شریعت کے خلاف ہے اور اس سے حتی الامکان گریز کرتے ہوئے دوسرے کم تکلیف دہ علاج کو اختیار کرنا چاہیے، تمام تر آسان اور کم تکلیف دہ علاج سے مایوس ہو جانے کے بعد داغنے کو **بالکل آخری علاج کے طور پر کیا جائے** کیونکہ اس میں تکلیف سخت ہے۔ بلاضرورت سخت تکلیف والے علاج سے گریز کرنا چاہیے جب تک اس سے فائدہ کی امید غالب نہ ہو۔

جن صحابہ کرام کے لیے کوئی دوسرا علاج مفید نہیں تھا، ان کے لیے داغنے کو آخر میں کیا گیا، حتی کہ بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنہ کی موت ہی آگئی۔ بواسیر کے دوسرے علاج موجود تھے اسلیے نبی کریم ﷺ نے داغنے اجازت

1 كتاب الطبقات الكبير لابن سعد، محوله سابقا، طبقات البدريين من الأنصار، أبو طلحة:۳/۴۷۰

2 مجمع الزوائد ومنبع الفوائد ، محوله سابقا، كتاب الطب، باب ما جاء في الكي:۵/۱۶۴

3 سنن ابى داؤد، محوله سابقا، كتاب الطب، باب فِي الكي. ، الرقم :۳۸۵۹

مرحمت نہ فرمائی لیکن رگِ جان کٹنے کی وجہ سے فوری موت کا اندیشہ تھا اس لیے داغا گیا۔ آپ ﷺ نے حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ کو خصوصیت سے داغ لگوانے سے منع فرمادیا تھا کیونکہ انکو زخم کی بجائے ناسور تھا اور وہ بھی خطرناک جگہ یعنی (پاخانہ کے مقام پر) اسلیے آپ ﷺ نے انہیں داغ دینے سے منع فرمادیا تھا[1]،[2]

اس باب کی پہلی حدیث سے بھی اس ترتیب کی طرف راہنمائی ملتی ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلے شہد، پھر پچھنے اور آخر میں داغنے کو ذکر فرمایا ہے۔ شہد پینا آسان تر، پھر پچھنا مشکل پھر داغ مشکل تر ہے۔

2.0 آپریشن و سرجری کے مسائل

اسی تناظر میں میڈیکل سرجریز اور آپریشن کا شرعی حکم معلوم کیا جاسکتا ہے۔ میڈیکل سرجری بسا اوقات مریض کی موت وہلاکت، یا کسی عضو کے تلف ہونے کا سبب بن جاتی ہے، اور اس میں تکلیف کی شدت تو اکثر بیہوشی کے اثر ختم ہونے کے بعد ضرور ہی ہوتی ہے نیز اس کے متاخر اثرات (after effects) معروف ہیں، ایک بیماری کے آپریشن کے بعد دوسری بیماری شروع ہو جانا مریضوں کے لیے کوئی انجانی بات نہیں رہی۔۔ اسلئے فقہاء کرام نے اس کی مشروعیت وجواز کیلئے داغنے کے عمل کی طرح ضرورت وحاجت کو معیار بنایا ہے۔ مسجدِ نبوی (علی صاحبها الف الف تحیۃ) کے مدرس ڈاکٹر محمد بن المختار بن محمد الشنقيطي نے جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ یونیورسٹی سے اس موضوع پر پی ایچ ڈی کیا ہے۔ ان کے مقالے کا عنوان ہے أحكام الجراحة الطبية والآثار المترتبة عليها۔ اس میں موصوف نے سرجری کی شرعی حیثیت اور اس کی جدید صورتوں پر تفصیلی بحث کی ہے[3] جسکا خلاصہ درج ذیل ہے:

ا: سرجری کے لیے مندرجہ ذیل شرائط ضروری ہیں:

---

1 قَالَ ابْنُ رَسْلَانَ: هَذِهِ الرِّوَايَةُ فِيهَا إِشَارَةٌ إِلَى أَنَّهُ يُبَاحُ الْكَيُّ عِنْدَ الضَّرُورَةِ بِالِابْتِلَاءِ بِالْأَمْرَاضِ الْمُزْمِنَةِ الَّتِي لَا يَنْجَعُ فِيهَا إِلَّا الْكَيُّ وَيُخَافُ الْهَلَاكُ عِنْدَ تَرْكِهِ، أَلَا تَرَاهُ كَوَى سَعْدًا لَمَّا لَمْ يَنْقَطِعْ الدَّمُ مِنْ جُرْحِهِ وَخَافَ عَلَيْهِ الْهَلَاكَ مِنْ كَثْرَةِ خُرُوجِهِ كَمَا يُكْوَى مَنْ تُقْطَعُ يَدُهُ أَوْ رِجْلُهُ، وَنَهَى عِمْرَانَ بْنَ حُصَيْنٍ عَنْ الْكَيِّ لِأَنَّهُ كَانَ بِهِ بَاسُورٌ وَكَانَ مَوْضِعُهُ خَطِرًا فَنَهَاهُ عَنْ كيه، فَتَعَيَّنَ أَنْ يَكُونَ النَّهْيُ خَاصًّا بِمَنْ بِهِ مَرَضٌ مَخُوفٌ ﴿عون المعبود شرح سنن أبي داود، محمد شمس الحق العظيم آبادي (المدينة المنورة، المكتبة السلفية) كتاب الطب، باب في الكي: ٣٤٤/١٠﴾

2 نَعَمْ إِذَا كَانَ الْكَيُّ مُتَعَيَّنًا فِي ذَلِكَ الدَّاءِ خَرَجَ عَنْ مَوْضِعِ الْكَرَاهَةِ، وَعَلَيْهِ يُحْمَلُ مَا وَقَعَ لِبَعْضِ الصَّحَابَةِ كَمَا سَيَأْتِي وَاللَّهُ أَعْلَمُ. ثُمَّ رَأَيْتُ فِي كَلَامِ بَعْضِ الشُّرَّاحِ صَرِيحًا أَنَّ ذَلِكَ عِنْدَ عَدَمِ الْقُدْرَةِ عَلَى الْمُدَاوَاةِ بِدَوَاءٍ آخَرَ، وَالنَّهْيُ قَبْلَ بُلُوغِ ضَرُورَةٍ دَاعِيَةٍ إِلَيْهِ، أَوْ فِي مَوْضِعٍ يَعْظُمُ خَطَرُهُ، أَوِ الْكَيُّ الْفَاحِشُ، ﴿ مرقاة المفاتيح شرح مشكاة المصابيح، علي بن سلطان الملا الهروي القاري (كوئته، مكتبه رشيديه) كتاب الطب والرقى، الفصل الاول: ٣٤٦/٨﴾

3 أحكام الجراحة الطبية والآثار المترتبة عليها ، محمد بن المختار بن محمد الشنقيطي(جدة،مكتبة الصحابة ، الطبعة الثانية،١٤١٥ ھ)

(۱) سرجری جائز مقصد کے لیے ہو، (۲) مریض سرجری کا محتاج ہو، (۳) مریض اس کی اجازت دے، (۴) سرجن اور اس کے معاون اسٹاف میں سرجری کی مکمل اہلیت موجود ہو، (۵) سرجن کو سرجری کے کامیابی کا غالب گمان ہو، (٦) سرجری کا ایسا متبادل نہ پائے جو کم تکلیف دہ یا کم نقصان دہ ہو، (۷) سرجری سے فوائد وابسطہ ہو، (۸) سرجری کی وجہ سے ایسا نقصان لاحق نہ ہو جو موجودہ بیماری کے نقصان سے بڑا ہو۔ (ص:۱۰۳)

۲: اگر سرجری سے ہونے والا نقصان موجودہ مرض سے بڑھ کر ہو، تو ایسی سرجری کرنا، و کرانا دونوں ناجائز ہیں، کیوں کہ شریعت کا اصول ہے: "الضرر لا یزال بمثله" کہ ضرر کو اسی درجہ کے ضرر سے دور نہیں کیا جاتا۔ (ص:۱۲۴)

۳: اگر سرجری سے ہونے والا نقصان موجودہ مرض سے کم ہو تو ایسی سرجری کرنا جائز ہے، اسلئے کہ قاعدہ ہے: "إذا تعارض مفسدتان روعی أعظمهما ضررًا بارتكاب أخفهما"، کہ جب دو ضرر جمع ہو جائیں تو ان دونوں میں سے ہلکے ضرر کو اختیار کر لیا جائے گا۔ (ص:۱۲۵)

لہذا اس رواج کو ختم کرنا ضروری ہے کہ ہر بیماری میں فوری آپریشن کر دیا جائے۔ یہ طبی احتیاط اور مریض کے ساتھ ہمدردی کے خلاف ہے۔ سرجری کا اقدام پیشہ وارانہ مہارت اور مکمل طبی تحقیق اور اس کے دور رس نتائج کو سامنے رکھ کر اٹھانا چاہیے۔ جدید میڈیکل سائنس میں بھی ہر عملِ جراحی سے پہلے اس کے ممکنہ فوائد و خدشات کے موازنہ (risk vs benefit analysis) کو ضروری قرار دیا گیا ہے۔ اور جہاں دواؤں سے علاج (conservative management) ممکن ہو وہاں کسی آلات کے استعمال (intervention) سے گریز کرنے کا ضابطہ طے کیا گیا ہے۔

2.1 جائز و ناجائز سرجری:

ڈاکٹر محمد بن المختار بن محمد الشنقيطي نے اپنے مقالے میں جائز و ناجائز سرجری کی حد بندی و تقسیم پر ایک مستقل باب قائم کیا ہے، جسکی روشنی میں سرجری کی درجِ ذیل اقسام سامنے آتی ہیں:

2.1.1۔ ضروری سرجری (Essential Surgery): مریض کی حالت اتنی خستہ ہو چکی ہو کہ اگر سرجری نہ کی جائے تو اسی مرض میں مریض کی موت واقع ہو جائے۔ اس صورت میں مرض کو دور کرنے اور اپنی جان کی حفاظت کیلئے سرجری کرنا فرض ولازم ہے۔ (ص:۱۳۳-۱۳۷)

2.1.2۔ سرجری برائے حاجت: وہ بیماری جس میں مریض کی موت وہلاکت یقینی تو نہ ہو لیکن اس کی وجہ سے مریض کو سخت نقصان یا تکلیف پہونچتی ہو، خواہ وہ نقصان دائمی ہو یا وقتی ہو، فوری ہو یا متوقع ہو کہ اگر سرجری نہ کیجائے تو یہ مرض اس کے کسی عضو کو لاحق ہو کر اس عضو کی افادیت کو بالکلیہ ختم کر دے، یا اس مرض کی شدت میں اضافہ کا خوف ہو۔ ایسے مریض کیلئے ان حالتوں میں سرجری کے جواز پر ان تمام آیات واحادیث سے راہنمائی ملتی ہے جن میں تنگی و مشقت کو دور کرنے اور حاجت کو پوری کرنے کی ہدایات دی گئی ہیں۔ (ص:۱۴۰-۱۴۴)

2.1.3۔ ہلکی ضرورت میں سرجری: ایسی بیماری کا آپریشن کرنا جو نہ ضرورت کے درجے کو پہونچے اور نہ حاجت کے، اسلیے کہ وہ مرض انسان کو نہ موت تک پہنچا سکتا ہو اور نہ اس میں موت کا خوف ہو، لیکن اس مرض کو یونہی چھوڑے رکھنا تکلیف وپریشانی کا سبب بن سکتا ہو، جیسے ناک میں زائد گوشت کا بڑھ جانا۔ اگر اس زائد گوشت کو نہ نکالا جائے تو یہ بڑھ کر تکلیف ومشقت کا سبب بن سکتا ہے۔

ایسے آپریشن شرعاً جائز ہے کیونکہ اس طرح کی سرجری سے جسم کی اصلاح مقصود ہوتی ہے اور انسان مستقبل میں بڑی بیماریوں سے بچ جاتا ہے۔ صحابیات جنگوں میں صحابہ کے زخموں پر اس قسم کے معمولی آپریشن کرلیا کرتی تھیں اور نبی کریم ﷺ ان کی حوصلہ افزائی فرماتے۔ (ص:۱۴۸-۱۴۹)

2.1.4۔ عمل جراحی برائے تشخیص امراض (Surgical Diagnosis): ایسی سرجری جس سے مرض کی تشخیص کی جاتی ہے، شرعاً یہ سرجری جائز ہے، لیکن اگر مرض کی تشخیص کیلئے کوئی آسان اور کم نقصان دہ متبادل شکل موجود ہو، جیسے سونوگرافی وغیرہ تو پھر اس صورت کو اختیار کرنا جائز نہیں ہوگا۔ (ص:۱۵۱)

2.1.5 **عمل جراحی برائے ولادت(Surgical Accouchement):** وہ سرجری جس میں بذریعہ آپریشن بچے کو اس کے ماں کے پیٹ سے نکالا جاتا ہے، خواہ وہ اس کی تخلیق مکمل ہوگئی ہو یا جسم ادھورا ہی ہو، اس سرجری کی دو صورتیں ہیں:

2.1.5.1**ضروری حالت:** یہ وہ حالت ہے جس میں بچہ یا حاملہ دونوں کی یا ان دونوں میں سے کسی ایک کی جان خطرے میں ہو، اس حالت میں سرجری کرنا جائز ہے، جیسے حاملہ کی وفات کے بعد اگر بچہ زندہ ہو تو اس حالت میں بذریعہ آپریشن بچہ کا نکالنا جائز ہے۔

2.1.5.2**حالتِ حاجت:** یہ وہ حالت ہے کہ طبعی طور پر بچے کی ولادت مشکل ہونے کی وجہ سے سرجری کے ذریعے بچے کو نکال لیا جاتا ہے، اس طرح نہ کرنے کی صورت میں بچے یا حاملہ کی ہلاکت کا خوف ہوتا ہے، اس حالت کا حکم ڈاکٹر کی رائے پر موقوف ہے، اگر ڈاکٹر کو عورت کے ولادت طبعی کی مشقت برداشت نہ کرنے، یا پھر بچے کو ضرر لاحق ہونے کا گمان غالب ہو، تو اس صورت میں بچے کو بذریعہ سرجری نکالنا جائز ہے، اور اگر ڈاکٹر کا غالب گمان اس کے برعکس ہو تو سرجری کرنا جائز نہیں ہے۔ (ص:۱۵۸)

2.1.6 **عمل جراحی برائے ختنہ (Surgical Phimosiectomy):** وہ سرجری جس میں مرد کے عضوِ خاص کی چمڑی کو کاٹا جاتا ہے۔ یہ مسنون ہے۔(ص:۱۵۹)

2.1.7۔**جراحی برائے حسن وزیبائش(Cosmetic Surgery):** جب انسان کے کسی عوض میں کوئی عیب پیدا ہو، یا کوئی عضو بیکار ہو جائے، یا مسخ ہو جائے، تو اس کی درستگی کیلئے ایسی سرجری کی جاتی ہے

اس کی دو قسم ہے: (۱)ضروری (۲)اختیاری

2.1.7.1**ضروری:** ان عیوب کی سرجری کرانا جو انسان کیلئے نقصان دہ و، خواہ وہ عیوب پیدائشی ہوں، جیسے: اوپر کے ہونٹوں کا پھٹا ہوا ہونا، ہاتھ، پیر کی انگلیوں کا ملا ہوا ہونا، یا وہ عیوب بعد میں پیدا ہونے والے ہوں، جیسے: آگ میں جلنے کی وجہ سے جلد کا خراب ہونا، اور ہتھیلی کی انگلیوں کا مل جانا۔ یہ عیوب ظاہری وباطنی دونوں نقصانات کو شامل ہیں۔

اس طرح کے آپریشن جائز ہیں۔ حضرت عرفجہ بن اسعد رضی اللہ تعالی عنہ کو زمانہ جاہلیت میں ناک پر زخم آیا، تو انہوں نے چاندی کی ناک بنوا کر لگوائی، لیکن اس میں بدبو پیدا ہونے لگی، تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں حکم دیا کہ وہ سونے کی ناک بنوا کر لگالیں[1]۔

2.1.7.2 اختیاری جراحی برائے حسن وزیبائش کی درجِ ذیل قسمیں ہوتی ہیں:

2.1.7.2.1 سرجری برائے خوشنمائی (Aesthetic Surgery): وہ سرجری جو اعضاء کی خوبصورتی، یا بڑھاپے کو زائل یا جسمانی ساخت بدلنے کیلئے کی جاتی ہے۔

اس سرجری کی بھی دو قسم ہے:

2.1.7.2.1.1۔ جراحی برائے شکل سازی (Shape Making Surgery): شکل وصورت بدلنے والی سرجری، جیسے: آنکھ یا ٹھوڑی کو خوبصورت بنانا۔

2.17.2.1.2۔ سرجری برائے نوجوانی (Young Making Surgery): وہ سرجری جو بڑھاپے کے آثار چھپانے کیلئے کی جاتی ہے۔

اس قسم میں سرجری کیلئے نہ کوئی ضرورت ہوتی ہے، اور نہ کوئی حاجت ہوتی ہے، بلکہ محض اپنی خواہش وشہوت کو پورا کرنا ہوتا ہے اس طرح کی سرجری کرنا ناجائز ہے۔ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی روایت میں اس عمل کو قابلِ لعنت قرار دیا گیا ہے۔ "آپ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نے ابرو کے بال اتارنے والی عورت، اور ابرو کے بال اتروانے والی عورت، اور خوبصورتی کے لیے اپنے دانتوں کو رگڑ کر باریک کر کے اللہ کی پیدا کردہ صورت میں تبدیلی کرنے والی عورت پر لعنت فرمائی ہے۔(ص:۱۹۱، ۱۹۳)

[1] سنن ابی داؤد،محوله سابقا، كتاب الخاتم ،باب ما جاء في ربط الأسنان بالذهب،الرقم: ۴۲۳۲

2.17.2.2۔ سرجری برائے تبدیلیٔ جنس(Sex Changing Surgery): وہ سرجری جس میں ایک مکمل طبعی مرد کو عورت اور عورت کو مرد بنایا جاتا ہے۔ اور یہ عمل بہت سے محرمات پر مشتمل ہے، مثلاً: جنسِ مخالف سے مشابہت اختیار کرنا، اور غیر کے سامنے بلاضرورت اپنے ستر کو کھولنا، اور ان کی حرمت قرآن وحدیث سے ثابت ہے۔ ان وجوہات کی بناء پر فقہاء نے اس سرجری کو حرام قرار دیا ہے۔ (ص:۲۰۲)

2.2 اندام نہانی(vaginal) کو تنگ کرنے کیلئے پلاسٹک سرجری

اندام نہانی تنگ کرنے کا آپریشن بسا اوقات امراض وغیرہ کی وجہ سے ہوتا ہے، مثلاً جس وقت اندام نہانی،[اوپر کی جانب] پیشاب کے راستے سے مل جائے یا [نیچے کی جانب] پاخانے کے راستے سے مل جائے، یا ابھی ملے تو نہ لیکن اندام نہانی کے پٹھے کمزور ہونے کی وجہ سے انکے آپس میں ملنے کا خدشہ ہو تو ان حالات میں اس قسم کا آپریشن کروانا جائز ہے، کیونکہ اس کا تعلق علاج معالجے اور ظاہر ہونے والے عیوب زائل کرنے سے ہے۔

لیکن بسا اوقات اندام نہانی تنگ کرنے کا آپریشن محض جنسی لذت بڑھانے کیلئے ہوتا ہے، ایسی صورت میں پلاسٹک سرجری کروانا حرام ہے۔ اور اس کے حرام ہونے کے دلائل درج ذیل ہیں:

ا: اندام نہانی کے پٹھوں کا ڈھیلا پن قدرتی امر ہے، جو کہ عمر کے بڑھنے اور پے درپے ولادت کی وجہ سے ظاہر ہوتا ہے، اس لئے اس قدرتی امر کو آپریشن کے ذریعے تبدیل کرنا خلقت الٰہی میں تبدیلی کے مترادف ہے، جو کہ حرام ہے۔ وقت کیساتھ بدلتی جسمانی کیفیت میں دائمی تغیّر پیدا کرنا فقہاء نے حرام قرار دیا ہے۔ قرآن مجید میں حکمِ خداوندی ہے:

فِطْرَتَ اللهِ الَّتِي فَطَرَ النَّاسَ عَلَيْهَا لَا تَبْدِيلَ لِخَلْقِ اللهِ

ترجمہ: اللہ کی بنائی ہوئی اس فطرت پر چلو جس پر اس نے تمام لوگوں کو پیدا کیا ہے، اللہ کی تخلیق میں کوئی تبدیلی نہیں لائی جاسکتی۔[1]

البتہ اگر پٹھوں میں پیدا ہونے والا ڈھیلا پن کسی حادثے یا بیماری کی وجہ سے پیدا ہوتا ہے تو دیگر عیوب کی طرح اس کی اصلاح بھی جائز ہے۔

۲: یہ آپریشن عورت کی اندام نہانی کو دیکھے اور چھوئے بغیر ممکن نہیں ہے، اور یہ سخت ترین حرام کام ہے، اور فتنے کا باعث ہے، مزید برآں کہ اس آپریشن کا مقصد ہی جنسی کارکردگی میں عمدگی پیدا کرنا ہے، اور ہوسکتا ہے کہ اس بارے میں ڈاکٹر اور آپریشن کا مطالبہ کرنے والی خاتون کے درمیان گفتگو بھی ہو، جس سے حیا کا پردہ چاک ہوتا ہے۔

شرمگاہ کی جانب دیکھنا حرام ہے، الا کہ انتہائی شدید ضرورت ہو تو جواز کا پہلو نکلتا ہے، لیکن مذکورہ صورت کسی بھی طرح سے شرمگاہ کو دیکھنے کیلئے جواز پیدا نہیں کرسکتی، کیونکہ خاتون اپنی جنسی زندگی نارمل حالت میں گزار سکتی ہے، جیسے دیگر لاکھوں عورتیں عمر کے ڈھلنے کے ساتھ ساتھ بچے بھی جنتی ہیں اور ازدواجی زندگی بھی گزارتی ہیں۔

۳: اس آپریشن پر کثیر مقدار میں سرمایہ ضائع ہوگا، اور یہاں سرمایہ ضائع کرنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے، لہذا یہ آپریشن شریعت کی رو سے فضول خرچی میں بھی شامل ہوگا[2]

2.2 چہرے کے عیوب ختم کرنے کیلئے آپریشن

سعودی عرب کے مفتی اعظم شیخ ابن باز رحمہ اللہ سے پوچھا گیا:

"میری عمر 18 سال ہے، میری شادی ہونے والی ہے، لیکن میرے چہرے پر کچھ نشانات ہیں جس کی وجہ سے میں لوگوں کے سامنے شرمندہ ہو جاتا ہوں، تو کیا میں اپنے چہرے کا آپریشن کروا سکتا ہوں؟ آپریشن کی وجہ سے میں لوگوں کو بدصورت نظر نہیں آؤں گا"

---

1 سورۃ الروم: ۳۰

2 https://islamqa.info/ur/162954 (اندام نہانی کو تنگ کرنے کیلئے پلاسٹک سرجری کا حکم)

توانہوں نے جواب دیا:

"اگر چہرے پر چیچک یا کسی اور چیز کے اثرات ہوں، اور طبی ماہرین کے مطابق ان نشانات کو آپریشن کے ذریعے ختم کیا جاسکتا ہو، جس سے بدصورتی کا خاتمہ ممکن ہوسکے تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔۔۔"

سعودی عرب کے اکابر مفتیانِ کرام پر مشتمل دائمی فتوی کمیٹی سے ایک نوجوان کے بارے میں پوچھا گیا جس کی چھاتی نسوانی چھاتی کی طرح بہت زیادہ بڑھ چکی تھی۔

توانہوں نے جواب دیا:

"آپ کیلئے چھاتی کے اضافے کو ختم کرنے کیلئے آپریشن کروانا جائز ہے، بشرطیکہ آپریشن کامیاب ہونے کے امکانات زیادہ ہوں، اور اس آپریشن کی وجہ سے ہونے والے فوائد نقصان سے بڑھ کر ہوں یا ان کے برابر کوئی نقصان بھی نہ ہو۔[1]

[1] https://islamqa.info/ur/217839 (چہرے کے عیوب ختم کرنے کیلئے آپریشن وغیرہ کا حکم)

بَابُ: الإِثْمِدِ وَالْكُحْلِ مِنَ الرَّمَدِ

باب: آنکھیں دکھنے(Eye Pain)کا علاج اثمد اور سرمہ سے کرنا

عنوان کی وضاحت:

اثمد(ہمزہ اور میم کے زیر کے ساتھ)(antimony) ایک خاص سرمہ ہے جو ایک مشہور پتھر سے بنایا جاتا ہے۔ حدیث میں اس کی فضیلت بھی بیان ہوئی ہے۔ اکحل سرمہ کا عام نام ہے، تمام قسم کے سرموں کو شامل ہے۔ یعنی جب آنکھیں دکھتی ہوں تو ان کا علاج سرمہ سے، خصوصا اثمد سرمہ سے کرنا چاہیے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو آنکھوں میں سرمہ لگانے کا اہتمام رہتا تھا۔ حضرت انس رضی اللہ تعالی عنہ فرماتے ہیں کہ "نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی دائیں آنکھ میں تین بار اور بائیں آنکھ میں دو بار سرمہ لگایا کرتے تھے[1]" اور خصوصا اثمد سرمہ کی ترغیب دیا کرتے تھے:

"تمہارے سرموں میں سب سے بہتر سرمہ اثمد ہے، یہ نظر کو صاف کرتا اور بال اگاتا ہے۔[2]

۵۳۷۹ عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا: أَنَّ امْرَأَةً تُوُفِّيَ زَوْجُهَا فَاشْتَكَتْ عَيْنَهَا، فَذَكَرُوهَا لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَذَكَرُوا لَهُ الْكُحْلَ وَأَنَّهُ يُخَافُ عَلَى عَيْنِهَا، فَقَالَ "لَقَدْ كَانَتْ إِحْدَاكُنَّ تَمْكُثُ فِي بَيْتِهَا فِي شَرِّ أَحْلَاسِهَا أَوْ فِي أَحْلَاسِهَا فِي شَرِّ بَيْتِهَا، فَإِذَا مَرَّ كَلْبٌ رَمَتْ بَعْرَةً فَهَلَّا أَرْبَعَةَ أَشْهُرٍ وَعَشْرًا."

ترجمہ: ام سلمہ رضی اللہ عنہا بیان فرماتی ہیں کہ ایک عورت کے شوہر کا انتقال ہو گیا۔(زمانہ عدت میں)اس عورت کی آنکھ دکھنے لگی تو لوگوں نے اس کا ذکر نبی کریم ﷺ سے کیا۔ ان لوگوں نے نبی کریم ﷺ کے سامنے سرمہ کا ذکر کیا اور یہ کہ(اگر سرمہ آنکھ میں نہ لگایا تو)ان کی آنکھ کو خطرہ ہے۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ(زمانہ جاہلیت میں)عدت گزارنے والی تم عورتوں کے اپنے گھر میں سب سے بدتر کپڑے میں پڑا رہنا پڑتا تھا یا(آپ نے یہ فرمایا کہ)اپنے کپڑوں میں گھر کے سب سے بدتر حصہ میں پڑا رہنا پڑتا تھا پھر جب کوئی کتا گزرتا تو اس پر وہ مینگنی پھینک کر مارتی(تب عدت سے باہر ہوتی)۔ لہذا چار مہینے دس دن میں کیا حرج ہے؟۔

---

[1] مصنف ابن أبي شيبة، عبد الله بن محمد بن أبي شيبة(جدة، شركة دار القبلة،۱۴۲۷ھ) كتاب الطب، كم يكتحل في كل عين، الرقم: ۲۳۹۵۳

[2] سنن أبي داود، محوله سابقا، كتاب الطب، باب في الأمر بالكحل، الرقم: ۳۸۷۸

اسلام کا عورت پر احسان

اسلام سے پہلے ایام جاہلیت میں عدت گزارنے کے بڑے بھیانک، انسانیت سوز اور دردناک طریقے رائج تھے۔ ایسی عورتوں کو پورے سال ایک تنگ و تاریک اور بدبودار کمرہ میں بند کر دیا جاتا تھا اور تمام گھر والوں سے علیحدگی اختیار کرتی تھی سال کے بعد اس کے رشتے دار جمع ہوتے اور کوئی جانور اس کے پاس لاتے جسے وہ اپنی شرمگاہ سے لگاتی تھی۔ اکثر وہ جانور مر جاتا تھا۔ پھر اس کے رشتے دار اسے اونٹ یا بکری کی مینگنی دیتے تھے جسے وہ اپنے ہاتھ سے پھینکتی تھی، یہ مینگنی کا پھینکنا عدت کا پورا ہونا ہوتا تھا۔ نیز ان بدنصیب اور مصیبت زدہ بیوہ عورتوں کو منحوس اور نامبارک تصور کیا جاتا تھا، ان پر زندگی بھر کے لئے بیوگی کی حالت میں دنیا کی تمام نعمتیں حرام ہو جاتی تھیں۔ ہندو مذہب میں تو بیوی اپنے آپ کو شوہر کے ساتھ جلاڈالنا مذہبی اور منصبی فریضہ ہی سمجھتی تھی۔

اسلام نے آکر اس غیر مہذب اور غیر انسانی وحشیانہ طریقہ کی اصلاح کی، ایک طرف انسانیت کی اس مظلوم صنف عورت پر ہونے والے مظالم کا سدباب کیا، دوسری طرف شوہر کے احسانات کی رعایت اور اس کے بلند درجہ کا احترام ملحوظ رکھا۔ عورت کو ہونے والے فطری غم کے اظہار کی جائز صورت نکالی اور نسب کو اختلاط سے محفوظ رکھا۔

مندرجہ بالا حدیث میں اسی جانب اشارہ ہے یعنی اب تو تم چار ماہ دس دن کی عدت میں صبر نہیں کر سکتیں مگر زمانہ جاہلیت میں ایک سال تک عدت گزارتیں اور عدت کے زمانہ میں سخت پابندیاں برداشت کرتی تھیں۔ اسلام میں عدت کی مدت بھی بہت کم ہے اور اس میں خرابی اور پریشانی بھی نہیں ہے تو پھر اتنا اضطراب کیوں ہے؟

نبی کریم ﷺ کے اس اندازِ جواب سے اس طرف اشارہ ہوتا ہے کہ اس عورت نے زینت کے لئے سرمہ لگانا چاہا ہوگا مگر بہانہ کیا ہوگا آنکھ دکھنے کا اور چونکہ آپ ﷺ کو اس بات کا علم ہوگا اس لئے آپ ﷺ نے سرمہ لگانے کی اجازت دینے سے انکار فرما دیا۔ اسی وجہ سے حضرت امام اعظم ابو حنیفہ اور حضرت امام مالک رحمہا اللہ کے نزدیک مجبوری کی حالت میں مثلاً آنکھ دکھنے کی صورت میں سرمہ لگانا جائز ہے اور حضرت امام شافعی رحمہ اللہ بھی آنکھیں دکھنے کی صورت میں سرمہ لگانے کی اجازت دیتے ہیں مگر اس شرط کے ساتھ کہ رات میں لگائے اور دن میں پونچھ لے۔[1]

---

1 کشف الباری، محولہ سابقہ، کتاب الطلاق، باب الکحل للحادۃ:۵۸۵

بَابُ الجُذَامِ:

باب: جذام (Leprosy)

عنوان کی وضاحت:

جذام کو اردو میں کوڑھ اور انگریزی میں leprosy کہتے ہیں۔ اس باب میں اس بیماری کے بارے میں طبِ نبوی کی ہدایات جمع کی گئیں ہیں۔

۵۳۸۰ حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ مِينَاءَ، قَالَ: سَمِعْتُ أَبَا هُرَيْرَةَ يَقُولُ، قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "لَا عَدْوَى وَلَا طِيَرَةَ، وَلَا هَامَةَ وَلَا صَفَرَ، وَفِرَّ مِنَ الْمَجْذُومِ كَمَا تَفِرُّ مِنَ الْأَسَدِ"

ترجمہ: **حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ چھوت لگنا، بدشگونی لینا، الو کا منحوس ہونا اور صفر کا منحوس ہونا ان سب کی کوئی حیثیت نہیں ہے، البتہ جذامی شخص سے ایسے بھاگو جیسے کہ شیر سے بھاگتے ہو۔**

الفاظِ حدیث کی وضاحت۔

عَدْوَى: ایک چیز کو دوسری چیز کی طرف منتقل کرنا عدوی کہلاتا ہے، یہاں عدوی سے ایک بیماری کا دوسرے شخص کی طرف منتقل کرنا مراد ہے۔

طِیَرَةَ: بدشگونی کو کہتے ہیں، مختلف پرندوں اور چیزوں سے بدشگونی لینے کی بھی کوئی حقیقت نہیں ہے۔

هَامَةَ: اصل میں کھوپڑی اور سر کو کہتے ہیں، زمانۂ جاہلیت میں لوگوں کا خیال تھا کہ اگر کسی شخص کو قتل کیا جائے تو میت سے ایک جانور پیدا ہو کر اڑتا ہے اور ہر وقت فریاد کرتا رہتا ہے، جب قاتل مر جاتا ہے تو تب وہ جانور اڑ کر غائب ہوتا ہے۔

بعض لوگ کہتے تھے کہ خود مقتول کی روح اس جانور کا روپ اختیار کر کے آتی ہے۔ ایک قول یہ بھی ہے کہ ھامہ الو کو کہتے ہیں لوگوں کا خیال تھا کہ جب وہ کسی گھر پر بیٹھ جاتا ہے تو وہ گھر ویران ہو جاتا ہے یا اس کا کوئی فرد مر جاتا ہے۔

صَفَرَ: بعض لوگ ماہ صفر کے متعلق مختلف قسم کے خیالات اور اوھام رکھتے تھے، اس مہینے کو منحوس سمجھتے تھے اور کہتے تھے کہ اس میں آفات اور حوادث و مصائب کا نزول ہوتا ہے۔ اس کی دوسری تشریح یہ کی گئی کہ لوگوں کا زمانہ جاہلیت میں خیال تھا کہ آدمی کے پیٹ میں سانپ ہوتا ہے جو بھوک کے وقت اسے کاٹتا رہتا ہے، اس سانپ کو صَفَر کہا کرتے تھے۔[1]

حضور اکرم ﷺ نے اس حدیث میں ان تمام توہمات کو بے حقیقت قرار دیا۔

1.0 کیا بیماری دوسرے کو لگتی ہے؟(Are diseases communicable?)

اس حدیث میں بیماریوں کی ایک اہم خاصیت کے بارے میں راہنمائی فراہم کی گئی ہے کہ عدوی (بیماریوں کا منتقل ہونا) کوئی حقیقت نہیں رکھتا۔ اس جملے کا دیگر احادیث سے تقابل کیا جائے اور زمینی حقائق کو سامنے رکھ کر معروضی جائزہ لیا جائے مندرجہ ذیل سوالات پیدا ہوتے ہیں:

☆ ایک مریض کی بیماری دوسرے کے مریض تک منتقل ہو سکتی ہے یا نہیں؟

☆ بیماری کے ایک سے دوسرے تک منتقل ہونے کے اسباب کیا ہوتے ہیں؟

☆ کیا ایک مریض سے اختلاط اور اس کے ماحول میں رہنا، صحت مند شخص کو ضرور بیمار بنا دیتا ہے یا یہ صورت کبھی پیش آتی ہے کبھی نہیں؟

---

1 کشف الباری، محولہ سابقہ، کتاب الطب، باب الجذام: ۵۸۰،۵۸۱

یہ اور اس قسم کے مختلف سوالات اسی تناظر میں اُبھرتے ہیں۔ احادیث اس سلسلے میں دونوں طرح کی ہیں، بعض احادیث تعدیہ (disease transmission) کی نفی کرتی ہیں اور بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ کچھ امراض میں متعدی ہونے کی صلاحیت ہے۔

قسم اوّل: اس میں وہ احادیث ہیں۔ جن سے بظاہر امراض کی منتقلی (disease transmission) کی نفی ہوتی ہے۔

۱: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، کسی بیماری کے ایک سے دوسرے کو لگنے کی اور ہامہ اور صفر کی کوئی حقیقت نہیں ہے۔ ایک دیہاتی نے عرض کیا کہ یارسول اللہ! تو پھر ان اونٹوں کے بارے میں کیا کہا جائے گا جو (تندرستی وصفائی ستھرائی کے لحاظ سے) ہرن کی مانند ریگستان میں دوڑتے پھرتے ہیں، لیکن جب کوئی خارشی اُونٹ ان میں مل جاتا ہے تو وہ دوسروں کو بھی خارش زدہ بنادیتا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: « فَمَنْ أَعْدَى الأَوَّلَ » (اچھا تو یہ بتاؤ کہ) پہلے اُونٹ کو کس نے خارش زدہ بنایا![1]

۲: حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک مجذوم شخص کا ہاتھ پکڑا اور اسے اپنے ساتھ پیالہ میں شریک کیا اور فرمایا: « كُلْ ثِقَةً بِاللهِ وَتَوَكُّلاً عَلَيْهِ » کھاؤ! اللہ پر بھروسہ رکھتے ہوئے اور اس پر توکل کرتے ہوئے۔[2]

دوسری قسم: اس میں وہ روایات ہیں۔ جن سے امراض کا متعدی ہونا معلوم ہوتا ہے یا اس کی طرف اشارہ ہوتا ہے۔

۱: اس باب کی مرکزی حدیث کے دوسرے حصہ میں نبی کریم ﷺ نے مجذوم سے ایسے دور رہنے کا حکم دیا ہے جیسے شیر سے دور رہا جاتا ہے۔

---

1 صحیح البخاری، محولہ سابقا، کتاب الطب، باب لاَ صَفَرَ ، الرقم:۵۳۸۷

2 سنن ابی داؤد، محولہ سابقا، کتاب الطب، باب فِي الطِّيَرَةِ، الرقم :۳۹۲۵

۲: امام بخاری نے اپنی اسی کتاب الطب میں کچھ ابواب آگے باب لاَ ھَامَۃَ میں حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت نقل کی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ کوئی مریض پیدا کرنے والا ہر گز کسی تندرست کے پاس نہ لایا جائے۔

۳: اسی کتاب میں باب مَا یُذْکَرُ فِی الطَّاعُونِ میں رسول اللہ ﷺ کا ارشاد مذکور ہے کہ جب تم سنو کہ فلاں جگہ طاعون کی بیماری ہے تو وہاں نہ جاؤ اور جب وہاں طاعون پھوٹ پڑے جہاں تم ہو تو پھر وہاں سے باہر نہ نکلو۔

دراصل اسلام سے پہلے عربوں کے امراض کے بارے میں یہ تخیل تھا کہ تمام بیماریاں متعدی ہیں اور ایک بیمار سے دوسرے تندرست وصحت مند کو منتقل ہو سکتی ہیں۔ اس میں اللہ تعالی کی مرضی اور اس کی مشیت کو کوئی دخل نہیں بلکہ بیماری میں خود متعدی ہونے کی قوت وصلاحیت ہے۔ اسلام کے اساسی مقاصد میں اللہ تعالی کی وحدانیت اور مؤثرِ حقیقی ہونے کا پرچار ہے- اسلام نے شرک وبدعت کی جڑ جس طرح کاٹی ہے اس کے پیش نظر یہ صراحت ضروری تھی کہ کہیں موثر حقیقی بیماری کو نہ سمجھ لیا جائے۔

اسلام سے قبل کا زمانہ آج سے چودہ سو سال پہلے کا تھا۔ جبکہ اتنی طب ترقی اور یہ طرح طرح کی ایجادات کا کوئی تصور بھی نہیں کر سکتا تھا۔ امراض سے متعلق بھی کسی ڈاکٹر اور ماہر کی کوئی رائے نہیں تھی کہ کن کن امراض میں متعدی ہونے کے جراثیم پائے جاتے ہیں۔ جس سے یہ بیماری دوسروں کو منتقل ہو سکتی ہے اور کون سی بیماریاں متعدی ہونے کے دائرے سے باہر ہیں۔ اس سلسلے میں بلا تحقیق بیماروں کا بھوت سوار کر کے انسان نے اپنے لیے مزید نفسیاتی بیماریوں کا اضافہ کر لیا تھا۔ جب یہ سب کچھ ہے اور خوف ودہشت کے مہلک نتائج وواقعات بھی ہمارے سامنے ہیں تو امراض کے متعدی ہونے کا نظریہ اگر قبول کر لیا جاتا تو بلاشبہ انسانیت کو ایک ایسے موت کے کنویں میں دھکیل دیا جاتا جس کے بعد اعصاب پر سینکڑوں بیماریوں کے تسلط سے انسان کبھی نجات نہیں پا سکتا تھا۔ یقینا ایسے مہلک بیماروں کی عیادت ودیکھ بھال بھی ایک سنگین مسئلہ بن جاتی، کوئی بھی اس خدمت کے لیے تیار نہ ہوتا۔

اس لئے اسلام جو ایک حقیقت پسند مذہب ہے جو انسان کو ہر وقت مستعد دیکھنا چاہتا ہے۔ تخیلات کی ان مہلک اور خوفناک بیماریوں میں الجھنا کس طرح پسند کرتا۔ اس لئے بلاشبہ اسلام کا یہ انسان پر احسان ہے کہ اس نے اس نقطہ نظر کو تسلیم کرنے سے انکار کر دیا۔ ساتھ ہی ہم روزمرہ اس کا بھی مشاہدہ کرتے ہیں کہ خوفناک اور جن امراض کو متعدی سمجھ لیا گیا ہے ان کے مریضوں کے ساتھ رہنے والے لوگوں کو اللہ تعالی نے خوفناک بیماری سے بچایا اور روز و شب کا تیماردار بیماری میں مبتلا نہیں ہوا۔ یہ تو عام مشاہدہ ہے کہ کسی مقام پر کوئی وبا پھیلتی ہے تو اس کے دور ہونے کے بعد یہ منظر دکھنے میں آتا ہے کہ اس میں مبتلا ہونے والوں کی نسبت بچ جانے والوں کی تعداد زیادہ ہے، حالانکہ اگر اس بیماری کا متعدی ہونا لازمی تھا تو ایک شخص بھی نہ بچتا۔ لہٰذا اسلام کا یہ نظریہ کہ بیماری بذاتِ خود متعدی نہیں بہت سے تجربات و مشاہدات اور خیر و نیکی کے متوقع سینکڑوں فوائد پر حاوی ایک نظریہ ہے۔

موجودہ دور کی تحقیقات سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے، کیونکہ جتنے بھی امراض متعدی شمار کیے جاتے ہیں ان سب میں تعدیہ جراثیم اور وائرس کے ذریعہ سمجھا گیا ہے جو خود اس بیماری کا سبب بنتے ہیں۔ بیماری خود منتقل نہیں ہوتی بلکہ بیماری کا سبب منتقل ہوتا ہے، وہ بھی ہر حال میں مؤثر نہیں ہوتے بلکہ ان کا مدار دیگر شرائط و کیفیات پر ہے، مثلاً دوسرے شخص میں قوتِ مدافعت (immunity) پیدا ہو چکی تھی تو یہ جراثیم مؤثر نہیں ہو سکیں گے۔

تاہم کبھی یہ جراثیم اپنا اثر بھی کر جاتے ہیں اور دوسرے شخص کو بھی وہی بیماری لگ جاتی ہے۔ اس لیے عقل و دانش کا تقاضا یہی ہے کہ عیادت و خدمت میں انفرادی طور پر اور عوامی سطح پر اجتماعی طور پر احتیاطی تدابیر اختیار کی جائیں۔ ضرورت تھی کہ ایک حقیقت پسند مذہب اس پہلو کی بھی رعایت رکھے اس لیے اسلام نے احتیاط کے باب کو بند نہیں کیا بلکہ کھلا رکھا۔ حدیث میں جو آیا ہے کہ مجذوم سے اس طرح بھاگو جیسے شیر کو دیکھ کر بھاگتے ہو۔ تو اس کا مطلب بھی یہی ہے کہ اس مرض میں متعدی ہونے کے اسباب پائے جاتے ہیں اس لئے اس سے بچنے کی کوشش کی جانی چاہیے۔[1]

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے متعدی امراض (Communicable Diseases) سے متعلقہ دونوں طرح کی احادیث کی تطبیق پر تفصیل سے بحث فرمائی ہے اور اس مؤقف کو نقل کیا ہے کہ زمانہ جاہلیت میں لوگ سمجھتے تھے کہ

---

[1] http://www.jadeedmarkaz.com/2016/05/15/prophetmuhammad-2/

امراض خود طبعاولازمادوسروں میں منتقل ہو جاتے ہیں، اللہ تعالی کی قدرت واختیار کا اس میں دخل نہیں ہے۔ احادیث میں اسی طرزِ تعدیہ کی نفی کی گئی ہے۔ دوسری طرف جن احادیث میں بیماری کی منتقلی کا ذکر ہے اس کا منشاء یہ ہے کہ اللہ تعالی کے حکم وارادے سے اسباب کے درجہ میں ایک بیمار دوسرے شخص کی بیماری کا ذریعہ بن جاتا ہے، اسلیے صحیح یہی ہے کہ بعض امراض جراثیم کے ذریعے پھیلتے ہیں۔ تاہم ان اسباب سے متاثر ہونا اور نہ ہونا بہر حال مشیتِ خداوندی کے تابع ہے۔ ضروری نہیں ہے کہ بیمار شخص سے میل جول سے لازما بیماری لگ جائے، لیکن اللہ تعالی کے حکم سے لگ بھی سکتی ہے، اسلیے عقیدہ کی حفاظت بھی ضروری ہے اور پرہیز واحتیاط کا حکم ہے۔[1]

2.0 متعدی امراض (Communicable Diseases) اور اسلامی معاشرہ

اللہ تعالی کے حکم سے اسباب کے درجے میں متعدی امراض معاشرے کے دوسرے افراد کو منتقل ہوسکتے ہیں، گزشتہ تحقیق سے اس بارے میں اسلام کا معتدل مؤقف سامنے آگیا ہے، اس لحاظ سے معاشرے کے تینوں اکائیوں، مریض، معالج اور سماج کی ذمے داریاں بھی واضح ہو جاتی ہیں۔

2.1 مریض کی ذمے داری:

اس باب کی مرکزی حدیث کے آخری حصے میں نبی کریم ﷺ نے جذامی مریض سے شیر کی طرح بھاگنے کا حکم دیا ہے جس میں ان بیمار مریضوں کو بھی نہایت خوش اسلوبی سے پیغام دیا گیا ہے کہ وہ تندرست افراد سے ایک درجہ فاصلہ پر رہنے کی کوشش رکھیں اور تمام جائز احتیاطی تدابیر کا از خود خیال رکھیں۔ اگر مریض مذکورہ پابندیوں کا لحاظ نہ رکھے اور مریض کی بے احتیاطی کے سبب کوئی دوسرا شخص اس مرض میں مبتلا ہو کر مرجائے یا شدید بیمار ہو جائے تو پہلے مریض مسلمان کو تکلیف پہنچانے کا گناہ ہو گا۔[2]

---

[1] أَنَّ الْمُرَاد بِنَفْيِ الْعَدْوَى أَنَّ شَيْئًا لَا يُعْدِي بِطَبْعِهِ نَفْيًا لِمَا كَانَتْ الْجَاهِلِيَّة تَعْتَقِدهُ أَنَّ الْأَمْرَاض تُعْدِي بِطَبْعِهَا مِنْ غَيْر إِضَافَة إِلَى اللَّه ، فَأَبْطَلَ النَّبِيّ صَلَّى اللَّه عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِعْتِقَادهمْ ذَلِكَ وَأَكَلَ مَعَ الْمَجْذُوم لِيُبَيِّنَ لَهُمْ أَنَّ اللَّه هُوَ الَّذِي يُمْرِض وَيَشْفِي ، وَنَهَاهُمْ عَنْ الدُّنُوّ مِنْهُ لِيُبَيِّنَ لَهُمْ أَنَّ هَذَا مِنْ الْأَسْبَاب الَّتِي أَجْرَى اللَّه الْعَادَة بِأَنَّهَا تُفْضِي إِلَى مُسَبَّبَاتهَا ، فَفِي نَهْيه إِثْبَات الْأَسْبَاب ، وَفِي فِعْله إِشَارَة إِلَى أَنَّهَا لَا تَسْتَقِلّ ، بَلْ اللَّه هُوَ الَّذِي إِنْ شَاءَ سَلَبَهَا قُوَاهَا فَلَا تُؤَثِّر شَيْئًا ، وَإِنْ شَاءَ أَبْقَاهَا فَأَثَّرَتْ (فتح البارى، باب الجذام:225/16)

[2] ماخوز از فتویٰ دارالعلوم کراچی نمبر ۱۱۲۶/۴۷، بحوالہ اسلامی طریقہ علاج معالجہ، محولہ سابقہ، علاج معالجہ کے متعلق شرعی مسائل:۵/۴۶۵

2.1.1۔ متاثرہ مریض کا معاشی انتظام:

اگر کوئی شخص کسی متعدی مرض میں مبتلا ہو تو اس کے لیے بہتر یہ ہے کہ وہ عام انسانوں کو نقصان سے بچانے کی نیت سے اپنے لیے ایسے معاش کا انتظام کرے جہاں عام لوگوں سے کم سے کم میل جول ہو لیکن عام لوگوں کو مذکورہ شخص پر پابندی لگانے کا شرعاً حق نہیں۔ البتہ حکومت کی ذمہ داری ہے کہ ایسے شخص کو عام لوگوں سے اختلاط سے منع کرے، اور اس کے لئے ایسے روزگار کا انتظام کرے کہ دوسروں کو تکلیف نہ ہو۔

2.1.2۔ متاثرہ بچے کی تعلیمی ضروریات:

اگر کسی بچے کے بارے میں ماہر ڈاکٹر کی تشخیص سے واضح ہو جائے کہ کسی متعدی بیماری میں مبتلا ہے تو احتیاطی تدبیر کے طور پر بچہ کو اسکول سے رخصت دی جاسکتی ہے۔

2.1.3۔ متاثرہ افراد کا اجتماعی عبادت میں شرکت:

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ بنو ثقیف کی طرف سے جو وفد آپ ﷺ کی خدمت میں بیعت کی غرض سے حاضر ہوا تھا، اُس میں ایک مجذوم شخص بھی تھا۔ حضور ﷺ نے اُس کی طرف (دور سے ہی) آدمی بھیجا کہ ہم نے تم سے بیعت کر لی تم لوٹ جاؤ۔[1] لہٰذا اگر کوئی شخص کسی خطرناک متعدی مرض میں مبتلا ہو تو وہ معذور کے حکم میں ہے۔ لہٰذا اس کا جماعت میں حاضر ہونا، عیدین میں آنا، حج کیلئے جانا ضروری نہیں بلکہ دوسروں کو تکلیف اور نقصان سے بچانے کی نیت سے نہ جانا بہتر ہے۔[2]

1 الصحیح لمسلم، محوله سابقا، کتاب السلام، باب اجتناب المجذوم ونحوه، الرقم: ۲۲۳۱

2 فتوی جامعہ دارالعلوم کراچی نمبر ۱۱۴۲/۴۹، مورخہ: ۷/۴/۳۰، بحوالہ بحوالہ اسلامی طریقہ علاج معالجہ، محولہ سابقہ، علاج معالجہ کے متعلق شرعی مسائل: ۵/۴۶۴

2.2ڈاکٹر کی ذمے داری:

2.2.1۔ معالجین کا متعدی مریضوں پر اختلاط کی پابندی لگانا:

کسی متعدی مرض مثلاً ٹی بی، انفلوئنزہ، چیچک، ایڈز وغیرہ میں مبتلا شخص کو ڈاکٹر تندرست لوگوں سے ملنے جلنے، منہ کے آگے رومال رکھے بغیر کھانسنے اور چھینکنے، جنسی تعلق قائم کرنے سے، کسی بچے سے پیار کرنے، دوسرے شخص سے ہاتھ اور دوسرے شخص کو خون دینے سے منع کرتے ہیں۔ اس صورت میں اگر ڈاکٹر کا یہ اعتقاد ہو کہ مؤثر حقیقی اللہ تعالیٰ ہی ہیں، مرض انہی کے حکم سے ہوتا ہے، البتہ مرض کا ایک ظاہری سبب مریض کے ساتھ میل جول بھی ہے، جو کہ بحکم الٰہی مؤثر ہے، بالذات مؤثر نہیں تو اس اعتقاد کے ساتھ یہ پابندیاں لگانا درست ہے۔[1]

2.2.2۔ متعدی مریض کی اطلاع دینا

محکمہ صحت کی طرف سے ڈاکٹر پر اس کی پابندی ہوتی ہے کہ وہ خطرناک متعدی امراض میں مبتلا مریض کے بارے میں متعلقہ محکمہ کو باخبر کرے، ایسا کرنے میں کوئی حرج نہیں۔[2]

2.3متوقع بچہ

اسلامک فقہ اکیڈمی انڈیا نے اپنے آٹھویں سیمینار منعقدہ مسلم یونیورسٹی علی گڑھ، میں طبی اخلاقیات کو بحث و تحقیق موضوع بنایا۔ ملکی و غیر ملکی طبی ماہرین اور محقق علمائے کرام کو ایڈز اور دیگر متعدی امراض سے پیدا ہونے والے سماجی اور معاشرتی مسائل، مریضوں سے متعلق معالج کے فرائض واختیارات پر غور وفکر کی دعوت دی گئی۔

ان سوالات کی فہرست میں سوال نمبر ٦ یہ تھا کہ جو خاتون ایڈز کے مرض میں گرفتار ہو اگر اسے حمل قرار پا گیا تو اس کا مرض دوران حمل یا دوران ولادت یا دوران رضاعت کی طرف منتقل ہو جانے کا طبی لحاظ سے پورا اندیشہ ہے۔ ایسی عورت کیا اسقاط کرا سکتی ہے؟ اور اگر عورت اس کے لئے تیار نہ ہو تو کیا اس کا شوہر یا حکومت کا

1فتوی جامعہ دارالعلوم کراچی نمبر ١١٢٦/ ٤٧، بحوالہ اسلامی طریقہ علاج معالجہ، علاج معالجہ کے متعلق شرعی مسائل: ٥/ ٤٦٤

2فتویٰ دارالافتاء جامعہ الرشید کراچی نمبر ٤٩/ ٦٦٨٣، بحوالہ اسلامی طریقہ علاج معالجہ، علاج معالجہ کے متعلق شرعی مسائل: ٥/ ٤٦٤، پہلی اشاعت ٢٠١٢)

محکمہ صحت اسے اسقاط حمل پر مجبور کر سکتا ہے؟ کیوں کہ ایڈز کا مریض بچہ سماج کے لئے خطرہ ہو گا اور حکومت کے لئے بڑا بار ہو گا۔

اس سوال کے جواب میں بہت اختلاف ملا اور شرکاء درجِ ذیل آراء میں تقسیم ہوتے نظر آئے۔

۱: اسقاط کی اجازت نہیں ہے، کوئی اسے شرعا مجبور بھی نہیں کر سکتا۔(مفتی حبیب اللہ قاسمی، حکیم ظل الرحمن صاحب، مولانا سعید الرحمن قاسمی، شمس پیرزادہ صاحب، جمیل احمد نذیری)ان حضرات کی دلیل یہ ہے کہ منتقلی محض طبی اندیشہ اور امر موہوم ہے یقین نہیں ہے اور امر موہوم پر مسائل کا مدار نہیں ہوتا۔

۲: مگر اکثر شرکاء کی رائے میں اسقاط جائز ہے۔

تاہم یہ اسقاط صرف ایک گنجائش ہے یا اس پر عمل درآمد ضروری بھی ہے۔اور دونوں صورتوں میں اس پر عمل حمل کے کس مرحلہ تک کیا جاسکتا ہے؟اس میں شرکاء درجِ ذیل آراء میں تقسیم ہوتے نظر آئے۔

۱: اسقاط پر مجبور کرنا درست نہیں۔(ڈاکٹر قدرت اللہ باقوی، مولانا زبیر احمد قاسمی سیتامڑھی۔)

۲: شوہر اور محکمہ صحت مجبور بھی کر سکتا ہے۔(مفتی فضیل الرحمن ہلال عثمانی، مولانا محمد حاذق القاسمی، مولانا اخلاق الرحمن ارریادی، محمد فضل الرحمن رشادی، مولانا اختر امام عادل، مولانا خالد سیف اللہ، مولانا محمد زید، لیکن مولانا محمد زید صاحب نے یہ بھی لکھا ہے کہ احتیاطا اس کا فتوی نہ دیا جائے،نہ اس کی قانون سازی کرائی جائے بلکہ حسب موقع و مصلحت علماء کا فتوی معتبر ہو گا)۔

۳: جان پڑنے سے قبل اسقاط جائز ہے۔(مولانا شہباز عالم ندوی، مولانا نعیم اختر قاسمی، مولانا مجاہد الاسلام قاسمی، مولانا عبید اللہ اسعدی، مولانا ولی اللہ قاسمی)۔

۴: ظن غالب کی صورت میں جان پڑنے سے قبل عورت کے لئے اسقاط جائز ہے-۔ جان پڑنے کے بعد اس وقت جائز ہو گا جب کہ خود عورت کی جان کو خطرہ ہو۔(مولانا عتیق احمد صاحب، مفتی محمد جعفر ملی)۔

اسقاط کے حامیوں نے عام طور پر فتاوی ہندیہ سے دلیل دی ہے:[1] مولانا محمد زید کے مقالہ میں ہے کہ بعض امراض زمانہ حمل، ولادت اور رضاعت میں بچہ کی طرف متعدی ہو سکتے ہیں اس لیے احتیاطی تدبیر کے طور پر اسقاط جائز ہے۔۔ مولانا اختر امام عادل لکھتے ہیں کہ اسقاط حمل کے اعذار میں فقہاء کرام نے ولد سوء (بچہ کی بری حالت) کی تخلیق کا اندیشہ بھی بیان کیا ہے، ایڈز زدہ بچہ سے زیادہ ولد سوء کا مصداق آج کے دور میں کون ہو سکتا ہے۔

جوابات کا تجزیہ کرنے سے یہ سمجھ میں آتا ہے کہ فریقین میں کوئی خاص اختلاف نہیں ہے کیوں کہ جن لوگوں نے جواز کی بات کہی ہے انھوں نے ماہر طبیب اور ظن غالب وغیرہ کی قید لگائی ہے اور جن لوگوں نے ناجائز کہا ہے انھوں نے بھی محض اندیشہ اور امر مرہوم کی وجہ سے ناجائز کہا ہے۔

رہی جبر کی بات، تو شوہر کے حاکم ہونے اور حکام کی ولایت عامہ والی حیثیت سے اس کی گنجائش بھی نظر آتی ہے۔ جب متعدد ماہر اطباء یہ کہیں کہ اس حاملہ کے مرض کا بچے کی طرف منتقل ہونے کا خطرہ ظن غالب یا یقین کے درجہ کو پہنچ چکا ہے، ایسی صورت میں اسقاط جائز ہو گا اور عورت راضی نہ ہو تو جبر بھی کیا جا سکتا ہے۔ لیکن یہ اسقاط جان پڑنے سے قبل ہونا چاہئے۔ جان پڑنے کے بعد اسی وقت اجازت ہو گی جب خود عورت کی جان کا خطرہ یقینی بن گیا ہو۔ بہتر ہے کہ اس کا عام فتوی نہ دیا جائے، جس کو ضرورت پڑ جائے وہ صورت حال بنا کر مفتیان کرام سے شرعی حکم معلوم کرے اور اس پر عمل کرے۔[2]

2.4 سماج کی ذمے داری:

اسلامی فقہ اکیڈمی انڈیا کے اسی سیمینار میں سوال ۳ کے تحت پوچھا گیا تھا کہ ایڈز اور دوسرے خطرناک متعدی امراض مثلا طاعون وغیرہ کے مریض کے بارے میں اس کے اہل خانہ متعلقین اور سماج کی شرعا کیا ذمہ داری ہے؟

---

1 امْرَأَةٌ مُرْضِعَةٌ ظَهَرَ بِهَا حَبَلٌ وَانْقَطَعَ لَبَنُهَا وَتَخَافُ عَلَى وَلَدِهَا الْهَلَاكَ وَلَيْسَ لِأَبِي هَذَا الْوَلَدِ سَعَةٌ حَتَّى يَسْتَأْجِرَ الظِّئْرَ يُبَاحُ لَهَا أَنْ تُعَالِجَ فِي اسْتِنْزَالِ الدَّمِ مَا دَامَ نُطْفَةً أَوْ مُضْغَةً أَوْ عَلَقَةً لَمْ يُخْلَقْ لَهُ عُضْوٌ وَخَلْقُهُ لَا يَسْتَبِينُ إلَّا بَعْدَ مِائَةٍ وَعِشْرِينَ يَوْمًا أَرْبَعُونَ نُطْفَةً وَأَرْبَعُونَ عَلَقَةً وَأَرْبَعُونَ مُضْغَةً. (الفتاوى الهندية، محوله سابقا، كِتَابُ الْكَرَاهِيَةِ ،الْبَابُ الثَّامِنَ عَشَرَ فِي التَّدَاوِي وَالْمُعَالَجَاتِ: ۵/۳۵۶)

2 جدید فقہی مباحث، اسلامک فقہ اکیڈمی انڈیا (کراچی، ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ کراچی، ۲۰۰۹) طبی اخلاقیات: ۲۶/۱۰

اس کے جواب میں تقریباً سبھی مقالہ نگاروں کا اتفاق ہے کہ ایسے مریضوں کے علاج و معالجہ کا پورا انتظام کیا جائے ان کی بھرپور دیکھ بھال اور تیمارداری کی جائے، انھیں اچھوت بنا کر بے یار و مددگار نہ چھوڑا جائے۔ کچھ علمائے کرام نے جواب میں مزید تفصیل کی ہے وہ یہ کہ دیکھ بھال کرنے والے افراد اسبابِ منتقلی سے بچنے کے لئے احتیاط بھی کریں۔ غالباً ضروری احتیاطی تدابیر سے کسی کو انکار نہ ہوگا۔ ان حضرات کی دلیل یہ ہے کہ طاعون سے فرار کی ممانعت والی حدیث کی ایک مصلحت یہ بھی ہے کہ مریض بے یار و مددگار رہ جائیں گے اور مرنے والوں کی تجہیز و تکفین نہ ہو سکے گی۔ ایک مقالہ میں یہ دلیل ہے کہ ان امراض کا دوسروں تک پہنچنا غیر یقینی ہے اور عیادت و تیمارداری فرض ہے۔ ایک فرض کو ایک امر موہوم کی وجہ سے چھوڑا نہیں جا سکتا۔

البتہ کچھ حضرات نے ایسے حضرات کے معاشرے میں ملے جلے رہنے پر اپنے تحفظات کا اظہار کیا۔ مثلاً:

۱۔ انھیں اختلاط (public interaction) سے روکا جائے، اگر ایسے مریضوں کی تعداد زیادہ ہو تو حکومت ان کے لئے علیحدہ جگہ بنا دے۔ (مولانا نظام الدین قاسمی)

۲۔ اگر سماج میں ایسے مریضوں سے نفرت عام ہو جائے اور ان کا سماج میں رہنا دوبھر ہو جائے تو ان کے لئے الگ ہوسٹل تعمیر کرا دیا جائے۔ (مولانا خالد سیف اللہ رحمانی)

۳۔ اگر اس طرح کے مریض اکا دکا ہوں تو انھیں اختلاط سے نہیں روکا جا سکتا اور زیادہ ہو جائیں تو روکا جا سکتا ہے بشرطیکہ ان کے علیحدہ رہنے سہنے کا بندوبست کر دیا گیا ہو۔ (مولانا محمد زید صاحب)

ان حضرات نے اپنی دلیل میں ائمہ مجتہدین کی آراء نقل کی:[1]

[1] ذهب المالكيّة والشّافعيّة والحنابلة إلى منع مجذوم يتأذّى به من مخالطة الأصحّاء والاجتماع بالنّاس لحديث « فرّ من المجذوم فرارك من الأسد » .وقال الحنابلة : لا يحلّ لمجذوم مخالطة صحيح إلاّ بإذنه.فإذا أذن الصّحيح لمجذوم بمخالطته جاز له ذلك لحديث « لا عدوى ولا طيرة » .ولم نر للحنفيّة نصّا في المسألة. وإذا كثر عدد الجذمى فقال الأكثرون : يؤمرون أن ينفردوا في مواضع عن النّاس : ولا يمنعون من التّصرّف في حوائجهم. ﴿ الموسوعة الفقهية الكويتية، وزارة الأوقاف والشئون الإسلامية(الكويت،طباعة ذات السلاسل،١٤٠٩هـ) جذام:١٥/١٣٠﴾

ان حضرات نے یہ دلیل بھی پیش کی ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جذامی کو لوگوں کے ساتھ اختلاط(public interaction)سے منع فرمایا تھا۔[1]

مقالہ جات کا خلاصہ پیش کرنے پر مامور مولانا جمیل احمد نذیری، لکھتے ہیں کہ احقر کے نزدیکی یہی رائے قابل ترجیح ہے کہ اس قسم کے ایک دو مریضوں کو اختلاط سے نہ روکا جائے اور تعداد بڑھ جانے کی صورت میں حکومت وسماج کا فرض ہے کہ ان کے لئے کوئی ایسا رہائشی بندوبست کرے جس سے اختلاط کی نوبت نہ آئے، کسی کو ایک دوسرے سے نفرت ودل شکنی نہ ہو۔ لیکن اگر حکومت وسماج ایسا انتظام نہ کر سکیں تو اختلاط سے روک کر ان کی ضروریات زندگی نہ پوری ہونے دینا انصاف کے خلاف ہے۔[2]

3.0 طبیبِ اعظم صلی اللہ علیہ وسلم اور جذام

بہرحال اس باب کا مرکزی موضوع کوڑھ ، جذام کا مرض ہے ۔ جذام چونکہ ایک متعدی بیماری (Communicable Disease) ہے اس لیے امام بخاری رحمہ اللہ نے متعدی امراض کے بارے میں ایک عمومی مسنون تعلیم نقل کر دی جسکے ضمن میں متعدی امراض کے بارے میں شرعی تفصیلات گزشتہ سطور میں پیش کی گئیں۔

کوڑھ کے جراثیم کے بارے میں طب جدید کی واقفیت ۱۸۷۳ء کے بعد سے شروع ہوئی ہے اور اسی کے بعد جدید سائنس کو متعدی ہونے کا حتمی طور پتہ چلا۔ آج سے 1400 سال پہلے مدینہ منورہ سے علوم طب کے ایک منفرد ماہر محمد رسول اللہ ﷺ نے اس مسئلہ کو انتہائی اہمیت عطا فرمائی۔ اس حدیث میں ابو ہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے نصیحت فرمائی۔ ''کوڑھی سے ایسے بھاگو جیسے کہ تم شیر سے بھاگتے ہو۔'' ایسے مریضوں سے دور رہنے کی بات کی تاکید میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد گرامی کو یوں بیان کرتے ہیں:

---

1 فتح الباری، محوله سابقا، كِتَاب الطِّبِّ، بَاب الْعَيْنِ حَقٌّ: ۲۰۵/۱۰

2 جدید فقہی مباحث، محولہ سابقہ، طبی اخلاقیات: ۲۵/۱۰

« لَاتُدِيمُوا النَّظَرَإِلَى الْمَجْذُومِينَ »

ترجمہ: مجذوم کو ٹکٹکی باندھ کر مت دیکھو[1]۔

کوڑھ کے مریضوں سے دور رہنے اور ان کی نزدیکی سے بچتے رہنے کی ہدایات کے بعد بیماری کے پھیلاؤ کے اسلوب کے بارے میں ایک اہم انکشاف فرمایا۔ جسے حضرت حسین بن علی رضی اللہ عنہ یوں بیان کرتے ہیں:

« وَإِذَا كَلَّمْتُمُوهُمْ فَلْيَكُنْ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَهُمْ قِيدُ رُمْحٍ »[2]

ترجمہ: جب تم کسی کوڑھی سے بات کرو تو اپنے اور اس کے درمیان تیروں کے برابر فاصلہ رکھا کرو۔

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ ارشاد امراض کے پھیلاؤ اور وباؤں کی روک تھام کے سلسلہ میں اہم ترکیب ہے۔ جذام "تپ دق" "چیچک" "خناق" انفلوئنز" زکام اور کن پیڑوں کے پھیلاؤ کا عمومی ذریعہ مریض کی سانس کے ساتھ اخراج ہونے والے جراثیم ہیں۔ چونکہ یہ تمام بیماریاں سانس کی نالیوں کو متاثر کرتی ہیں۔ اس لئے مریض جب سانس لیتا یا گفتگو کرتا ہے تو اس کی منہ سے نکلنے والی سانس کے راستے لاکھوں جراثیم باہر نکلتے اور مخاطب کے چہرے پر پڑتے ہیں۔ اس کا مخاطب جب اندر کو سانس لیتا ہے تو یہ جراثیم اس کی سانس کی نالیوں میں داخل ہو کر اسے بیمار کر دیتے ہیں۔ جدید طب میں اسے Droplet Infection کہتے ہیں۔

جب نبی ﷺ نے فرمایا کہ کوڑھی سے بات کرتے وقت تیروں کے برابر فاصلہ رکھو تو انہوں نے مریض کی سانس سے خارج ہونے والے جراثیم سے بچنے کی بہترین ترکیب عطا فرمادی۔ کیونکہ مریض کی سانس ایک میٹر کے فاصلہ پر مار نہیں کر سکتی البتہ اگر وہ کھانسے یا چھینک مارے تو جراثیم زیادہ دور تک جاسکتے ہیں۔ اس صورت میں ان کا دوسرا اہم ارشاد یہ ہے کہ کھانسنے اور چھینک مارتے وقت اپنے منہ کے آگے کپڑا رکھو۔

---

1 سنن ابن ماجه، محوله سابقا، كتاب الطب ،باب الْجُذَامِ ، الرقم:٣٥٤٣

2 مسند أحمد بن حنبل،محوله سابقا، مُسْنَدُ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، الرقم:٥٨١

حضرت عائشہ رضي اللہ عنہا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتی ہیں:

نَبَاتُ الشَّعْرِ فِي الأَنْفِ أَمَانٌ مِنَ الْجُذَامِ

ترجمہ: ناک کے اندر کے بال کوڑھ سے محفوظ رکھتے ہیں۔[1]

ناک کا کوڑھ سے براہ راست تعلق ثابت ہو چکا ہے۔ بلکہ یہ کہنے والے کثرت سے ہیں کہ جراثیم ناک کے راستے داخل ہوتے ہیں۔ اس لئے ناک میں بالوں کی شکل میں اگر رکاوٹ موجود رہے تو جراثیم کے اندر جانے میں مشکل ہو جائے گی۔ ناک ہی سے الائش لے کر اس سے کوڑھ کے جراثیم کا سراغ لگایا جاتا ہے۔ بال رکاوٹ کے علاوہ اور کیا کرتے ہیں ابھی تک معلوم نہیں۔ لیکن یہ امکان موجود ہے کہ ان کی موجودگی میں وہاں زخموں کے نمودار ہونے میں مشکل پیدا ہوتی ہے۔[2]

---

1 مجمع الزوائد ومنبع الفوائد ، محوله سابقا، كتاب الطب، باب في المجذمين.:۱۷۲/۵

2 امراضِ جلد اور طبِ نبوی، خالد غزنوی (لاہور، الفیصل ناشران، ۲۰۱۱) جذام۔کوڑھ: ۱۹۷تا ۲۰۰

بَابُ الْمَنُّ شِفَاءٌ لِلْعَيْنِ:

باب: کھنبی(Truffles)آنکھ کے لیے شفاء ہے۔

عنوان کی وضاحت:

گزشتہ سے پیوستہ باب میں آنکھ کی تکلیف دور کرنے کے لیے سرمہ لگانے کی حدیث روایت کی گئی۔ اس باب میں اسی تکلیف کے لیے کھنبی کے پانی سے بھی فائدہ اٹھانے کو حدیث کی روشنی میں بیان کیا جارہا ہے۔

۵۳۸۱ قَالَ: سَمِعْتُ سَعِيدَ بْنَ زَيْدٍ، قَالَ: سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: "الْكَمْأَةُ مِنَ الْمَنِّ وَمَاؤُهَا شِفَاءٌ لِلْعَيْنِ"، .

ترجمہ: **حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہ نے نبی کریم ﷺ سے سنا، نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ کھنبی مَن میں سے ہے اور اس کا پانی آنکھ کے لیے شفاء ہے۔**

تشریح: ایک موقع پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا کہ یارسول اللہ! کھنبی زمین کی چیچک ہے؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا (نہیں) بلکہ کھنبی من کی قسم سے ہے اور اس کا پانی آنکھ کے لئے شفا ہے۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ (آنحضرت ﷺ کا یہ ارشاد سنکر) میں نے تین یا پانچ یا سات کھنبیاں لیں اور ان کو نچوڑلیا اور اس پانی کو ایک شیشی میں بھر کر رکھ لیا پھر میں نے اس پانی کو اپنی ایک چندھی لونڈی کی آنکھوں میں ڈالنے لگا تو وہ اچھی ہوگئی۔[1]

"کھنبی زمین کی چیچک ہے۔" کا مطلب یہ ہے کہ جس طرح چیچک کے دانے دراصل جسم میں پیدا ہو جانے والے ناقص، فضلات ہوتے ہیں جو جلد میں سے باہر نکل آتے ہیں، اسی طرح یہ کھنبی بھی زمین کا فضلہ ہے۔ جو زمین سے باہر نکل آتی ہے۔ صحابہ نے یہ بات گویا کھنبی کی مذمت کے طور پر کہی، لیکن آنحضرت ﷺ نے ان کے خیال کو رد کرنے کے لئے کھنبی کی فضیلت و تعریف اور اس کی منفعت بیان فرمائی کہ کھنبی من کی قسم سے

---

[1] جامع الأصول في أحاديث الرسول، المبارك بن محمد الجزري ابن الأثير (مكتبة الحلواني، ۱۳۹۱ھ)، الفصل الثالث فيما وصفه النبى واصحابه من الادوية، الرقم: ۵۶۴۴

ہے۔ مَن عربی میں نعمت کو کہتے ہیں۔یعنی یہ بھی اللہ تعالیٰ کی نعمتوں میں سے ایک نعمت ہے جو اس نے اپنے بندوں کو بطور احسان عطا فرمائی ہے اس کو حاصل کرنے کے لئے نہ زمین کو کھودنے بونے کی مشقت کرنا پڑتی ہے اور نہ پانی دینے کے لئے محنت کرنی پڑتی ہے بلکہ یہ خود بخود زمین کے اندر سے پیدا ہوتی ہے اور بہت سے لوگوں کے کھانے اور پیٹ بھرنے کی ضرورت پوری کرتی ہے۔

بعض حضرات یہ کہتے ہیں کہ آپ ﷺ نے اس جملہ کے ذریعہ کھنبی کو اس من و سلوی کے ساتھ مشابہت دی جو حضرت موسی علیہ السلام کی قوم پر اترا تھا، اس صورت میں مطلب یہ ہو گا کہ جس طرح حضرت موسی علیہ السلام کی قوم پر ان کی محنت و مشقت کے بغیر من اترتا تھا اسی طرح یہ کھنبی بھی تخم ریزی کی محنت ومشقت کے بغیر زمین سے نکلتی ہے۔

1.0 کھنبی اور آنکھوں کے امراض

"اور اس کا پانی آنکھ کے لئے شفاہے" کے بارے میں علامہ نووی رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ بعض علماء کے نزدیک محض کھنبی کا پانی آنکھ کو شفا بخشتاہے اور بعض حضرات یہ کہتے ہیں کہ اس کا پانی اس صورت میں شفادیتاہے جب کہ اس میں آنکھ کے امراض کے مطابق دوسری دوائیں بھی ملائی جائیں، نیز بعضوں کے نزدیک یہ تفصیل ہے کہ اگر آنکھ کو گرمی سے ٹھنڈک پہنچانا مقصود ہو (یعنی آنکھ گرمی کی وجہ سے دکھتی ہو) تو صرف اس کا پانی ہی مفید ہے ورنہ دوسری صورتوں میں اس کے پانی کو دوسری دواؤں میں ملا کر آنکھ میں ڈالنا مفید ہو گا۔ لیکن امام نووی فرماتے ہیں کہ زیادہ صحیح بات یہ ہے کہ ہر صورت میں کہ آنکھ خواہ گرمی کی وجہ سے دکھتی ہو یا کسی اور وجہ سے محض اس کا پانی شفابخش ہے، چنانچہ بعض مشائخ، خصوصا شیخ کمال بن عبد اللہ دمشقی رحمہ اللہ کے بارے میں منقول ہے کہ ان کی بینائی بالکل جاتی رہی تھی اور انہوں نے آنحضرت ﷺ کے ارشاد گرامی ﷺ پر مکمل اعتقاد رکھتے ہوئے اور اس

کو متبرک جانتے ہوئے اپنی آنکھوں میں محض کھنبی کا پانی ڈالنا شروع کیا، چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ان کے حسن اعتقاد اور آنحضرت ﷺ کے ارشاد گرامی کی برکت کی بناء پر ان کی آنکھوں کو شفائے کامل عطا فرمائی۔[1]

Marc Grossman, Doctor of Optometry and New York State Licensed Acupuncturist کھنبی کی امراضِ چشم میں افادیت پر لکھتے ہیں:

Medicinal Mushrooms

Some of the medicinal mushrooms used in Chinese and Japanese medicine include Reishi, Herecium, Coriolus, and Maitake (which we carry in a formulation for pets). Several formulations include medicinal mushrooms as an ingredient, including Immpower, Renewal Greens and Jason's ImmunoBalance Formula.

- Raw and fermented mycelial extracts of Reishi, Herecium and Coriolus
- Has bio-available alkaloids and triterpenes which support eye, nerve and liver rejuvenation
- Provides immune system support[2]

2.0 پھر بعض کھنبیاں زہریلی کیوں ہوتی ہیں؟

مشہور مؤرخ علامہ ابن القیم رحمہ اللہ اس کے جواب میں فرماتے ہیں کہ جسے دنیا اور اس کی ابتداء کے حالات سے ذرا بھی واقفیت ہوگی اسے یہ بھی معلوم ہوگا کہ انسانوں کی بد اعمالی کی بنا پر اہل دنیا پر مصائب اترے، امراض پیدا ہوئے طاعون رونما ہوئے اور قحط پڑے خشک سالی سے دوچار ہوئے۔ زمین کی برکتیں اس کے پھل پھول اور درخت ختم ہوگئے۔ اللہ تعالیٰ کا یہ قول سامنے رکھے۔

---

1 شرح النووی علی الصحیح لمسلم، محوله سابقا، کتاب الأشربة، باب فضل الکمأة ومداواة العین بها:۵/۱۴

2 http://www.naturaleyecare.com/nutrients/herbs/mushroom.asp

ظَهَرَ الْفَسَادُ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ بِمَا كَسَبَتْ أَيْدِي النَّاسِ [1]

’’خشکی اور تری میں انسانوں کی بد اعمالی کی پاداش میں فساد ظاہر ہوتا ہے‘‘۔

جب لوگوں میں مظالم وفسق وفجور عام ہو جاتے ہیں تو اللہ رب العزت ان کی غذا، پھلوں میں آفات ونقصانات پیدا کر دیتا ہے۔ جن سے ان کی فضاء متاثر ہوتی ہے۔ ان کے دریا وچشمے گدلے ہو جاتے ہیں۔۔گیہوں وغیرہ کے دانے آج کے مقابلے پہلے بڑے سائز کے ہوتے تھے اور ان میں برکت بھی تھی۔

چنانچہ امام احمد رحمہ اللہ نے روایت کیا کہ بنو امیہ کے خزانے میں ایک تھیلی تھی جس میں کھجور کی گٹھلی کی طرح گیہوں تھے۔ جس پر لکھا ہوا تھا کہ یہ عدل وانصاف کے دور کی پیداوار ہے۔ [2]

1 سورہ روم، آیت:۴۱

2 روی الإمام أحمد بإسناده: أنه وجد فى خزائن بعض بنى أميةَ صرة فيها حِنطةٌ أمثال نوى التمر مكتوبٌ عليها :هذا كان ينبُت أيامَ العدل .وهذه القصة (زاد المعاد ، محوله سابقا، حرف الكاف :۴/ ۳۳۲)

بَابُ اللَّدُودِ:

باب: مریض کے منہ میں دوا ٹپکانا

عنوان کی وضاحت:

لَّدُودِ(لام کے زبر کے ساتھ) مریض کے منہ میں دوا ٹپکانے کو کہتے ہیں۔اس حدیث میں اس طریقہ علاج کے متعلق دو احادیث نقل کی گئی ہیں۔

پہلی حدیث

۵۳۸۲ عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ، وَعَائِشَةَ أن أبا بكر رضی الله عنه، قبل النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ مَيِّتٌ .قَالَ: وَقَالَتْ عَائِشَةُ: "لَدَدْنَاهُ فِي مَرَضِهِ فَجَعَلَ يُشِيرُ إِلَيْنَا أَنْ لَا تَلُدُّونِي، فَقُلْنَا كَرَاهِيَةُ الْمَرِيضِ لِلدَّوَاءِ، فَلَمَّا أَفَاقَ، قَالَ: أَلَمْ أَنْهَكُمْ أَنْ تَلُدُّونِي قُلْنَا كَرَاهِيَةَ الْمَرِيضِ لِلدَّوَاءِ، فَقَالَ: لَا يَبْقَى فِي الْبَيْتِ أَحَدٌ إِلَّا لُدَّ، وَأَنَا أَنْظُرُ إِلَّا الْعَبَّاسَ فَإِنَّهُ لَمْ يَشْهَدْكُمْ."

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا واقعہ نقل کرتے ہیں کہ ابو بکرؓ نے نبی کریمؐ کی نعش مبارک کو بوسہ دیا۔اس سے پہلے ہم نے نبی کریم ﷺ کے مرض میں دوا آپ کے منہ میں ڈالی تو آپ نے ہمیں اشارہ کیا کہ دوا منہ میں نہ ڈالو۔ہم نے خیال کیا کہ مریض کو دوا سے جو نفرت ہوتی ہے اس کی وجہ سے نبی کریم ﷺ منع فرمارہے ہیں۔پھر جب آپ کو ہوش ہوا تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ کیوں میں نے تمہیں منع نہیں کیا تھا کہ دوا میرے منہ میں نہ ڈالو؟ہم نے عرض کیا کہ یہ شاید آپ نے مریض کی دوا سے طبعی نفرت کی وجہ سے فرمایا ہو گا۔اس پر نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ اب گھر میں جتنے لوگ اس وقت موجود ہیں سب کے منہ میں دوا ڈالی جائے اور میں دیکھتا رہوں گا،البتہ عباس کو چھوڑ دیا جائے کیونکہ وہ میرے منہ میں دوا ڈالتے وقت موجود نہ تھے۔

1.0 علاج میں زبردستی!

اس حدیث سے مریض کی تیارداری کا ایک اہم اصول سامنے آتا ہے۔ نبی کریم ﷺ کو انتہائی خیر خواہانہ جذبہ سے زبردستی ایک دوائی دی جاتی ہے لیکن آپ اس پر اپنی ناگواری کا اظہار کرتے ہیں اور بدلہ بھی لیکر پوری امت کو سبق دیتے ہیں کہ مریض کے ساتھ بلاضرورتِ شدیدہ جبر نہیں کرنا چاہیے۔

مریض کے احساسات بے حد نازک ہوتے ہیں۔ چھوٹی چھوٹی باتوں پر بھی اس کا دل بھر آتا ہے۔ یہ بات طویل اور پیچیدہ امراض کی حالت میں خاص طور سے نمایاں ہوتی ہے۔ ایسے میں مریض کو چھوٹی چھوٹی خوشیاں دے کر اس کے ذہنی تناؤ کو کم کیا جاسکتا ہے۔ اگرچہ اس معاملہ میں اصل کردار مریض کے تیمارداروں، عزیزوں اور دوستوں کا ہی ہے لیکن ڈاکٹر بھی اس سلسلے میں مریض کی مدد کر سکتا ہے۔

ہمارے معاشرہ کی روایات کچھ ایسی ہیں کہ بعض اوقات مریض پر بے جا پابندیاں لگادی جاتی ہیں۔ ہر عزیز، رشتہ دار اور دوست کے پاس مریض کے لیے ایک ہدایت نامہ ہوتا ہے کہ یہ چیز کھانی ہے اور یہ نہیں کھانی ہے۔ ان چیزوں سے بھی پرہیز کرایا جاتا ہے جو مریض کے لیے طبی نقطہ نظر سے نقصان دہ نہیں ہوتیں۔ اور اس طرح اس کی زندگی اجیرن بنادی جاتی ہے۔ ڈاکٹر اس معاملے میں مریض کی مدد کر سکتا ہے اور مرض کی نوعیت کے پیش نظر صرف ان چند غذاؤں کی نشاندہی کر سکتا ہے جو اس کے لیے نقصان دہ ہوں اور باقی ہر چیز کھانے کی اجازت دے کر اس کی زندگی کو آسان بنا سکتا ہے۔ نبی کریم ﷺ سے امت کو یہ ہدایت ہے:

« لَا تُكْرِهُوا مَرْضَاكُمْ عَلَى الطَّعَامِ فَإِنَّ اللهَ يُطْعِمُهُمْ وَيَسْقِيهِمْ »[1]

"مریضوں کو کھانے پینے پر مجبور نہ کیا کرو کہ اللہ تعالی انہیں کھلاتا و پلاتا ہے."

اس طرح کوئی آپریشن یا دوسرا کوئی طریقہ علاج مریض کی مرضی کے بغیر اس پر ٹھونسنا مناسب نہیں ہے۔ ہاں اس کو دلائل سے قائل کر کے اس پر آمادہ کیا جانا چاہیے۔

---

[1] سنن ابن ماجه، محوله سابقا، كتاب الطب، باب لا تكرهوا المريض على الطعام، الرقم: ٣٤٤٤

رسول اللہ ﷺ ایک مریض کی عیادت کو گئے اور اس سے پوچھا تمہارا جی کس چیز کو کھانے کو چاہتا ہے۔ اس نے عرض کیا میرا جی چاہتا ہے کہ گیہوں کی روٹی کھاؤں اس پر رسولؐ اللہ نے فرمایا کہ جس کے پاس گیہوں کی روٹی ہو وہ اپنے اس بھائی کو بھیج دے۔ پھر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

« إِذَا اشْتَهَى مَرِيضُ أَحَدِكُمْ شَيْئًا فَلْيُطْعِمْهُ »

"جب تم میں سے کسی کے مریض کا جی کوئی چیز کھانے کو چاہے تو اسے چاہیے کہ وہ چیز اس کو کھلائے۔"[1]

مناسب طریقہ یہ ہے کہ مریض سے خود پوچھ لیا جائے کہ اس کا جی کون سی غذا کھانے کو چاہ رہا ہے۔ اگر وہ غذا طبی نقطۂ نظر سے نقصان دہ نہ ہو تو وہی اس کو دی جائے۔ اس کا ایک فائدہ یہ ہو گا کہ وہ اپنی پسند کی چیز پیٹ بھر کر کھا سکے گا اور اس کے جسم کی توانائی اور قوت مدافعت بحال ہو گی۔ جہاں تک نقصان دہ غذا سے مریض کو منع کرنے کا تعلق ہے تو سننِ ابن ماجہ میں ہی اس سے اگلے باب کی ایک حدیث میں ہے کہ ایک مرتبہ حضرت علی رضی اللہ عنہ شدید بیماری سے اٹھے تھے اور ابھی ناتواں تھے۔ رسول اللہ ﷺ ان کے پاس بیٹھ کر کھجوریں کھا رہے تھے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے بھی کھجوریں کھانے کی خواہش ظاہر کی تو رسول اللہ ﷺ نے انہیں کہا۔ ٹھہرو علی! ابھی تم ناتواں ہو (کھجوریں تمہیں اس حالت میں نقصان دے سکتی ہیں)۔[2]

کھانے پینے کے علاوہ مریض کی کچھ اور خواہش بھی ہو سکتی ہیں مثلاً مریض چہل قدمی کرنا چاہتا ہے، کسی تقریب میں شرکت کے لیے جانا چاہتا ہے۔ کوئی چھوٹا موٹا سفر کرنا چاہتا ہے۔ یا کسی اور تفریح کو اس کا جی چاہتا ہے تو ایسی صورت میں اس کا ڈاکٹر ہی مریض کے فائدے اور نقصان کو مد نظر رکھتے ہوئے اسے صحیح رہنمائی دے سکتا ہے اور اس میں اسے ضرور فراخدلی کا مظاہرہ کرنا چاہیے۔ اسی طرح اگر کوئی مریض چاہتا ہو کہ کوئی خاص ڈاکٹر اس کا معائنہ کرے تو

---

1 سنن ابن ماجه،محوله سابقا،كتاب الطب، باب المريض يشتهي الشيء، الرقم: ٣٤٤٠

2 سنن ابن ماجه،محوله سابقا،كتاب الطب، باب الحمية ، الرقم: ٣٤٤٢

اس کا اہتمام کر دینا چاہیے۔ خصوصاً اگر کوئی خاتون مریضہ یہ چاہیے کہ کوئی خاتون ڈاکٹر ہی اس کو دیکھے اور علاج کرے تو اس کی یہ خواہش ضرور پوری کرنی چاہیے۔ دوسری صورت میں وہ مسلسل ذہنی دباؤ کا شکار رہے گی۔[1]

دوسری حدیث

۵۳۸۳ عَنْ أُمِّ قَيْسٍ قَالَتْ: "دَخَلْتُ بِابْنٍ لِي عَلَى رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَدْ أَعْلَقْتُ عَلَيْهِ مِنَ الْعُذْرَةِ، فَقَالَ: عَلَى مَا تَدْغَرْنَ أَوْلَادَكُنَّ بِهَذَا الْعِلَاقِ، عَلَيْكُنَّ بِهَذَا الْعُودِ الْهِنْدِيِّ، فَإِنَّ فِيهِ سَبْعَةَ أَشْفِيَةٍ: مِنْهَا ذَاتُ الْجَنْبِ، يُسْعَطُ مِنَ الْعُذْرَةِ، وَيُلَدُّ مِنْ ذَاتِ الْجَنْبِ-

ترجمہ: حضرت ام قیس رضی اللہ عنہا اپنا ذاتی واقعہ بیان کرتی ہیں کہ میں اپنے ایک لڑکے کو لے کر رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئی۔ انہوں نے اس بچے کا کوا گرنے میں تالو دبا کر علاج کیا تھا۔ آپ ﷺ نے فرمایا تم اپنے بچوں کو انگلی سے حلق دبا کر کیوں تکلیف دیتی ہو؟ یہ عود ہندی لو، اس میں سات بیماریوں کی شفاء ہے ان میں ایک ذات الجنب (پسلی کا ورم) بھی ہے۔ اگر حلق کی بیماری ہو تو اس کو ناک میں ڈالو، اگر ذات الجنب ہو تو منہ میں دوا ٹپکاؤ۔

تشریح:

اس حدیث کی تشریح اور عودِ ہندی کی وضاحت بَابُ السَّعُوطِ بِالْقُسْطِ الْهِنْدِيِّ الْبَحْرِيِّ (باب: قسط ہندی اور قسط بحری کو ناک میں ٹپکانا) میں بیان ہو چکی ہے۔ امام بخاری رحمہ اللہ اس حدیث کو اس باب میں دوبارہ اس مناسبت سے ذکر کیا ہے کہ اس حدیث میں بھی لدود (منہ میں دوا ٹپکانے) کا ذکر ہے۔

---

1 اسلامی طبی اخلاقیات، محولہ سابقہ: ۴۶

بَابٌ:

باب:۔۔۔(بلاعنوان)

عنوان کی وضاحت:

گزشتہ باب میں نبی کریم ﷺ کے ایامِ مرض کا ایک خصوصی واقعہ نقل کیا گیا تھا۔ اسی کی مناسبت سے امام بخاری رحمہ اللہ نبی کریم ﷺ کے مرض الوفات کی کچھ تفصیلات اسباب میں پیش کر رہے ہیں۔

۵۳۸۴ أَنَّ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا زَوْجَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَتْ: "لَمَّا ثَقُلَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَاشْتَدَّ وَجَعُهُ، اسْتَأْذَنَ أَزْوَاجَهُ فِي أَنْ يُمَرَّضَ فِي بَيْتِي، فَأَذِنَّ لَهُ، فَخَرَجَ بَيْنَ رَجُلَيْنِ تَخُطُّ رِجْلَاهُ فِي الْأَرْضِ بَيْنَ عَبَّاسٍ، وَآخَرَ، فَأَخْبَرْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ: قَالَ: هَلْ تَدْرِي مَنِ الرَّجُلُ الْآخَرُ الَّذِي لَمْ تُسَمِّ عَائِشَةُ، قُلْتُ: لَا، قَالَ: هُوَ عَلِيٌّ، قَالَتْ عَائِشَةُ: فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعْدَ مَا دَخَلَ بَيْتَهَا وَاشْتَدَّ بِهِ وَجَعُهُ هَرِيقُوا عَلَيَّ مِنْ سَبْعِ قِرَبٍ، لَمْ تُحْلَلْ أَوْكِيَتُهُنَّ لَعَلِّي، أَعْهَدُ إِلَى النَّاسِ، قَالَتْ: فَأَجْلَسْنَاهُ فِي مِخْضَبٍ لِحَفْصَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، ثُمَّ طَفِقْنَا نَصُبُّ عَلَيْهِ مِنْ تِلْكَ الْقِرَبِ، حَتَّى جَعَلَ يُشِيرُ إِلَيْنَا أَنْ قَدْ فَعَلْتُنَّ، قَالَتْ: وَخَرَجَ إِلَى النَّاسِ فَصَلَّى لَهُمْ وَخَطَبَهُمْ."

ترجمہ: نبی کریم ﷺ کی زوجہ مطہرہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ جب (مرض الموت میں) رسول اللہ ﷺ کے لیے چلنا پھرنا دشوار ہو گیا اور آپ کی تکلیف بڑھ گئی تو آپ نے بیماری کے دن میرے گھر میں گزارنے کی اجازت اپنی دوسری بیویوں سے مانگی۔ جب اجازت مل گئی تو نبی کریم ﷺ دو اشخاص عباس رضی اللہ عنہ اور ایک صاحب کے درمیان ان کا سہارا لے کر باہر تشریف لائے، آپ کے مبارک قدم زمین پر گھسٹ رہے تھے۔ میں نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اس کا ذکر کیا تو انہوں نے کہا تمہیں معلوم ہے وہ دوسرے صاحب کون تھے جن کا عائشہ رضی اللہ عنہا نے نام نہیں بتایا؟ میں نے کہا کہ نہیں۔ کہا کہ وہ علی رضی اللہ عنہ تھے (لیکن حضرت عائشہؓ کو ان کا علم تھا)۔ عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ ان کے حجرے میں داخل ہونے کے بعد جبکہ آپ کا مرض بڑھ گیا تھا، نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ مجھ پر سات مشکیزے ڈالو جو پانی سے لبریز ہوں۔ شاید میں لوگوں کو کچھ نصیحت کر سکوں۔ پھر نبی کریم ﷺ کو ہم نے ایک لگن میں بٹھایا جو نبی کریم ﷺ کی زوجہ مطہرہ حفصہ رضی اللہ عنہ کا تھا اور آپ پر

حکم کے مطابق مشکوں سے پانی ڈالنے لگے آخر آپ نے ہمیں اشارہ کیا کہ بس ہو چکا۔ پھر نبی کریم ﷺ صحابہ کے مجمع میں گئے، انہیں نماز پڑھائی اور انہیں خطاب فرمایا۔

1.0 نبی کریم ﷺ کے آخری دن

حضور اکرم ﷺ کے مرض کا سلسلہ بدھ کے دن سے شروع ہوا تھا، بیویوں میں برابری، جس کا آپ بہت اہتمام کرتے تھے اس کے مطابق بیماری کی حالت میں آپ باری باری ایک ایک بیوی کے گھر منتقل ہوتے رہے، پیر کے دن مرض میں شدت ہوئی تو ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن سے اجازت لی کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے گھر قیام فرمائیں۔ واضح الفاظ میں آپ ﷺ نے نہیں فرمایا بلکہ آپ بار بار پوچھتے رہے کہ کل میں کس کے گھر رہوں گا؟ ازواج مطہرات نے مرضی سمجھ کر عرض کی کہ آپ ﷺ جہاں چاہیں قیام فرمائیں۔ چنانچہ آپ پیر کے دن حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے حجرہ میں منتقل ہوئے اور پورا ایک ہفتہ علالت میں گذارنے کے بعد اگلے پیر کو عائشہؓ ہی کے گھر میں انتقال فرمایا۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے گھر میں زمانۂ علالت گزارنے کی خواہش کی ایک وجہ تو ظاہر ہے کہ جو انس و محبت کا تعلق آپ ﷺ کا عائشہ رضی اللہ عنہ سے تھا ازواج مطہراتؓ میں کسی اور سے نہیں تھا اور انس کی زیادتی باعث سکون ہوتی ہے، اس لیے حضور اکرم ﷺ نے یہ محسوس کیا کہ عائشہ کے گھر مجھے زیادہ راحت و سکون حاصل ہوگا۔ دوسری ایک بات یہ ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے علاوہ ازواج مطہرات میں سے باقی کسی کے لحاف میں حضور اکرم ﷺ پر وحی کا نزول نہیں ہوا، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہ کی یہ خصوصیت تھی کہ آپ ان کے لحاف میں ہوتے تھے اور وحی نازل ہوتی تھی۔ اب بیماری کے ایام میں بھی وحی نازل ہونے کا امکان تھا اس لیے آپ ﷺ نے چاہا کہ بیماری کے یہ ایام حضرت عائشہ کے مکان میں گزریں تاکہ اگر آپ اپنے اہل کے ساتھ ہوں اور وہ وقت وحی کا ہو تو وحی خداوندی نازل ہو جائے۔

بیماری کے ان ایام میں آپ ﷺ مسجد نبوی میں نماز پڑھانے کی غرض سے تشریف لاتے رہے، جمعرات کے دن آپ نے حکم دیا کہ پانی کے سات مشکیزے آپ پر ڈالے جائیں چنانچہ بڑے اہتمام سے پانی کی

سات مشکیں آپ ﷺ پر ڈالی گئیں۔ اس طرح غسل سے آپ کو قدرے سکون ہوا، نماز ظہر پڑھانے کے بعد آپ ﷺ نے خطبہ دیا۔ یہ رسول اللہ ﷺ کا آخری خطبہ تھا۔

اس خطبے میں آپ ﷺ نے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے فضائل ومناقب بیان فرمائے، حضرات انصار رضی اللہ عنہم سے نرم برتاؤ کرنے کی تاکید فرمائی اور فرمایا کہ گزشتہ قوموں نے اپنے انبیاء واولیاء کی قبور کو عبادت گاہ بنایا، دیکھو کہیں تم ایسی حرکت نہ کرنا، فرمایا کہ مسجد کی طرف جتنے دروازے کھلے ہیں سب بند کر دیئے جائیں صرف ابو بکر کا دروازہ کھلا رہنے دیا جائے۔ آپ ﷺ نے اشارتاً اپنی وفات کے وقت کے قریب آنے کا بھی ذکر کیا، جس کو حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سمجھ گئے اور رونے لگے، حضور اکرم ﷺ نے ان کو تسلی دی اور فرمایا کہ مجھے ایسا معلوم ہوا ہے کہ آپ لوگ اپنی نبی کی جدائی اور موت سے بہت ہراساں اور خوفزدہ ہیں حالانکہ یہاں کسی کو دوام نہیں۔

اس طرح کی نصیحت سے آپ ﷺ نے صحابہ رضی اللہ عنہم کو اس بات پر آمادہ کیا کہ وہ آپ کی جدائی کے غم کو سہہ سکیں اس کے بعد آپ نے صحابہ کو الوداع کہا اور گھر تشریف لائے۔[1]

---

1 کشف الباری، محولہ سابقہ، کتاب المغازی: ۶۶۵، ۶۶۴

بَابُ الْعُذْرَةِ:

باب: حلق کے کوا کا گر جانا(A Throat Disease)

عنوان کی وضاحت:

پہلے واضح ہو چکا کہ عذرۃ حلق کی ایک بیماری ہے جو شیر خوار بچوں کو ہو جایا کرتی ہے۔ عہد نبوی میں مائیں عموما اس بیماری کو دور کرنے کے لیے بچے کے حلق میں انگلی ڈال کر تالو کو دباتیں جس سے سیاہ خون نکلتا اور بچے کو بہت تکلیف ہوتی، نبی کریم ﷺ نے اسی تکلیف دہ طریقہ علاج سے منع فرمایا اور عودِ ہندی کو بطور دوا تجویز فرمایا کہ عودِ ہندی کو پانی میں حل کر کے ناک میں ٹپکایا جائے، یہ محلول حلق میں پہنچ کر بیماری ختم کر دیتا ہے۔

۵۳۸۵ أَنَّ أُمَّ قَيْسٍ بِنْتَ مِحْصَنٍ الأَسَدِيَّةَ أَسَدَ خُزَيْمَةَ وَكَانَتْ مِنَ الْمُهَاجِرَاتِ الأُوَلِ اللَّاتِي بَايَعْنَ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهِيَ أُخْتُ عُكَاشَةَ أَخْبَرَتْهُ: "أَنَّهَا أَتَتْ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِابْنٍ لَهَا قَدْ أَعْلَقَتْ عَلَيْهِ مِنَ الْعُذْرَةِ، فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: عَلَى مَا تَدْغَرْنَ أَوْلَادَكُنَّ بِهَذَا الْعِلَاقِ، عَلَيْكُمْ بِهَذَا الْعُودِ الْهِنْدِيِّ، فَإِنَّ فِيهِ سَبْعَةَ أَشْفِيَةٍ مِنْهَا: ذَاتُ الْجَنْبِ، يُرِيدُ الْكُسْتَ وَهُوَ الْعُودُ الْهِنْدِيُّ.

ترجمہ: **حضرت ام قیس بنت محصن اسدیہ نے بیان کیا کہ وہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں اپنے ایک بیٹے کو لے کر آئیں۔ انہوں نے اپنے لڑکے کے عذرۃ بیماری کا علاج تالو دبا کر کیا تھا نبی کریم ﷺ نے فرمایا، آخر تم عورتیں کیوں اپنی اولاد کو یوں تالو دبا کر تکلیف پہنچاتی ہو۔ تمہیں چاہیئے کہ اس مرض میں عود ہندی کا استعمال کیا کرو کیونکہ اس میں سات بیماریوں سے شفاء ہے۔ ان میں ایک ذات الجنب کی بیماری بھی ہے۔**

تشریح:

اس حدیث کی تشریح اور عودِ ہندی کی وضاحت بَابُ السَّعُوطِ بِالْقُسْطِ الْهِنْدِيِّ الْبَحْرِيِّ (باب: قسط ہندی اور قسط بحری کو ناک میں ٹپکانا) میں بیان ہو چکی ہے۔

بَابُ دَوَاءِ الْمَبْطُونِ:

باب: پیٹ کی بیماری (Diarrhoea) کی دوا

عنوان کی وضاحت:

جسم کے مختلف حصوں کے مخصوص امراض اور ان کے نبوی علاج کے سلسلے میں آنکھ، حلق، وغیرہ کے متعلق احادیث بیان کرنے کے بعد امام بخاری رحمہ اللہ پیٹ کے مرض کے بارے میں حدیث نقل کر رہے ہیں۔

۵۳۸۶ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ، قَالَ: "جَاءَ رَجُلٌ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: إِنَّ أَخِي اسْتَطْلَقَ بَطْنُهُ، فَقَالَ: اسْقِهِ عَسَلًا، فَسَقَاهُ، فَقَالَ: إِنِّي سَقَيْتُهُ، فَلَمْ يَزِدْهُ إِلَّا اسْتِطْلَاقًا، فَقَالَ: صَدَقَ اللهُ وَكَذَبَ بَطْنُ أَخِيكَ"،

ترجمہ: حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ نے کہ ایک صاحب رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ میرے بھائی کو دست آ رہے ہیں نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ انہیں شہد پلاؤ۔ انہوں نے پلایا اور پھر واپس آکر کہا کہ میں نے انہیں شہد پلایا لیکن ان کے دستوں میں کوئی کمی نہیں ہوئی۔ آپ ﷺ نے اس پر فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے سچ فرمایا اور تمہارے بھائی کا پیٹ جھوٹا ہے۔

تشریح:

یہ حدیث اسی کتاب میں بَابُ الدَّوَاءِ بِالْعَسَلِ وَقَوْلِ اللهِ تَعَالَىٰ: فِيهِ شِفَاءٌ لِلنَّاسِ (باب: شہد کے ذریعہ علاج کرنا اور فضائل شہد میں۔ اور اللہ تعالیٰ کا فرمان کہ "اس میں لوگوں کے لیے شفاء ہے۔") کے تحت بیان ہو چکی ہے، وہاں شہد کے عمومی فوائد بیان کرنا مقصود تھا اور یہاں امام بخاری رحمہ اللہ پیٹ کی بیماری کا مسنون علاج ذکر رہے ہیں کہ شہد اس سلسلے میں بھی مفید ہے۔

بَابُ لاَ صَفَرَ، وَهْوَ دَاءٌ يَأْخُذُ الْبَطْنَ:

باب: صفر کی کوئی حقیقت نہیں جو کہ پیٹ کی ایک بیماری سمجھی جاتی ہے

عنوان کی وضاحت:

پیٹ کی بیماریوں کا مسنون علاج نقل کرنے کے بعد اس باب میں امام بخاری رحمہ اللہ صرف صفر کی وضاحت فرمانا چاہتے ہیں کہ یہ ایک خیالی بیماری ہے جو پیٹ کو لاحق ہوتی ہے۔ جذام کے باب میں صفر کے متعدد معانی بیان ہوئے تھے جن میں ایک معنی وہ بیماری بھی تھی جس کے بارے میں زمانہ جاہلیت میں لوگوں کا خیال تھا کہ پیٹ کے اندر سانپ ہوتا ہے جو انسان کے پیٹ میں معدہ کو کاٹتا ہے، جس سے انسانی موت واقع ہو جاتی ہے۔ امام بخاری رحمہ اللہ نے صفر کے اسی معنی کو منتخب کیا ہے۔ امام بخاری کے اس معنی کو اختیار کرنے کے بعد حدیث کے الفاظ لَا صَفَرَ میں اس خیال کی تردید ہے کہ کوئی موت پیٹ میں سانپ کے کاٹنے سے نہیں ہوتی۔[1]

۵۳۸۷ أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: إِنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: "لَا عَدْوَى وَلَا صَفَرَ، وَلَا هَامَةَ"، فَقَالَ أَعْرَابِيٌّ: يَا رَسُولَ اللهِ فَمَا بَالُ إِبِلِي تَكُونُ فِي الرَّمْلِ كَأَنَّهَا الظِّبَاءُ فَيَأْتِي الْبَعِيرُ الْأَجْرَبُ فَيَدْخُلُ بَيْنَهَا فَيُجْرِبُهَا، فَقَالَ: فَمَنْ أَعْدَى الْأَوَّلَ۔

ترجمہ: **حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، امراض میں چھوت چھات، صفر اور الو کی نحوست کی کوئی اصل نہیں۔ اس پر ایک اعرابی بولا کہ یا رسول اللہ! پھر میرے اونٹوں کو کیا ہو گیا کہ وہ جب تک ریگستان میں رہتے ہیں تو ہرنوں کی طرح (صاف اور خوب چکنے) رہتے ہیں پھر ان میں ایک خارش والا اونٹ آ جاتا ہے اور ان میں گھس کر انہیں بھی خارش لگا جاتا ہے! تو نبی کریم ﷺ نے اس پر فرمایا: یہ بتاؤ کہ پہلے اونٹ کو کس نے خارش لگائی تھی؟**

---

[1] فتح الباری، محولہ سابقا، کتاب الطب، بَابُ لاَ صَفَرَ، وَهْوَ دَاءٌ يَأْخُذُ الْبَطْنَ: ۱۷۱/۱۰

تشریح:

اس حدیث کا مضمون بَابُ الْجُذَامِ (باب: جذام کا بیان) میں بیان کردہ احادیث سے مطابقت رکھتا ہے کہ بیماری بھی اللہ تعالیٰ ہی کی تخلیق ہے، بذاتِ خود نہ تو کسی کو نقصان پہنچا سکتی ہے اور نہ ہی کسی سے لگتی ہے، اسی کو نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے اس طرح سمجھایا کہ جس اللہ نے پہلے اونٹ کو خارش کی بیماری میں مبتلا کیا تھا، اسی کے حکم سے دوسرے اونٹوں کو بھی یہ بیماری لگتی ہے، جس کے لیے حکمِ خداوندی ہوتا ہے اس کے علاوہ کوئی متاثر نہیں ہوتا۔ متعدی امراض کے بارے میں اسلام کا نقطہ نظر اور متعدی مریضوں کے شرعی احکام بھی اسی باب میں ذکر کیے جا چکے ہیں۔

بَابُ ذَاتِ الْجَنْبِ:

باب:ذات الجنب(A Sort of Chest Pain)

عنوان کی وضاحت:

جسم کے مختلف حصوں کی مخصوص بیماریوں سے متعلقہ احادیث کا سلسلہ جاری ہے۔اس باب میں ایک مخصوص بیماری(ذات الجنب) کا تذکرہ حدیث کی روشنی میں کیا گیا ہے۔علامہ ابنِ حجر رحمہ اللہ کے مطابق ذات الجنب کی دو قسمیں ہیں:

۱: ایک قسم اس کی ورم کی شکل میں ہوتی ہے جو انسانوں کی پسلیوں کے اندرونی پٹھوں میں ورم آجاتا ہے جس کی وجہ سے مریض پانچ تکلیفوں میں مبتلا ہوتا ہے، بخار، کھانسی، سانس کی تنگی و تکلیف اور نبض منشاری۔ذات الجنب کی یہ ایک خطرناک بیماری ہے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم دعا فرماتے کہ اللہ تعالی اس کو مجھ پر مسلط نہ کرے۔

۲: دوسری قسم اس درد کی صورت میں ہوتی ہے جو گیس کی وجہ سے آدمی کے پہلو میں اٹھتا ہے۔[1]

۵۳۸۸ أَنَّ أُمَّ قَيْسٍ بِنْتَ مِحْصَنٍ وَكَانَتْ مِنَ الْمُهَاجِرَاتِ الْأُوَلِ اللَّاتِي بَايَعْنَ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهِيَ أُخْتُ عُكَاشَةَ بْنِ مِحْصَنٍ أَخْبَرَتْهُ: "أَنَّهَا أَتَتْ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِابْنٍ لَهَا قَدْ عَلَّقَتْ عَلَيْهِ مِنَ الْعُذْرَةِ فَقَالَ: اتَّقُوا اللهَ عَلَى مَا تَدْغَرُونَ أَوْلَادَكُمْ بِهَذِهِ الْأَعْلَاقِ عَلَيْكُمْ بِهَذَا الْعُودِ الْهِنْدِيِّ، فَإِنَّ فِيهِ سَبْعَةَ أَشْفِيَةٍ مِنْهَا: ذَاتُ الْجَنْبِ".

ترجمہ: ام قیس بنت محصن جو پہلے پہل ہجرت کرنے والی عورتوں میں سے تھیں جنہوں نے رسول اللہ ﷺ سے بیعت کی تھی اور وہ عکاشہ بن محصن رضی اللہ عنہ کی بہن تھیں، نے خبر دی کہ وہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں اپنے بیٹے کو لے کر حاضر ہوئیں۔انہوں نے اس بچے کا کوا گرنے میں تالو دبا کر علاج کیا تھا۔نبی کریم ﷺ نے

---

[1] فتح الباری، محولہ سابقا، کتاب الطب،بَابُ ذَاتِ الْجَنْبِ: ۱۷۲/۱۰

فرمایا کہ اللہ سے ڈرو کہ تم اپنی اولاد کو اس طرح تالو دبا کر تکلیف پہنچاتی ہو عود ہندی اس میں استعمال کرو کیونکہ اس میں سات بیماریوں کے لیے شفاء ہے جن میں سے ایک ذات الجنب بھی ہے۔

تشریح:

علامہ ابن قیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اگر عودِ ہندی باریک پیس لیا جائے اور گرم زیتون میں ملا کر جہاں ریاح جمی ہو، ہلکی ہلکی مالش کی جائے یا چند چمچہ چاٹ لیا جائے تو اس کا بہترین علاج ہو گا۔ یہ دوا اندرونی اعضاء کی تقویت کا سبب ہوتی ہے سدوں کو کھولتی ہے۔[1]

۵۳۸۹ قَالَ أَنَسٌ: كُوِيتُ مِنْ ذَاتِ الْجَنْبِ وَرَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَيٌّ، وَشَهِدَنِي أَبُو طَلْحَةَ، وَأَنَسُ بْنُ النَّضْرِ وَزَيْدُ بْنُ ثَابِتٍ، وَأَبُو طَلْحَةَ كَوَانِي.

ترجمہ: انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ذات الجنب کی بیماری کی وجہ سے رسول اللہ ﷺ کی زندگی میں ہی مجھے داغا گیا اور اس وقت ابو طلحہ، انس بن نضر اور زید بن ثابت رضی اللہ عنہم موجود تھے اور ابو طلحہ رضی اللہ عنہ نے مجھے داغا تھا۔

تشریح:

اس حدیث میں ذات الجنب کا علاج داغنے سے کیا گیا ہے۔ داغنے کے مفید یا غیر مفید ہونے کی بحث اور متعدد امراض میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے داغنے کے واقعات پر بحث بَابُ مَنِ اكْتَوَى أَوْ كَوَى غَيْرَهُ، وَفَضْلِ مَنْ لَمْ يَكْتَوِ (باب: داغ لگوانا یا لگانا اور جو شخص داغ نہ لگوائے اس کی فضیلت کا بیان) میں گزر چکی ہے۔

---

[1] زاد المعاد ،محولہ سابقا، فصول فی ھدیہ صلی اللہ علیہ وسلم فی علاج ذات الجنب:۷۵/۴

بَابُ حَرْقِ الحَصِيرِ لِيُسَدَّ بِهِ الدَّمُ:

باب: خون روکنے کے لیے بوریا جلا کر زخم پر لگانا

عنوان کی وضاحت:

اس باب میں خون روکنے کی ایک تدبیر بیان کی ہے کہ کسی جلنے والے چیز کو جلا کر راکھ بنالی جائے اور اس راکھ کو زخم پر رکھا جائے تو زخم سے بہتا خون رک جاتا ہے۔ جیسا کہ اس حدیث میں غزوہ احد کے افسوس ناک واقعہ کا ایک حصہ نقل کیا گیا ہے کہ جب عبد اللہ بن شہاب نے رسول اللہ ﷺ کے چہرہ انور پر پتھر مار کر زخمی کیا، عبد اللہ بن قمیہ نے آپ پر تلوار کا وار کیا اور رسول اللہ ﷺ کی زرہ چہرہ میں گھس گئی اور سامنے کے دانت ٹوٹ گئے تو علی رضی اللہ عنہ ڈھال بھر بھر کر پانی لاتے تھے اور فاطمہ رضی اللہ عنہا آپ کے چہرہ مبارک سے خون دھو رہی تھیں۔ پھر جب فاطمہ رضی اللہ عنہانے دیکھا کہ خون پانی سے بھی زیادہ آرہا ہے تو انہوں نے ایک بوریا جلا کر رسول اللہ ﷺ کے زخموں پر لگایا اور اس سے خون رکا۔

اس حدیث میں چونکہ بوریے جلانے کا ذکر ہے اس لیے عنوان میں بھی اسی کو ذکر کر دیا ورنہ محدثین کہتے ہیں کہ کسی بھی چیز کی راکھ ہو، اس میں خصوصیت ہوتی ہے کہ اگر اسے زخم پر لگا دیا جائے تو خون رک جاتا ہے، امام ترمذی رحمہ اللہ نے اس حدیث کا عنوان **التداوی بالرماد** (راکھ سے علاج) قائم کیا ہے۔

۵۳۹۰ عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ السَّاعِدِيِّ، قَالَ: لَمَّا كُسِرَتْ عَلَى رَأْسِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْبَيْضَةُ وَأُدْمِيَ وَجْهُهُ وَكُسِرَتْ رَبَاعِيَتُهُ وَكَانَ عَلِيٌّ يَخْتَلِفُ بِالْمَاءِ فِي الْمِجَنِّ وَجَاءَتْ فَاطِمَةُ تَغْسِلُ، عَنْ وَجْهِهِ الدَّمَ فَلَمَّا رَأَتْ فَاطِمَةُ عَلَيْهَا السَّلَام الدَّمَ يَزِيدُ عَلَى الْمَاءِ كَثْرَةً عَمَدَتْ إِلَى حَصِيرٍ فَأَحْرَقَتْهَا وَأَلْصَقَتْهَا عَلَى جُرْحِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَرَقَأَ الدَّمُ.

ترجمہ: **سہل بن سعد ساعدی رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ جب رسول اللہ ﷺ کے سر پر (احد کے دن) خود ٹوٹ گیا آپ کا مبارک چہرہ خون آلود ہو گیا اور سامنے کے دانت ٹوٹ گئے تو علی رضی اللہ عنہ ڈھال بھر بھر کر پانی**

لاتے تھے اور فاطمہ رضی اللہ عنہا آپ کے چہرہ مبارک سے خون دھو رہی تھیں۔ پھر جب فاطمہ رضی اللہ عنہا نے دیکھا کہ خون پانی سے بھی زیادہ آرہا ہے تو انہوں نے ایک بوریا جلا کر رسول اللہ ﷺ کے زخموں پر لگایا اور اس سے خون رکا۔

1.0 راکھ سے زخم کے علاج کی جدید تحقیق

ایک حالیہ ریسرچ میں راکھ کے استعمال سے خرگوشوں میں زخموں کا جلدی بھرنا (accelerated wound healing process) دیکھا گیا۔ ساتھ ہی یہ بھی محسوس کیا گیا کہ اس میں جراثیم کش (antiseptic) صلاحیت بھی موجود ہے۔[1]

[1]Hamid Zia Shaikh, Shaikh DM, Wood Ash And Charcoal Ash, An Instrument To Skin Tissue Repair In Acute Injury In Rabbit Model, Pak J Physiol 2009;5(1)pp:68-72. Source: http://www.pps.org.pk/PJP/5-1/Hamid.pdf

بَابُ الْحُمَّى مِنْ فَيْحِ جَهَنَّمَ:

باب: بخار دوزخ کے شعلہ سے ہے۔

عنوان کی وضاحت:

بخار جسمِ انسانی کو پیش آنے والی ایک معروف اور عمومی کیفیت ہے، جو تقریباً تمام بیماریوں میں ہو ہی جاتا ہے۔ اس باب میں اس کیفیت کے بارے میں سیرت النبی ﷺ سے راہنمائی لی گئی ہے اور بخار کے بارے میں چار احادیث روایت کی گئی ہیں۔

اس باب کی تقریباً تمام احادیث میں بخار کے بارے میں دو اہم ہدایات دی گئی ہیں:

۱: بخار جہنم کا شعلہ ہے۔ اس سے ظاہری معنی مراد ہوسکتے ہیں کہ بخار کی تپش جہنم کا ایک حصہ ہے تاکہ اس کی تپش کو محسوس کرکے لوگ جہنم کے عذاب کا کچھ اندازہ کرسکیں۔ اسی طرح محاوراتی معنی بھی مراد ہیں کہ بخار کی گرمی جہنم کی تپش کی طرح ہے۔

۲: بخار کو پانی سے ٹھنڈا کرو۔ اس کے بھی دونوں معنی محدثین نے بیان کیے ہیں۔ ظاہری معنی یہی ہیں کہ بخار کے مریض پر پانی ڈال کر اس کی حرارت کو کم کیا جائے۔ جسکی تفصیلات احادیث کی تشریح میں بیان کی گئی ہیں۔ محاوراتی معنی یہ بھی ہیں کہ بخار کے مرض کو پانی کے صدقہ کے ذریعے دور کرو۔ حدیث مبارکہ میں ہے کہ صدقہ رب تعالی کے غصہ کو بجھا دیتا ہے [1]

پہلی حدیث

۵۳۹۱ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: "الْحُمَّى مِنْ فَيْحِ جَهَنَّمَ فَأَطْفِئُوهَا بِالْمَاءِ"، قَالَ نَافِعٌ وَكَانَ عَبْدُ اللهِ يَقُولُ: اكْشِفْ عَنَّا الرِّجْزَ.

---

1 صحيح ابن حبان، محمد بن حبان الدارمي(بيروت، مؤسسة الرسالة،۱۴۱۴ھ)كتاب الزكاة، باب صدقة التطوع، ذِكْرُ إِطْفَاءِ الصَّدَقَةِ غَضَبَ الرَّبِّ الرقم: ۳۳۰۹

ترجمہ: ابن عمر رضی اللہ عنہما نقل کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا "بخار جہنم کی بھاپ میں سے ہے پس اس کی گرمی کو پانی سے بجھاؤ"۔ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کو جب بخار آتا تو یوں دعا کرتے کہ "اللہ! ہم سے اس عذاب کو دور کردے"۔

1.0 بیماری کو برا کہنا؟

اس حدیث میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے بخار کو عذاب سے تعبیر کیا ہے۔ بخار کے تکلیف دہ ہونے میں کوئی شک نہیں، البتہ یہ تکلیف مومن کے حق میں رفع درجات اور گناہوں کی معافی کا ذریعہ بنتی ہے اور کافروں کے لیے انتقام و مصیبت کا باعث ہے۔ اس لیے حضرت عبداللہ بن عمر کے اس جملہ سے سے بخار یا کسی بھی بیمار کے دور کرنے کی دعا تو ثابت ہوتی ہے لیکن کسی بھی بیماری کو برا بھلا کہنے کا جواز نہیں نکالنا چاہیے۔

مومن آدمی کا بیمار ہونا یا اس کو بخار آنا اس کے گناہوں کی بخشش کا ذریعہ ہے حتی کہ مومن آدمی کو اگر کانٹا بھی چبھتا ہے تو اللہ تعالی اس کی وجہ سے اپنے بندے کے گناہوں کو معاف فرما دیتے ہیں اور صحیح حدیث کے مطابق رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ بخار کی وجہ سے بھی اللہ تعالی مومن بندے کے گناہوں کو معاف کرتے ہیں اور اس کے درجات کو بلند فرماتے ہیں۔ اس لیے تلخی یا شدت بخار میں بخار کو ہرگز گالی نہیں دینی چاہیے۔ گالی تو در کنار معمولی برا بھلا بھی نہیں کہنا چاہیے۔

رسول اللہ ﷺ ام سائب رضی اللہ عنہا کے گھر گئے آپ ﷺ نے فرمایا اے ام سائب تم کانپ کیوں رہی ہو؟ وہ کہنے لگی بخار ہے، اللہ اس میں برکت نہ کرے۔ تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ بخار کو گالی مت دے بلاشبہ بخار بنو آدم کے گناہوں کو اس طرح ختم کر دیتا ہے جس طرح بھٹی لوہے کے زنگ کو ختم کر دیتی ہے۔[1]

مقام غور ہے کہ لَا بَارَكَ اللهُ فِيهَا (اللہ اس میں برکت نہ کرے) یہ کوئی بیہودہ گوئی یا گالی نہیں تھی لیکن اس کے باوجود رسول اللہ ﷺ نے اس کو گالی سے تعبیر فرمایا اور سختی سے منع فرمادیا۔ ہماری یہ ایمان کی کمزوری

---

[1] الصحیح لمسلم، محولہ سابقا، کتاب البر والصلة والآداب، باب ثواب المؤمن فيما يصيبه من، الرقم: ٢٥٧٥

ہے کہ ہم بیماری میں بہت کچھ کہہ جاتے ہیں، گلے شکوے اور مرض کو برا بھلا کہنا ہماری عادت بن چکی ہے۔ جو کہ رسول اللہ ﷺ کے ارشادات اور فرامین کے سراسر خلاف ہے۔ دیگر بیماریاں جسم کے ایک یا دو حصوں تک محدود رہتی ہیں جبکہ بخار سر سے پاؤں تک ہر رگ میں اثر کرتا ہے، لہٰذا یہ سارے جسم کی خطاؤں اور گناہوں کو معاف کرائے گا۔[1]

حضرتِ سیدنا ابی بن کَعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے عرض کی: "یا رسول اللہ عزوجل و صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہ وسلم! بخار کا ثواب کیا ہے؟" ارشاد فرمایا: "جب تک بخار میں مبتلا شخص کے قدم میں درد رہتا ہے اور اس کی رگ پھڑکتی رہتی ہے اسے اسکے عوض نیکیاں ملتی رہتی ہیں۔" تو حضرتِ سیدنا ابی بن کَعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دعا کی: "اے اللہ عزوجل! میں تجھ سے ایسے بخار کا سوال کرتا ہوں جو مجھے تیری راہ میں جہاد کرنے، تیرے گھر اور تیرے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہ وسلم کی مسجد شریف کی طرف جانے سے نہ روکے۔" اس کے بعد حضرتِ سیدنا ابی بن کَعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو روزانہ شام کے وقت بخار ہو جایا کرتا تھا۔[2]

دوسری حدیث

۵۳۹۲ أَنَّ أَسْمَاءَ بِنْتَ أَبِي بَكْرٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا كَانَتْ إِذَا أُتِيَتْ بِالْمَرْأَةِ قَدْ حُمَّتْ تَدْعُو لَهَا أَخَذَتِ الْمَاءَ فَصَبَّتْهُ بَيْنَهَا وَبَيْنَ جَيْبِهَا، قَالَتْ: "وَكَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: يَأْمُرُنَا أَنْ نَبْرُدَهَا بِالْمَاءِ."

ترجمہ: حضرت اسماء بنت ابی بکر صدیق رضی اللہ عنہما کے ہاں جب کوئی بخار میں مبتلا عورت لائی جاتی تھی تو وہ اس کے لیے دعا کرتیں اور اس کے گریبان میں پانی ڈالتیں وہ بیان کرتی تھیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ہمیں حکم دیا تھا کہ بخار کو پانی سے ٹھنڈا کریں۔

---

1 كشف المشكل من حديث الصحيحين ،عبد الرحمن ابن الجوزي(رياض،دار الوطن للنشر) ،كشف المشكل من مسند جابر بن عبد الله بن عمرو الأنصاري، الحديث التاسع والتسعين، الرقم: ۱۷۰۵۱۴۰۸

2 مجمع الزوائد ومنبع الفوائد ،محوله سابقا، كتاب الجنائز، باب في الحمى:۳۵/۳

تیسری حدیث

۵۳۹۳ عَنْ عَائِشَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: "الْحُمَّى مِنْ فَيْحِ جَهَنَّمَ فَابْرُدُوهَا بِالْمَاءِ."

ترجمہ: عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا "بخار جہنم کی بھاپ میں سے ہے اس لیے اسے پانی سے ٹھنڈا کرو"۔

چوتھی حدیث

۵۳۹۴ عَنْ رَافِعِ بْنِ خَدِيجٍ، قَالَ: سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: "الْحُمَّى مِنْ فَوْحِ جَهَنَّمَ فَابْرُدُوهَا بِالْمَاءِ."

ترجمہ: حضرت رافع بن خدیج فرماتے ہیں کہ میں نے نبی کریم ﷺ سے سنا "بخار جہنم کی بھاپ میں سے ہے پس اسے پانی سے ٹھنڈا کر لیا کرو"۔

2.0 بخار کو ٹھنڈا کرنے کا مسنون طریقہ

ان آخری تینوں احادیث میں بخار کو پانی سے ٹھنڈا کرنے کی ہدایت دی گئی ہے۔ کسی خاص پانی کی کوئی قید نہیں لگائی گئی ہے۔ لیکن بعض روایات میں ماءِ زم زم کا بھی ذکر ہے۔ اہلِ مکہ کے لیے تو یہی بہتر ہے کہ آبِ زم زم استعمال کریں کیونکہ انہیں ہر وقت میسر ہے لیکن باقی لوگوں کے لیے عام پانی بھی مفید ہے۔

اس ٹھنڈک لینے کا ایک طریقہ حضرت اسماء رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے کہ وہ بخار زدہ کے سینے پر پانی چھڑک دیا کرتی تھیں۔ امام ترمذی رحمہ اللہ نے حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ کی روایت سے ایک دوسرا طریقہ بھی نقل کیا ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ بخار زدہ شخص صبح نماز کے بعد اور طلوعِ شمس سے پہلے کسی نہر میں اتر جائے اور جس طرف پانی بہ کر آرہا ہے ادھر چہرہ اور سینہ کر دے اور بِسْمِ اللهِ اللّٰهُمَّ اشْفِ عَبْدَكَ وَصَدِّقْ رَسُولَكَ کہ کر اس

میں تین ڈبکیاں لگائے۔ تین دن یہ عمل دہرائے، ٹھیک ہو جائے، ورنہ پانچ دن، پھر سات دن پھر نو دن یہی عمل دہرائے ان شاء اللہ تعالیٰ ٹھیک ہو جائے گا۔[1]

2.1 طبِ نبوی پر عمل ڈاکٹرز کی نگرانی میں:

یہاں ایک سوال ہو سکتا ہے کہ بخار کی بعض قسموں میں ٹھنڈا پانی استعمال کرنا مفید نہیں ہے، خاص کر سردی لگنے سے جو بخار ہوتا ہے اس میں تو پانی کا استعمال ہی نقصان دہ ہوتا ہے، پھر طبِ نبوی کے اس نسخہ پر کیسے عمل کیا جائے؟

اس کا جواب طبِ نبوی کے ایک اہم اصول کی تفہیم پر مبنی ہے، دراصل نبی کریم ﷺ سے جس قدر طبی علاج یا جسمانی صحت کی ہدایات منقول ہیں وہ جسمِ انسانی کے معتبر اور بنیادی اصولوں کے عین مطابق ہیں۔ ان طبی قوانین پر دسترس حاصل کیے بغیر محض علاج معالجہ کی احادیث پر عمل یقینی فوائد کا ذریعہ نہیں ہے بلکہ کسی جسمانی نقصان یا بیماری کا ذریعہ بھی بن سکتا ہے۔

اس اصول کی مثال یہی بخار کی حدیث ہے کہ اس میں بظاہر ہر بخار زدہ کو پانی سے نہانے کا حکم دیا گیا ہے، لیکن حدیث کا کامل علم رکھنے والے محدثین رحمہم اللہ اسے بخار کی ان قسموں سے متعلق قرار دیتے ہیں جن میں پانی سے جسم کو ٹھنڈا کرنا طبی لحاظ سے مفید ہے، جو عموماً گرمی اور گرم لو لگنے سے ہوتے ہیں۔ حجازِ مقدس گرم علاقہ ہے، وہاں کے لوگوں کو عموماً اس قسم کا ہی بخار ہوتا تھا، اسلیے نبی کریم ﷺ نے بخار کے بارے میں عمومی طور پر نہانے کی تلقین کی۔[2] گرمی کے حملے سے جسم کا درجہ حرارت اگر بڑھ جائے (Heat illness/Heat stroke) تو جدید طبی سائنس میں بھی اس کا علاج ٹھنڈک پہنچانے سے کیا جاتا ہے۔[3]

---

1 سنن الترمذی، محولہ سابقا، کتاب الطب، باب، الرقم:۲۰۸۴

2 فتح الباری، کتاب الطب ،محولہ سابقا، بَابُ الْحُمَّى مِنْ فَيْحِ جَهَنَّمَ: ۱۷۶/۱۰

3 Erik D Schraga, Cooling Techniques for Hyperthermia, Source: https://emedicine.medscape.com/article/149546-overview

اس مثال سے یہ اصولی تعلیم سامنے آئی کہ طبِ نبوی کی کسی بھی تعلیم پر عمل کرنے سے پہلے ماہرینِ طب سے مشورہ ضرور کرلیا جائے کیونکہ وہ اس طبی سنت کا صحیح طریقہ اور مصداق بتاسکتے ہیں۔ نیز مسلم معالجین کی بھی ذمہ داری ہے کہ وہ ان نبوی ارشادات پر ریسرچ کرکے ان کے برمحل اور حقیقی طریقہ کار کی نشاندہی کریں۔

بَابُ مَنْ خَرَجَ مِنْ أَرْضٍ لاَ تُلاَئِمُهُ:

باب: ناموافق آب وہوا سے نکلنا

عنوان کی وضاحت:

اگلے ابواب میں احادیث میں طاعون زدہ علاقوں سے نقل مکانی کی ممانعت آرہی ہے۔ اس سے مراد وہ علاقے ہیں جن کی آب وہوا عموماً اچھی ہوتی ہے لیکن کبھی وہاں پر وبائی مرض پھیل پڑے۔ لیکن بعض مقامات کی فضا ہمیشہ سے ہی غیر معتدل ہوتی ہے، کم کم ہی کسی کو موافق آتی ہے یا آب وہوا تو مناسب ہی ہوتی ہے لیکن بعض طبیعتوں کو وہ راس نہیں آتیں، دونوں صورتوں میں آب وہوا کی تبدیلی شرعاً منع نہیں ہے۔

امام بخاری رحمہ اللہ کا مقصود اس عنوان سے یہی ہے کہ اگر کسی زمین اور علاقہ کی آب وہوا انسان کو موافق نہ آئے تو اسے چھوڑ کر کہیں اور جا سکتا ہے۔ آپ نے واقعہ عرینیین سے اس کو ثابت کیا ہے کہ وہ لوگ مدینہ منورہ آئے اور یہاں کے موسمی کیفیت ان کی طبیعت کو راس نہ آئی، بیمار ہوگئے تو انہیں نبی کریم صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نے مدینہ منور سے باہر ایک مقام کی طرف منتقل ہونے کی ہدایت کی۔ اس واقعہ کی تفصیلات اسی کتاب الطب میں گزر چکی ہیں۔

اس حدیث نے یہ درمیانی راہ تعلیم دی ہے کہ انسان کو نہ تو اتنا کمزور اعتقاد والا ہونا چاہیے کہ اگر مناسب آب وہوا کے مقام میں اتفاقاً کوئی وبائی مرض آجائے تو وہاں سے بھاگ پڑے اور نہ اتنا جامد ہونا چاہیے کہ بود وباش ہی ایسے ملک میں رکھے جہاں کی آب وہوا ان کو راس ہی نہ آتی ہو۔۔ اس عالم اسباب میں اعتدال کی راہ درمیان کی ہے کہ نہ خراب آب وہوا میں بود وباش رکھی جائے اور نہ اتفاقی وباء سے ڈر کر بھاگ نکلا جائے۔

حضرت فروہ بن مسیک رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ سے دریافت کیا کہ یارسول اللہ ہماری ایک زمین ہے۔ جس کا نام اَبْیَنَ ہے۔ ہمارے کھانے پینے اور کھیتی کی جگہ وہی ہے لیکن وہاں کی آب وہوا بہت خراب ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا اس کو چھوڑدو کیونکہ ایسی جگہ بودوباش رکھنے سے جان کا نقصان ہوتا ہے۔ [1]

۵۳۹۵ حَدَّثَ حَدَّثَنَا قَتَادَةُ، أَنَّ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ حَدَّثَهُمْ، "أَنَّ نَاسًا أَوْ رِجَالًا مِنْ عُكْلٍ وعُرَيْنَةَ قَدِمُوا عَلَى رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَتَكَلَّمُوا بِالْإِسْلَامِ، وَقَالُوا: يَا نَبِيَّ اللهِ إِنَّا كُنَّا أَهْلَ ضَرْعٍ وَلَمْ نَكُنْ أَهْلَ رِيفٍ، وَاسْتَوْخَمُوا الْمَدِينَةَ فَأَمَرَ لَهُمْ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِذَوْدٍ وَبِرَاعٍ، وَأَمَرَهُمْ أَنْ يَخْرُجُوا فِيهِ فَيَشْرَبُوا مِنْ أَلْبَانِهَا، وَأَبْوَالِهَا، فَانْطَلَقُوا حَتَّى كَانُوا نَاحِيَةَ الْحَرَّةِ، كَفَرُوا بَعْدَ إِسْلَامِهِمْ وَقَتَلُوا رَاعِيَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَاسْتَاقُوا الذَّوْدَ، فَبَلَغَ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: فَبَعَثَ الطَّلَبَ فِي آثَارِهِمْ، وَأَمَرَ بِهِمْ، فَسَمَرُوا أَعْيُنَهُمْ، وَقَطَعُوا أَيْدِيَهُمْ، وَتُرِكُوا فِي نَاحِيَةِ الْحَرَّةِ حَتَّى مَاتُوا عَلَى حَالِهِمْ.

ترجمہ: قتادہ روایت کرتے ہیں کہ ان سے انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ قبیلہ عکل اور عرینہ کے کچھ لوگ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اسلام کے بارے میں گفتگو کی۔ انہوں نے کہا کہ اے اللہ کے نبی! ہم مویشی والے لوگ ہیں، (اہل مدینہ کی طرح) کاشتکار نہیں ہیں۔ مدینہ کی آب وہوا انہیں موافق نہیں آئی تھی، چنانچہ نبی کریم ﷺ نے ان کے لیے چند اونٹوں اور ایک چرواہے کا حکم دیا اور آپ ﷺ نے فرمایا کہ وہ لوگ ان اونٹوں کے ساتھ باہر چلے جائیں اور ان کا دودھ اور پیشاب پئیں۔ وہ لوگ چلے گئے لیکن حرہ کے نزدیک پہنچ کر وہ اسلام سے مرتد ہوگئے اور نبی کریم ﷺ کے چرواہے کو قتل کر ڈالا اور اونٹوں کو لے کر بھاگ پڑے۔ جب نبی کریم ﷺ کو اس کی خبر ملی تو آپ نے ان کی تلاش میں آدمی دوڑائے پھر آپ نے ان کے متعلق حکم دیا اور ان کی آنکھوں میں سلائی پھیر دی گئی، ان کے ہاتھ کاٹ دیئے گئے اور حرہ کے کنارے انہیں چھوڑ دیا گیا، وہ اسی حالت میں مر گئے۔

---

1 سنن أبي داود، محوله سابقا، كتاب الطب، باب فِي الطِّيَرَةِ، الرقم: ٢٩٢٣

بَابُ مَا يُذْكَرُ فِي الطَّاعُونِ:

باب: طاعون (plague) کے بارے میں روایت

عنوان کی وضاحت:

یہ باب طاعون کے مرض اور اسکے نبوی علاج کے بارے میں ہے۔

پہلی حدیث

۵۳۹۶ سَمِعْتُ أُسَامَةَ بْنَ زَيْدٍ، يُحَدِّثُ سَعْدًا، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ قَالَ: "إِذَا سَمِعْتُمْ بِالطَّاعُونِ بِأَرْضٍ فَلاَ تَدْخُلُوهَا، وَإِذَا وَقَعَ بِأَرْضٍ وَأَنْتُمْ بِهَا فَلاَ تَخْرُجُوا مِنْهَا"، فَقُلْتُ: أَنْتَ سَمِعْتَهُ يُحَدِّثُ سَعْدًا وَلاَ يُنْكِرُهُ؟، قَالَ: نَعَمْ.

ترجمہ: سعد رضی اللہ عنہ بیان کرتے تھے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ جب تم سن لو کہ کسی جگہ طاعون کی وبا پھیل رہی ہے تو وہاں مت جاؤ اور اگر کسی جگہ یہ وبا پھوٹ پڑے اور تم وہیں موجود ہو تو اس جگہ سے نکلو بھی مت۔

1.0 طاعون کا نبوی علاج

طاعون (plague) ایک متعدی مرض ہے جو ایک امعائیہ (enterobacteria) جراثیم ، یرسنیہ طاعونی (Yersinia pestis) کی وجہ سے پیدا ہوتی ہے۔ گو کہ اسکے انسان میں نمودار ہونے کے واقعات دیگر متعدی بیماریوں کی نسبت کم ہوتے ہیں اور اسکا علاج بھی ممکن ہے لیکن اسکے باوجود یہ متعدی بیماریوں میں انتہائی خطرناک شمار کی جانے والی ایک بیماری ہے۔[1]

[1] 31 October 2017 http://www.who.int/mediacentre/factsheets/fs267/en/

احادیثِ نبویہ میں اس خطرناک بیماری کے خاتمے کی ایک اہم تدبیر بیان کی کہ متاثرہ علاقے سے آمد و رفت ختم کیا جائے۔ یہ تدبیر صرف طاعون ہی نہیں، بلکہ ہر متعدی مرض کے لیے کارگر ہے۔ ڈاکٹر خالد غزنوی صاحب اس سلسلے میں اپنا ذاتی تجربہ بیان کرتے ہیں:

"یہ اصول اتنا جامع مکمل اور مفید ہے کہ اس پر عمل کرکے ہر وباء ختم کی جاسکتی ہے۔ 1890ء میں ہانگ کانگ میں بیماری ہوئی جہاز رانوں اور دوسرے مسافروں کے ذریعہ یہ وباء آس پاس کے علاقوں میں چین اور 1895ء میں ہندوستان تک پھیل گئی۔ 1994ء میں بھارت میں پھیلنے والی وباء کے دوران پاکستانیوں کو بھارت جانے سے روک دیا گیا اور بھارت سے کسی شخص کو پاکستان میں آنے نہ دیا گیا اور اس طرح بھارت کی وباء پاکستان میں داخل نہ ہو سکی۔

1976ء میں پاکستان سے چیچک کا خاتمہ ہو گیا تھا۔ اس بیماری کو ختم کرنے کی ذمہ داری اس خاکسار پر تھی۔ بات یوں بنی کہ ہر مریض کا پتہ چلا لیا گیا۔ جب مریض ہمارے علم میں تھا تو اس کی بیماری کو دوسروں تک جانے سے روکنے کی ترکیب آسان تھی۔ مریض کے گھر کے کسی فرد کو باہر نہ جانے دیا گیا اور باہر سے کسی کو اندر آنے نہ دیا گیا۔ مریض سے تعلق میں آنے والے ہر شخص کو خواہ وہ گھر سے تھا یا باہر سے ٹیکہ لگا دیا گیا۔ مریض کے گھر کے آس پاس 50-50 گھروں تک ہر شخص کو ٹیکہ لگا دیا گیا۔ چاہ میراں میں چیچک سے مرنے والے ایک شخص کے جنازہ میں ہم لوگ شریک ہوئے۔ میت کو غسل دینے والے قبر میں اتارنے والوں اور نمازہ جنازہ پڑھانے والے مولوی صاحب سمیت ہر شخص کو ٹیکہ لگا دیا گیا۔ میت کے عزیزوں سے ایک نوجوان ضد میں آگیا۔ وہ ٹیکہ لگوانے سے انکاری تھا۔ اسے سمجھایا گیا کہ وہ چیچک میں مبتلا ہو سکتا ہے لیکن وہ اپنے انکار پر مصر رہا۔ 20 دن بعد اسے چیچک نکلی اور وفات پا گیا۔ چیچک کی ایک مریضہ ہماری تلاش سے گھبرا کر گود میں اپنی بچی کو لے کر لاہور سے بس میں فیصل آباد چلی گئی۔ اس نے بس میں اپنے پاس بیٹھے ہوئے دو بچوں کو چیچک کی بیماری منتقل کی۔

ان مشاہدات سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ متعدی بیماریوں کے کنٹرول میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمودہ طریقہ کتنا صحیح اور مفید ہے۔[1]

دوسری حدیث

۵۳۹۸ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَبَّاسٍ: أَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ خَرَجَ إِلَى الشَّامِ حَتَّى إِذَا كَانَ بِسَرْغَ لَقِيَهُ أُمَرَاءُ الْأَجْنَادِ، أَبُو عُبَيْدَةَ بْنُ الْجَرَّاحِ، وَأَصْحَابُهُ، فَأَخْبَرُوهُ أَنَّ الْوَبَاءَ قَدْ وَقَعَ بِأَرْضِ الشَّأْمِ، قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ: فَقَالَ عُمَرُ: ادْعُ لِي الْمُهَاجِرِينَ الْأَوَّلِينَ، فَدَعَاهُمْ فَاسْتَشَارَهُمْ، وَأَخْبَرَهُمْ أَنَّ الْوَبَاءَ قَدْ وَقَعَ بِالشَّأْمِ، فَاخْتَلَفُوا، فَقَالَ بَعْضُهُمْ: قَدْ خَرَجْتَ لِأَمْرٍ وَلَا نَرَى أَنْ تَرْجِعَ عَنْهُ، وَقَالَ بَعْضُهُمْ: مَعَكَ بَقِيَّةُ النَّاسِ وَأَصْحَابُ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَلَا نَرَى أَنْ تُقْدِمَهُمْ عَلَى هَذَا الْوَبَاءِ، فَقَالَ: ارْتَفِعُوا عَنِّي، ثُمَّ قَالَ: ادْعُوا لِي الْأَنْصَارَ فَدَعَوْتُهُمْ فَاسْتَشَارَهُمْ، فَسَلَكُوا سَبِيلَ الْمُهَاجِرِينَ، وَاخْتَلَفُوا كَاخْتِلَافِهِمْ، فَقَالَ: ارْتَفِعُوا عَنِّي، ثُمَّ قَالَ: ادْعُ لِي مَنْ كَانَ هَا هُنَا مِنْ مَشْيَخَةِ قُرَيْشٍ مِنْ مُهَاجِرَةِ الْفَتْحِ، فَدَعَوْتُهُمْ فَلَمْ يَخْتَلِفْ مِنْهُمْ عَلَيْهِ رَجُلَانِ، فَقَالُوا: نَرَى أَنْ تَرْجِعَ بِالنَّاسِ وَلَا تُقْدِمَهُمْ عَلَى هَذَا الْوَبَاءِ، فَنَادَى عُمَرُ فِي النَّاسِ، إِنِّي مُصَبِّحٌ عَلَى ظَهْرٍ فَأَصْبِحُوا عَلَيْهِ، قَالَ أَبُو عُبَيْدَةَ بْنُ الْجَرَّاحِ: أَفِرَارًا مِنْ قَدَرِ اللهِ ! فَقَالَ عُمَرُ: لَوْ غَيْرُكَ قَالَهَا يَا أَبَا عُبَيْدَةَ: نَعَمْ، نَفِرُّ مِنْ قَدَرِ اللهِ إِلَى قَدَرِ اللهِ، أَرَأَيْتَ لَوْ كَانَ لَكَ إِبِلٌ هَبَطَتْ وَادِيًا لَهُ عُدْوَتَانِ إِحْدَاهُمَا خَصِبَةٌ وَالْأُخْرَى جَدْبَةٌ، أَلَيْسَ إِنْ رَعَيْتَ الْخَصْبَةَ رَعَيْتَهَا بِقَدَرِ اللهِ وَإِنْ رَعَيْتَ الْجَدْبَةَ رَعَيْتَهَا بِقَدَرِ اللهِ، قَالَ: فَجَاءَ عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ عَوْفٍ وَكَانَ مُتَغَيِّبًا فِي بَعْضِ حَاجَتِهِ، فَقَالَ: إِنَّ عِنْدِي فِي هَذَا عِلْمًا: سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، يَقُولُ: إِذَا سَمِعْتُمْ بِهِ بِأَرْضٍ فَلَا تَقْدَمُوا عَلَيْهِ، وَإِذَا وَقَعَ بِأَرْضٍ وَأَنْتُمْ بِهَا فَلَا تَخْرُجُوا فِرَارًا مِنْهُ، قَالَ: فَحَمِدَ اللهَ عُمَرُ، ثُمَّ انْصَرَفَ.

ترجمہ: حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما واقعہ بیان کرتے ہیں کہ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ شام تشریف لے جا رہے تھے۔ جب آپ مقام سرغ پر پہنچے تو آپ کی ملاقات فوج کے امیر ابو عبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ اور آپ کے ساتھیوں سے ہوئی۔ ان لوگوں نے امیر المؤمنین کو بتایا کہ طاعون کی وبا شام میں پھوٹ پڑی ہے۔ اس پر

---

1 سائنس کی بیماریاں اور علاج نبوی، خالد غزنوی (لاہور، الفیصل ناشران ۲۰۱۲)، طاعون (مہاماری): ۳۷۰

عمر رضی اللہ عنہ نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے کہا کہ میرے پاس مہاجرین اولین کو بلا لاؤ۔ آپ انہیں بلا لائے تو عمر رضی اللہ عنہ نے ان سے مشورہ کیا اور انہیں بتایا کہ شام میں طاعون کی وبا پھوٹ پڑی ہے۔ مہاجرین کی آراء مختلف ہو گئیں۔ بعض نے کہا کہ آپ ایک اہم مقصد سے نکلے ہیں، راستے سے واپس لوٹ جانا مناسب نہیں ہے۔ بعض لوگوں نے کہا کہ صحابہ رسول اللہ ﷺ کے ساتھیوں کی باقی ماندہ جماعت آپ کے ساتھ ہے اور یہ مناسب نہیں ہے کہ آپ انہیں اس وبا میں ڈال دیں۔ عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ اچھا اب آپ لوگ تشریف لے جائیں پھر فرمایا کہ انصار کو بلاؤ۔ میں انصار کو بلا کر لایا آپ نے ان سے بھی مشورہ کیا اور انہوں نے بھی مہاجرین کی طرح اختلاف کیا کوئی کہنے لگا چلو، کوئی کہنے لگا لوٹ جاؤ۔ امیر المؤمنین نے فرمایا کہ اب آپ لوگ بھی تشریف لے جائیں پھر فرمایا کہ یہاں پر جو قریش کے بڑے بوڑھے ہیں جو فتح مکہ کے وقت اسلام قبول کر کے مدینہ آئے تھے انہیں بلا لاؤ، چنانچہ انہیں بلا کر لایا گیا۔ ان لوگوں میں کوئی اختلاف رائے پیدا نہیں ہوا سب نے کہا کہ ہمارا خیال ہے کہ آپ لوگوں کو ساتھ لے کر واپس لوٹ چلیں اور وبائی ملک میں لوگوں کو نہ لے کر جائیں۔ یہ سنتے ہی عمر رضی اللہ عنہ نے لوگوں میں اعلان کر دیا کہ میں صبح کو اونٹ پر سوار ہو کر واپس مدینہ منورہ لوٹ جاؤں گا تم لوگ بھی واپس چلو۔ صبح کو ایسا ہی ہوا۔ ابو عبیدہ ابن جراح رضی اللہ عنہ نے کہا کیا اللہ کی تقدیر سے فرار اختیار کیا جائے گا۔ عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: کاش! یہ بات کسی اور نے کہی ہوتی! ہاں ہم اللہ کی تقدیر سے فرار اختیار کر رہے ہیں، لیکن اللہ ہی کی تقدیر کی طرف۔ کیا تمہارے پاس اونٹ ہوں اور تم انہیں لے کر کسی ایسی وادی میں جاؤ جس کے دو کنارے ہوں ایک سر سبز شاداب اور دوسرا خشک۔ کیا یہ حقیقت نہیں کہ اگر تم اپنے اونٹوں کو سر سبز کنارے پر چراؤ گے تو وہ بھی اللہ کی تقدیر سے ہو گا۔ اور خشک کنارے پر چراؤ گے تو وہ بھی اللہ کی تقدیر سے ہی ہو گا۔ اس موقع پر عبد الرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ آ گئے، وہ اپنی کسی ضرورت کی وجہ سے اس وقت موجود نہیں تھے انہوں نے بتایا کہ میرے پاس مسئلہ سے متعلق ایک علم ہے۔ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے آپ ﷺ نے فرمایا کہ جب تم کسی سر زمین میں (وبا کے متعلق) سنو تو وہاں نہ جاؤ اور جب ایسی جگہ وبا آ جائے جہاں تم خود موجود ہو تو وہاں سے فرار کرتے ہوئے مت نکلو۔ اس پر عمر رضی اللہ عنہ نے اللہ تعالیٰ کی حمد کی اور پھر واپس ہو گئے۔

2.0 طاعون زدہ علاقے سے نکلنے کی شرعی حیثیت:

اس حدیث میں عہدِ فاروقی کا ایک اہم واقعہ بیان کیا گیا ہے۔ سن اٹھارہ ہجری کے محرم اور صفر میں بلادِ شام میں طاعون پھیلا تھا اور کثیر تعداد میں صحابہ کرام کی شہادت کا ذریعہ بن گیا تھا۔ اسی خونی بلا سے متاثرہ علاقے میں جانے یا نہ جانے کے بارے میں امیر المؤمنین عمر رضی اللہ عنہ نے مشورے کیے اور انہیں یہ حدیث سنائی گئی کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ جب تم کسی سرزمین میں (وبا کے متعلق) سنو تو وہاں نہ جاؤ اور جب ایسی جگہ وبا آجائے جہاں تم خود موجود ہو تو وہاں سے مت نکلو۔

طاعون زدہ علاقے سے آدمی نکل سکتا ہے یا نہیں؟ اس میں علماء کے کئی اقوال ہیں لیکن درحقیقت اس کی تین صورتیں نکل سکتی ہیں:

۱: کوئی آدمی طاعون سے فرار کے ارادے سے نکلتا ہے کہ اس طرح وہ وبا سے بچ جائے گا، تو یہ صورت ناجائز ہے کیونکہ یہ اللہ کی تقدیر سے فرار ہے اور اس حدیث کی وعید میں داخل ہے جس میں نبی کریم ﷺ سے پوچھا کہ طاعون کیا ہے؟ تو آپ نے فرمایا:

« غُدَّةٌ كَغُدَّةِ الْبَعِيرِ الْمُقِيمُ بِهَا كَالشَّهِيدِ وَالْفَارُّ مِنْهَا كَالْفَارِّ مِنَ الزَّحْفِ »

ترجمہ: یہ اونٹ کی گلٹی کی طرح جسم میں ظاہر ہونے والی گلٹی ہے، جو شخص اس وبا میں مقیم رہے وہ شہید کے برابر اجر پائے گا۔ جو بھاگے گا وہ میدانِ جہاد سے بھاگنے والے شخص کی طرح (مجرم) ہو گا۔[1]

۲: ایک آدمی کی فرار کی نیت سے نہیں بلکہ اپنے کسی دوسرے مقصد اور ضرورت کے لیے ایسے علاقے سے جارہا ہے، مثلاً ایک آدمی پہلے ہی سے سفر کی تیاری کر رہا تھا اور ابھی نکلنے والا تھا کہ اتنے میں طاعون کی وبا پھیل گئی تو اس کے لیے نکلنا جائز ہے کیونکہ وہ فرار کی راہ اختیار نہیں کر رہا ہے۔

---

1 مسند أحمد بن حنبل، محوله سابقا، حديث السيدة عائشة، الرقم: ٢٥٦٣١

۳: تیسری صورت یہ ہے کہ وہاں سے باہر جانے کی حاجت اور ضرورت بھی ہو اور ساتھ ساتھ وبا سے بچ جانے کا بھی خیال ہے۔ اس تیسری صورت میں چونکہ صرف طاعون سے فرار نہیں بلکہ دوسرا مقصد بھی ہے اس لیے بعض علمائے کرام نے اسے جائز قرار دیا ہے، چنانچہ تاریخی رویات میں آتا ہے کہ اسی طاعون کے زمانے میں حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ کو اس طاعون سے بچانے کے لیے خط لکھا کہ آپ سے مجھے ضروری کام ہے، اس لیے میرا خط ملتے ہی میرے پاس آجائیں۔ حضرت ابو عبیدہ سمجھ گئے کہ یہ مجھے بلانے کا ایک بہانہ ہے اور جواب لکھا کہ آپ کو مجھ سے کیا کام ہے؟ میں مسلمانوں کے لشکر میں ہوں، انہیں چھوڑ کر آنے کی خواہش میرے دل میں نہیں۔ چنانچہ بعد میں اسی طاعونِ عمواس میں شہید ہوگئے۔ حضرت علامہ ابنِ حجر فرماتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے نکلنے کی ممانعت کی حدیث سن رکھی تھی، لیکن ان کی تحقیق کے مطابق یہ حدیث صرف اس شخص کے لیے تھی جو صرف بھاگنے کی نیت سے باہر جارہا ہو، لیکن اگر کسی دوسری ضرورت بھی ساتھ ہو تو کوئی گناہ نہیں، جیسا کہ انہیں حضرت ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ کی ضرورت تھی۔[1]

2.1 متاثرہ علاقے میں آمدورفت کی جائز صورتیں:

تفصیلِ بالا سے معلوم ہوا کہ طاعون زدہ علاقے میں آمدورفت کی ممانعت کا تعلق قلبی کی کیفیت سے ہے کہ کہیں یہ قدم کمزور ایمان کے باعث تو نہیں اٹھائے جارہے ہیں، اللہ کے فیصلے اور آزمائش سے فرار کے راستے تو نہیں ڈھونڈے جارہے۔ اس لیے اگر فرار کی صورت نہیں تو یہ آمدورفت جائز ہے جیسے:

ا۔ اگر کسی شخص کا عقیدہ اپنی جگہ پختہ ہے کہ یہاں سے دوسری جگہ چلا جانا مجھے موت سے نجات نہیں دے سکتا۔ اگر موت کا وقت آگیا ہے تو جہاں جاؤں گا موت لازمی ہے اور وقت نہیں آیا تو یہاں رہنے سے بھی موت نہ آئے گی، یہ عقیدہ پختہ رکھتے ہوئے یہاں سے چلا جائے تو وہ بھی ممانعت سے مستثنیٰ ہے۔[2]

---

1 فتح البارى، محوله سابقا، كتاب الطب، بَابُ مَا يُذْكَرُ فِي الطَّاعُونِ: ١٠/١٧٦

2 معارف القرآن، محولہ سابقہ، :۵۹۹/۱، سورۃ البقرۃ، آیت نمبر: ۲۴۳

۲۔ باہر سے کسی ضرورت سے آئے ہوئے لوگ جن کا کام ختم ہو چکا ہے، اگر ان لوگوں نے اس طاعون زدہ مقام کو اپنا وطن اقامت نہیں بنایا تھا تو انہیں نکلنے کی اجازت ہوگی، اس لئے کہ ممانعت کا تعلق مقیمین سے ہے نہ کہ مسافروں سے۔[1]

اسی طرح طاعون زدہ علاقے میں داخل ہونے کی ممانعت بھی اسی وجہ سے ہے کہ اگرچہ متعدی امراض کا لگنا یقینی نہیں لیکن خطرے سے بچاؤ بھی مسنون ہے۔ تاہم انفرادی نقصان کے مقابلے میں اجتماعی مفاد کو ترجیح ہوتی ہے لہٰذا معالجین، اطباء ڈاکٹر صاحبان اور رفاعی اداروں کے کارکنوں کو وبائی علاقوں میں جانے سے نہیں روکا جائے گا بلکہ ان کا ایسے علاقوں میں جانا انتہائی لائق اجر اور قابل ثواب ہے کہ وہ اپنی جان کو خطرے میں ڈال کر دوسروں کی جان بچانے کے لیے تگ ودو کر رہے ہیں۔

3.0 ایبولا وائرس (Ebola Virus) سے متاثرہ علاقے سے باہر جانا

سوال: میں ایک ایسے ملک میں چھٹیاں گزارنے اور اپنی فیملی سے ملنے گیا تھا جہاں ایبولا وائرس پھیلا ہوا ہے، مجھے وہاں جاتے ہوئے یہ علم تھا کہ جہاں طاعون پھیلا ہو وہاں سے باہر نکلنا یا وہاں داخل ہونا جائز نہیں ہے، لیکن میں نے وہاں جانے سے پھر بھی گریز نہیں کیا؛ کیونکہ مجھے معلوم تھا کہ وہاں سے باہر آتے ہوئے مسافروں کا طبی معائنہ کر کے یہ تسلی کر لی جاتی ہے کہ متعلقہ مسافر اس بیماری سے متاثرین میں شامل نہیں ہے۔

میری چھٹیاں ختم ہونے کے ساتھ ہی میرے مینیجر کی جانب سے دباؤ ہے کہ میں ملازمت پر واپس آجاؤں، حالانکہ ابھی تک یہ مرض پھیلا ہوا ہے، ہمارے علاقے میں ابھی تک اس پر قابو نہیں پایا گیا، تو کیا ایسی صورت میں میرے لیے اس علاقے سے باہر جانا جائز ہے؟ یا میں ملازمت پر نہ جاؤں اور اس مرض پر مکمل قابو پائے جانے کا اعلان ہونے تک یہیں پر انتظار کروں؟

---

[1] امداد الفتاویٰ، محولہ سابقہ، مسائل متعلقہ طاعون و وبا: ۴/۲۸۳

جواب: "ایبولا" ایک وائرس کی وجہ سے پھیلنے والی بڑی بیماری ہے جو کہ بخار کی ایک قسم [Hemorrhagic fever] میں مبتلا کر دیتی ہے، اس وائرس سے متاثرہ شخص بخار کی پانچ میں سے کسی ایک قسم میں مبتلا ہو جاتا ہے۔اسی طرح اس وائرس سے متاثر ہونے والوں کی 25 تا 90 فیصد اموات واقع ہو جاتی ہیں۔

احادیث میں طاعون زدہ یا وبائی خطے سے باہر نکلنے کی صرف اسی شخص کو ممانعت کی گئی ہے جو اس بیماری سے ڈر کر بھاگے، لیکن تعلیم، تجارت، یا ملازمت وغیرہ پر مشتمل کسی اور مقصد سے متاثرہ علاقہ چھوڑ کر باہر نکلنا اس ممانعت میں شامل نہیں ہے۔ بیماری سے ڈر کر باہر جانے اور کسی دوسرے مقصد سے باہر نکلنے کے درمیان فرق بہت سے علمائے کرام نے بیان کیا ہے۔

امام بخاری رحمہ اللہ نے اس حدیث کو ذکر کرنے سے پہلے وہ حدیث بھی ذکر کی ہے جس میں طاعون زدہ زمین سے طاعون سے خوف زدہ ہو کر باہر نکلنے کی ممانعت ہے۔حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے امام بخاری کے اس عنوان پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھا ہے کہ :امام بخاری رحمہ اللہ نے کہا:"باب ہے اس شخص کے بارے میں جو ایسے خطے سے باہر نکلے جس کی فضا اس کے لیے موافق نہ ہو"۔۔۔ یہ کہہ کر امام بخاری نے اشارہ کیا ہے کہ جس حدیث میں طاعون زدہ علاقے سے باہر نکلنے کی ممانعت کا ذکر ہے اس کا حکم ہر حالت کیلیے نہیں ہے بلکہ یہ ممانعت اس شخص کے ساتھ ہے جو طاعون زدہ علاقے سے خوف زدہ ہو کر باہر جاتا ہے۔ لہذا اپنی ملازمت کیلیے اس علاقے سے باہر نکلنا علمائے کرام کی رائے کے مطابق جائز ہے؛ کیونکہ یہ وبا سے خوف زدہ ہو کر باہر نکلنے میں شمار نہیں ہو گا، بلکہ وہاں سے آپ اپنی ملازمت کیلیے باہر نکلیں گے۔[1]

[1]https://islamqa.info/ur/225592(ایبولا وائرس سے متاثرہ علاقے سے باہر جانے کا حکم)

تیسری حدیث

۵۳۹۸ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَامِرٍ، أَنَّ عُمَرَ خَرَجَ إِلَى الشَّأْمِ فَلَمَّا كَانَ بِسَرْغَ بَلَغَهُ أَنَّ الْوَبَاءَ قَدْ وَقَعَ بِالشَّأْمِ فَأَخْبَرَهُ عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ عَوْفٍ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: إِذَا سَمِعْتُمْ بِهِ بِأَرْضٍ فَلَا تَقْدَمُوا عَلَيْهِ وَإِذَا وَقَعَ بِأَرْضٍ وَأَنْتُمْ بِهَا فَلَا تَخْرُجُوا فِرَارًا مِنْهُ.

ترجمہ: عمر رضی اللہ عنہ شام کے لیے روانہ ہوئے جب مقام سرغ میں پہنچے تو آپ کو خبر ملی کہ شام میں طاعون کی وبا پھوٹ پڑی ہے۔ پھر عبد الرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے ان کو خبر دی کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جب تم وبا کے متعلق سنو کہ وہ کسی جگہ ہے تو وہاں نہ جاؤ اور جب کسی ایسی جگہ وبا پھوٹ پڑے جہاں تم موجود ہو تو وہاں سے فرار مت اختیار کرو۔

چوتھی حدیث

۵۳۹۹ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: "قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَدْخُلُ الْمَدِينَةَ الْمَسِيحُ، وَلَا الطَّاعُونُ."

ترجمہ: ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا "مدینہ منورہ میں دجال داخل نہیں ہو سکے گا اور نہ طاعون آسکے گا۔"

پانچویں حدیث

۵۴۰۰ حَدَّثَتْنِي حَفْصَةُ بِنْتُ سِيرِينَ، قَالَتْ، قَالَ لِي أَنَسُ بْنُ مَالِكٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ: يَحْيَى بِمَ مَاتَ، قُلْتُ: مِنَ الطَّاعُونِ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "الطَّاعُونُ شَهَادَةٌ لِكُلِّ مُسْلِمٍ."

ترجمہ: حفصہ بنت سیرین فرماتی ہیں کہ مجھ سے انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے پوچھا کہ یحییٰ بن سیرین کا کس بیماری میں انتقال ہوا تھا۔ میں نے کہا کہ طاعون میں۔ اس پر انہوں نے حدیث بیان کی کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ طاعون ہر مسلمان کے لیے شہادت ہے۔

چھٹی حدیث

۵۴۰۱ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: "الْمَبْطُونُ شَهِيدٌ وَالْمَطْعُونُ شَهِيدٌ."

ترجمہ: **ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ پیٹ کی بیماری میں مرنے والا شہید ہے اور طاعون کی بیماری میں مرنے والا شہید ہے۔**

4.0 شہادت دلانے والی بیماریاں:

ان احادیث میں طاعون اور کچھ دیگر بیماریوں میں وفات پانے والے افراد کو شہادت کی خوش خبری بیان کی گئی ہیں۔ دراصل شہید کی تین اقسام ہیں؛

ا۔ شہید کامل۔ اس کو دنیا و آخرت کا شہید بھی کہتے ہیں۔ اس سے مراد وہ مکلّف مسلمان ہے جو بے گناہ اور مظلومانہ طور پر کسی آلہ قتل، مثلاً تلوار چھری، تیر، بندوق وغیرہ سے قتل کیا گیا ہو اور نفس قتل سے مال دیت واجب نہ ہوا ہو بلکہ قصاص واجب ہو۔ یا کسی کافر حربی یا باغی ڈاکو نے آلہ جارحہ (assault weapon) کے علاوہ کسی چیز سے قتل کیا ہو یا وہ اس کے قتل کا سبب ہوئے ہوں اور اس مقتول سے زخمی ہونے کے بعد راحت دنیا سے نفع نہ اٹھایا ہو۔ اس کا حکم یہ ہے کہ اس کو غسل نہ دیا جائے ویسے ہی خون سمیت دفن کر دیا جائے۔

۲۔ شہید دنیا یعنی جو صرف کسی دنیاوی غرض کے لئے لڑائی کرے اور اس کا مقصد اعلائے کلمۃ اللہ بالکل نہ ہو بلکہ حصول مال یا حصول جاہ وغیرہ ہو اور اس میں قتل ہو جائے۔ دنیا میں اس پر شہید کے احکام جاری ہونگے کیونکہ دل میں مخفی نیت کو انسان نہیں جان سکتا اور وہ ثواب جو شہداء کے لئے اللہ تعالیٰ کے ہاں مقرر ہے نہیں پائے گا۔

۲۔ شہیدِ آخرت۔ یہ وہ شخص ہے جو ان بیماریوں میں مبتلا ہو کر موت تک پہنچ جائے یا وہ ان نیک اعمال کا پابند ہو جن میں احادیث میں شہادت کی خوش خبری دی گئی ہے اس کو شہیدِ ثواب بھی کہتے ہیں۔ اس کے کفن و دفن کے احکام عام مردوں کی طرح ہوتے ہیں البتہ وہ آخرت میں شہید کا ثواب پائے گا۔

وہ بیماریاں جن میں شہادت کا ثواب ملتا ہے چالیس سے زائد ہیں۔ مثلاً:

ا۔ طاعون سے مرنے والا۔ اس میں وہ شخص بھی داخل ہے جو طاعون زدہ بستی میں طاعون کے بغیر وفات پا جائے بشرطیکہ اس بستی میں ثواب کی نیت اور صبر کے ساتھ ٹھہرا رہے راہ فرار اختیار نہ کرے۔

۲۔ پیٹ کی بیماری (استسقاء یا اسہال) میں وفات پانے والا۔

۳۔ذات الجنب(A Sort of Chest Pain) کے مرض میں وفات پانے والا۔

۴۔ سل (غالبًا ٹی بی) کے مرض میں وفات پانے والا۔

۵۔ مرگی کے مرض سے یا کسی سواری سے گر کر ہلاک ہونے والا۔

۶۔ بخار میں مرنے والا۔

۷۔ جس کی موت سمندر میں الٹیاں لگنے (Sea Sickness) سے واقع ہوئی ہو۔

۸۔ جس کی موت اچھو لگنے سے ہوئی ہو۔

۹۔ جس کی موت زہریلے جانور کے ڈسنے سے ہوئی ہو۔

۱۰۔ آگ میں جل کر مرنے والا۔

۱۱۔ پانی میں ڈوب کر مرنے والا۔

۱۲۔ جس عورت کی موت حالت حمل میں ہو جائے۔

۱۳۔ نفاس والی عورت جس کی موت ولادت کے وقت ہوئی ہو یا ولادت کے بعد مدت نفاس ختم ہونے سے پہلے ہوئی ہو۔[1]

---

1 مریض و معالج کے اسلامی احکام، عبد الواحد صاحب، محولہ سابقہ، شہید کا بیان: ۱۲۸، ۱۳۳، ۱۳۲

بَابُ أَجْرِ الصَّابِرِ فِي الطَّاعُونِ:

باب: طاعون میں صبر کرنے کی فضیلت

عنوان کی وضاحت:

پچھلے باب میں طاعون زدہ مقام سے نکلنے کی ممانعت بیان کی گئی تھی، اس باب میں اس عمل کے اجر وثواب کو بیان کیا جارہا ہے کہ اگر کوئی شخص اس حدیث پر عمل کرے اور تقدیر پر کامل یقین کر کے طاعون زدہ علاقے میں ہی صبر کر کے بیٹھا رہے تو اسے شہید کا مقام دیا جائے گا۔

۵۴۰۲ عَنْ عَائِشَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهَا أَخْبَرَتْنَا: "أَنَّهَا سَأَلَتْ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الطَّاعُونِ، فَأَخْبَرَهَا نَبِيُّ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، أَنَّهُ كَانَ عَذَابًا يَبْعَثُهُ اللهُ عَلَى مَنْ يَشَاءُ، فَجَعَلَهُ اللهُ رَحْمَةً لِلْمُؤْمِنِينَ، فَلَيْسَ مِنْ عَبْدٍ يَقَعُ الطَّاعُونُ فَيَمْكُثُ فِي بَلَدِهِ صَابِرًا يَعْلَمُ أَنَّهُ لَنْ يُصِيبَهُ إِلَّا مَا كَتَبَ اللهُ لَهُ، إِلَّا كَانَ لَهُ مِثْلُ أَجْرِ الشَّهِيدِ"،

ترجمہ: عائشہ رضی اللہ عنہا نے رسول اللہ ﷺ سے طاعون کے متعلق پوچھا۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ یہ ایک عذاب تھا اللہ تعالیٰ جس پر چاہتا اس پر اس کو بھیجتا تھا پھر اللہ تعالیٰ نے اسے مومنین کے لیے رحمت بنا دیا۔ اب کوئی بھی اللہ کا بندہ اگر صبر کے ساتھ اس شہر میں ٹھہرا رہے جہاں طاعون پھوٹ پڑا ہو اور یقین رکھتا ہے کہ جو کچھ اللہ تعالیٰ نے اس کے لیے لکھ دیا ہے اس کے سوا اس کو اور کوئی نقصان نہیں پہنچ سکتا اور پھر طاعون میں اس کا انتقال ہو جائے تو اسے شہید جیسا ثواب ملے گا۔

بَابُ الرُّقَى بِالْقُرْآنِ وَالْمُعَوِّذَاتِ:

باب: قرآن مجید اور معوذات پڑھ کر مریض پر دم کرنا

عنوان کی وضاحت:

اب تک علاج معالجہ کی بیان کردہ احادیث میں ظاہری امراض اور ظاہری دواؤں کے ذریعے علاج کی ہدایات بیان کی گئی تھیں، اس باب سے آگے چند ابواب تک امام بخاری رحمہ اللہ نے روحانی علاج کرنے کے شرعی راہنما اصول بیان فرما رہے ہیں اور بیک وقت مسلم مریض اور معالج دونوں کو اس پہلو کی طرف غور کرنے کی دعوت دی ہے کہ ایک مسلمان کی شان یہی ہے کہ وہ علاج کے روحانی و جسمانی دونوں ذرائع اختیار کرے اور کسی ایک پر اکتفا کر کے ادھوری شفا حاصل نہ کرے۔

اسی سلسلے کے اس ابتدائی باب میں قرآن مجید، بالخصوص اس کی دونوں آخری سورتوں کے دم سے شفا حاصل کرنے کے مسنون عمل کو محفوظ کیا گیا ہے۔

۵۴۰۳ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا "أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَنْفُثُ عَلَى نَفْسِهِ فِي الْمَرَضِ الَّذِي مَاتَ فِيهِ بِالْمُعَوِّذَاتِ، فَلَمَّا ثَقُلَ كُنْتُ أَنْفِثُ عَلَيْهِ بِهِنَّ، وَأَمْسَحُ بِيَدِ نَفْسِهِ لِبَرَكَتِهَا"، فَسَأَلْتُ الزُّهْرِيَّ: كَيْفَ يَنْفِثُ، قَالَ: كَانَ يَنْفِثُ عَلَى يَدَيْهِ ثُمَّ يَمْسَحُ بِهِمَا وَجْهَهُ.

ترجمہ: **عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی کریم ﷺ اپنے مرض الوفات میں اپنے اوپر معوذات (سورة الفلق اور سورة الناس) کا دم کیا کرتے تھے۔ پھر جب آپ کے لیے دشوار ہو گیا تو میں ان کا دم آپ پر کیا کرتی تھی اور برکت کے لیے نبی کریم ﷺ کا ہاتھ آپ کے جسم مبارک پر بھی پھیر لیتی تھی۔ پھر میں نے اس کے متعلق پوچھا کہ نبی کریم ﷺ کس طرح دم کرتے تھے، انہوں نے بتایا کہ اپنے ہاتھ پر دم کر کے ہاتھ کو چہرے پر پھیرا کرتے تھے۔**

1.0 جھاڑ پھونک کے بارے میں درست مؤقف

حضرت عوف بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ ہم لوگ دور جاہلیت میں جھاڑ پھونک کیا کرتے تھے، پھر ہم نے عرض کیا، یارسول اللہ ﷺ اس سلسلہ میں آپ ﷺ کی کیارائے ہے، تو آپ ﷺ نے فرمایا اپنے دم کو میرے سامنے پیش کرو، جس دم میں شرکیہ کلمات نہ ہوں اس میں کوئی مضائقہ نہیں۔"[1]

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی پاک ﷺ نے جھاڑ پھونک سے منع فرمایا تو عمرو بن حزم رضی اللہ عنہ کے صاحبزادے آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے، اور عرض کیا یارسول اللہ! ہمارے پاس بچھو کے زہر کا جھاڑ ہے جس سے ہم لوگ جھاڑ پھونک کرتے ہیں، آپ نے اس سے منع فرمایا، پھر انہوں نے اپنا منتر آپ کے سامنے پیش کیا، تو آپ نے فرمایا کہ میری نظر میں اس میں کوئی مضائقہ نہیں، تم میں سے جو شخص اپنے بھائی کو نفع پہنچا سکے تو اسے نفع پہنچانا چاہیے۔[2]

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے زہریلا زخم نظر بد، اور نملہ کے لئے جھاڑ پھونک کی اجازت مرحمت فرمائی (نملہ ایک بیماری ہے جس میں پسلی میں زخم پڑ جاتے ہیں)۔[3]

نبی کریم ﷺ سے نشرہ کے متعلق سوال کیا گیا، تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ وہ شیطانی کام ہے (نشرہ شیطانوں کے ناموں کی ایک تعویذ ہے)۔[4]

مذکورہ روایات سے معلوم ہوا کہ آپ ﷺ نے جھاڑ پھونک کرنے کی اجازت دی ہے، اور اگر ممانعت فرمائی تھی تو صرف اور صرف اس بنا پر کہ اس میں شرکیہ الفاظ کا احتمال تھا، یہی وجہ ہے کہ جب صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے آپ کو اپنی اپنی تعویذ سنائی تو نہ یہ کہ آپ ﷺ نے اجازت دی بلکہ ترغیبی جملہ ارشاد فرمایا کہ تم میں سے کوئی اگر اپنے بھائی کو فائدہ پہنچا سکے تو اسے فائدہ پہنچانا چاہیے۔

---

1 صحيح مسلم، محوله سابقا،كتاب السلام، باب لا بأس بالرقى ما لم يكن فيه شرك ، الرقم:٢٢٠٠

2 صحيح مسلم، محوله سابقا،كتاب السلام، باب استحباب الرقية من العين والنملة والحمة والنظرة، الرقم:٢١٩٩

3 صحيح مسلم، محوله سابقا،كتاب السلام، باب استحباب الرقية من العين والنملة والحمة والنظرة، الرقم:٢١٩٦

4 سنن أبي داود،محوله سابقا،كتابالطب،باب فِي النُّشْرَةِ، الرقم:٣٨٦٨

اس تقسیم کی واضح تر تائید حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ فرمان جو حدیث جابر میں ہے:

«اعْرِضُوا عَلَيَّ رُقَاكُمْ لَا بَأْسَ بِالرُّقَى مَا لَمْ يَكُنْ فِيهِ شِرْكٌ »

”اپنے دم کو میرے سامنے پیش کرو، جس دم میں شرکیہ کلمات نہ ہوں اس میں کوئی مضائقہ نہیں“۔[1]

نبی کریم ﷺ نے دم جھاڑ پھونک کے کلمات کی نہ تو یکسر نفی فرمائی نہ ہی ان کو ہر حال میں برقرار رکھا بلکہ پہلے ان کلمات کو سنا تاکہ زمانہ جاہلیت کے رائج کلمات کی تقسیم ہو جائے، شرکیہ الفاظ کی چھٹائی ہو جائے، جائز الفاظ کی توثیق ہو جائے۔

اسی لیے سرکار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس صحابی سے جنہوں نے قرآن کریم سے جھاڑ پھونک کی تھی اور اس پر اجرت بھی لی تھی، فرمایا:

مَنْ أخذ برُقْية باطِلٍ فقد أَخَذْت برُقْية حَقٍّ

”وہ لوگ بھی تو ہیں جو باطل جھاڑ پھونک پر اجرت لیتے ہیں، تم نے تو برحق دم کر کے اجرت لی“۔[2]

شارحِ مسلم علامہ نووی رحمہ اللہ نے دونوں طرح کی احادیث کو سامنے رکھ کر یہی نتیجہ اخذ کیا ہے:[3]

ترجمہ: محدثین نے آیاتِ قرآنیہ اور اللہ تعالی کے اذکار پر مشتمل جھاڑ پھونک کے جائز ہونے پر امت کا اجماع نقل کیا ہے۔ علامی مازری نے لکھا ہے کہ تمام قسم کے رقیہ جائز ہیں بشرطیکہ وہ آیاتِ قرآنیہ اور اللہ تعالی کے اذکار پر مشتمل ہوں، ممانعت صرف ان کی ہے جو عجمی یا ایسی زبان میں ہوں جن کا معنی معلوم نہ ہو، اسلیے کہ ان میں کفریہ معنی ہونے کا خدشہ ہے۔“

---

1 صحيح مسلم، **محوله سابقا**،كتاب السلام، باب لا بأس بالرقى ما لم يكن فيه شرك ، الرقم: ٢٢٠٠

2 مُصنف ابن أبي شيبة،محوله سابقا، فِي الأَخْذِ عَلَى الرُّقْيَةِ ، كِتَابُ الطِّبِّ، مَنْ رَخَّصَ فِيهِ،الرقم:٢٤٠٥٤

3 وَقَدْ نَقَلُوا بِالْإِجْمَاعِ عَلَى جَوَاز الرُّقَى بِالْآيَاتِ ، وَأَذْكَار اللَّه تَعَالَى . قَالَ الْمَازِرِيّ : جَمِيع الرُّقَى جَائِزَة إِذَا كَانَتْ بِكِتَابِ اللَّه ، أَوْ بِذِكْرِهِ ، وَمَنْهِيّ عَنْهَا إِذَا كَانَتْ بِاللُّغَةِ الْعَجَمِيَّة ، أَوْ بِمَا لَا يُدْرَى مَعْنَاهُ ، لِجَوَازِ أَنْ يَكُون فِيهِ كُفْر .(شرح النووي على صحيح مسلم ،محوله سابقا،باب الطب والمرض والرقى:/١٤١٦٨)

یہی تفصیل وتوجیہ ہر شرح حدیث کی کتاب میں آپ کو ملے گی، بلکہ جن علماء نے طبِ نبوی پر مستقلاً کتابیں لکھی ہیں ان حضرات نے بھی سیر حاصل بحث کے بعد خلاصہ کے طور پر وہی لکھا ہے جو اوپر مذکور ہوا، بلکہ علامہ ابن قیم رحمہ اللہ تعالیٰ نے اپنی مشہور ومعروف کتاب زاد المعاد میں ان لوگوں پر سخت تنقید وجرح کی ہے جو اس کی حقیقت، اور نافعیت کا انکار کرتے ہیں۔[1]

البتہ جس طرح بہت سی چیزوں کا جواز چند قیود وشرائط پر موقوف ہوتا ہے، اسی طرح اس کے لئے چند شرائط ہیں جن کو شارحین حدیث نے واضح کیا ہے:

(۱) دم کسی جائز مقصد کے لئے ہو، ناجائز مقصد کے لئے نہ ہو۔

(۲) اس میں کوئی کفریہ، شرکیہ بات نہ ہو، بلکہ کوئی ایسا بھی لفظ نہ ہو جس سے کفر وشرک کا وہم ہوتا ہو۔

(۳) اس میں لکھے ہوئے الفاظ کے معنی معلوم ہوں یا اس فن کا تجربہ رکھنے والے علمائے کرام سے پوشیدہ نہ ہوں۔

(۴) اس میں اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور سے مدد طلب نہ کی گئی ہو۔

(۵) دم کو موئثر بالذات یعنی نفع ونقصان کا مالک حقیقی نہ سمجھتا ہو۔

اگر یہ شرطیں پائی جائیں تو دم کرنا جائز ہے اور اگر ان میں سے کوئی بھی ایک نہ پائی جائے تو جائز نہیں ہو گا۔[2]

2.0 تعویذ کی شرعی حیثیت:

یہی حال تعویذ کا بھی ہے۔ تعویذ کی لغوی معنی" حفاظت کی دعا کرنا "ہے.[3] ہمارے رائج استعمال میں اس کا مطلب" تحریری دعا" کہہ سکتے ہیں۔ اس کی شرعی حیثیت کے بارے میں متضاد نظریات مسلمانوں میں رائج ہیں۔ صحیح بخاری کی ذیرِ نظر حدیث اور دیگر احادیث میں زبانی دم وجھاڑ پھونک کے تو واضح ثبوت مل گئے، البتہ

1 زاد المعاد ، محوله سابقا، فصول فی هديه صلى الله عليه وسلم فی العلاج بالادوية الروحانية الالهية :۱۴۹/۴ تا ۱۷۲

2 علاج معالجہ کے شرعی احکام، انعام الحق قاسمی سیتامڑی، محولہ سابقہ، تعویزات: ۱۵۴تا۱۶۱

3 مصباح اللغات، عبد الحفیظبلیاوی (کراچی، قدیمی کتب خانہ ۱۹۵۰ء) حرف العین، عوذ: ۵۸۳،

چونکہ عہدِ رسالت میں لکھنے کا رواج بہت کم تھا، کاغذ بھی عام نہ تھا، قرآنِ حکیم بھی چمڑوں اور پتھروں پر لکھا جاتا تھا، اسلیے عہدِ مبارکہ میں جھاڑ پھونک کا تو رواج عام تھا لیکن لکھ کر لٹکانے کا رواج نسبتاً کم تھا۔ اس لیے بعض حضرات کو یہ غلط فہمی ہوئی کہ ان احادیث کا تعلق صرف زبانی دم سے ہے، کلامِ حق سے مریضوں کا علاج کرنا تو جائز ہے لیکن تحریری تعویذات ثابت نہیں ہیں۔

درحقیقت یہ علمی غلط فہمی ہے کیونکہ اگرچہ اردو و دیگر عجمی زمانوں میں زبانی کلام کو دم اور تحریری کلام کو تعویذ کے جداگانہ الفاظ دیے گئے ہیں لیکن عربی زبان میں دونوں رقیہ کے عنوان کے تحت شامل ہوتے ہیں۔ امام بخاری رحمہ اللہ نے اس باب اور اگلے ابواب میں رقی کا عنوان اختیار کیا ہے جو رقیہ کی جمع ہے اور ایک وسیع مفہوم رکھتا ہے اور اس کے دائرہ میں جھاڑ پھونک اور تعویزات دونوں داخل ہیں۔

اصحابِ لغت مثلا محمد بن یعقوب الفیروزآبادي رحمہ اللہ نے تعویز کو رقیہ کے ہم معنی قرار دیا گیا ہے وھی مُعیذٌ ومُعْوِذٌ، وبالھاءِ الرُّقْيَةُ، كالمَعَاذَةِ والتَّعْوِيذِ.[1]

صحابہ کرام بھی اپنی بول چال میں تحریری تعویذات کو رقیہ سے تعبیر کرتے تھے۔ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے اپنی بیوی کے گلے میں دھاگہ دیکھا۔ ان کے پوچھنے پر اہلیہ نے فرمایا شَيْءٌ رُقِيَ لِي فِيهِ مِنَ الْحُمَّى میرے بخار کا رقیہ ہے۔[2] اسی طرح ایک واقعہ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کا بھی ہے کہ انہوں نے ایک شخص کے بازو میں دھاگا دیکھا، پوچھنے پر اس نے کہا کہ خَيْطٌ رُقِيَ لِي فِيهِ۔[3] اگرچہ ان دونوں واقعہ میں ان صحابہ کرام نے دھاگہ پہننے سے منع فرمایا کیونکہ ان کے نزدیک وہ ممنوع قسم کی تعویذات میں داخل تھا لیکن اصل قابلِ غور پہلو یہ ہے کہ انہوں نے بھی دھاگہ کو رقیہ کہا جس سے معلوم ہوا کہ صرف جھاڑ پھونک کو رقیہ نہیں کہتے۔ لہذا رقیہ کے جواز پر مشتمل تمام احادیث تحریری تعویذ کی بھی تائید کرتی ہیں اور تعویذ کو دم کی طرح جائز و ناجائز میں تقسیم کرتی ہیں۔

---

1 القاموس المحيط، محمد بن يعقوب الفيروز آبادی، (بيروت ، مؤسسة الرسالة، ١٤٢٦ھ) باب الذال، فصل العين: ٣٣٥

2 مُصنف ابن أبي شيبة، محوله سابقا، كِتَابُ الطِّبِّ، في تعليق التمائم والرقى: ٢٣٩٢٤

3 مُصنف ابن أبي شيبة، محوله سابقا، كِتَابُ الطِّبِّ، في تعليق التمائم والرقى: ٢٣٩٣٠

امام بخاری رحمہ اللہ کے استاذ شیخ الحدیث امام ابو بکر بن ابی شیبہ رحمہ اللہ نے اپنی مشہور کتاب " المصنف " میں ایک مکمل باب اسی عنوان سے قائم کیا ہے "باب من رخص فی تعلیق التعاویذ یہ باب ہے ان اکابر کے بارے میں جنہوں نے تعویذ لٹکانے کی اجازت دی ہے " ۔اس میں انہوں نے تعویز کی حمایت میں بڑے فقہا و تابعین جیسے حضرت مجاھد، حضرت جعفر، حضرت ابن سیرین، حضرت ایوب، حضرت عطاء رحمھم اللہ کے اقوال قلم بند کیے ہیں۔ اور صحابی رسول حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کا عمل نقل کیا ہے کہ کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اگر کوئی نیند میں ڈر جائے تو یہ دعا پڑھے أَعُوذُ بِكَلِمَاتِ اللهِ التَّامَّاتِ مِنْ غَضَبِهِ وَعِقَابِهِ وَشَرِّ عِبَادِهِ وَمِنْ هَمَزَاتِ الشَّيَاطِينِ وَأَنْ يَحْضُرُونِ اگر وہ یہ دعا پڑھے گا تو وہ خواب اسے نقصان نہیں پہنچا سکے گا۔ عبد اللہبن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ یہ دعا اپنے بالغ بچوں کو سکھایا کرتے تھے اور نابالغ بچوں کے لیے لکھ کر ان کے گلے میں ڈال دیا کرتے تھے۔[1]

علامہ ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ: کسی بھی مصیبت زدہ مریض وغیرہ کے لیئے مباح سیاہی کے ساتھ قرآن مجید سے کچھ لکھنا اور اس کو پانی سے دھو کر اس کو پلانا جائز ہے۔[2]

آپ کے شاگرد رشید علامہ ابنِ قیم حضرت امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کا موقف نقل کرتے ہیں کہا امام أحمد بن حنبل رحمہ اللہ سے جب کسی بلاء (بیماری وغیرہ) آنے کے بعد تعویذات لٹکانے کے بارے پوچھا گیا؟ تو انھوں نے فرمایا میں یہ امید کرتا ہوں کہ اس میں کوئی حرج نہیں ہے، اور امام أحمد بن حنبل رحمہ اللہ بخار وغیرہ امراض میں تعویذ لکھتے تھے[3]

---

1 مُصنف ابن أبي شيبة، محوله سابقا،كِتَابُ الطِّبِّ، باب من رخص فی تعليق التعاويذ:۲۴۰۱۳،ط:شرکۃ دار القلم

2 وَيَجُوزُ أَنْ يَكْتُبَ لِلْمُصَابِ وَغَيْرِهِ مِنْ الْمَرْضَى شَيْئًا مِنْ كِتَابِ اللَّهِ وَذِكْرُهُ بِالْمِدَادِ الْمُبَاحِ وَيُغْسَلُ وَيُسْقَى كَمَا نَصَّ عَلَى ذَلِكَ أَحْمَد وَغَيْرُهُ ﴿مجموع الفتاوى لابن تيمية ،ابنِ تيمية،(منصورة،دار الوفاء،۱۴۲۶ھ) ايضاح الدلالة على عموم الرسالة للثقلين، فصل فی جواز أَنْ يَكْتُبَ لِلْمُصَابِ وَغَيْرِهِ مِنْ الْمَرْضَى شَيْئًا:۱۹/ ۳۶﴾

3 وَقَالَ أحمد وَقَدْ سُئِلَ عَنِ التَّمَائِمِ تُعَلَّقُ بَعْدَ نُزُولِ الْبَلَاءِ؟قال: أرجو ألايكون بِهِ بَأْسٌ. (زاد المعاد ، محوله سابقا، حرف الكاف:۴/۳۲۷)

جہاں تک ان احادیث کا تعلق ہے جس میں آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے تعویذ لٹکانے سے منع فرمایا ہے تو ان سے مراد ناجائز تعویزات ہیں جو کسی صورت جائز نہیں۔ زمانہ جاہلیت میں ایسے منکے پتھر معروف تھے جن پر شرکیہ کلمات پڑھے جاتے تھے اور انہیں گلے میں لٹکا لیا جاتا، انہیں تمیمہ کہتے تھے۔ نبی کریم صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نے اس کی مذمت کرتے ہوئے فرمایا:

« إِنَّ الرُّقَى وَالتَّمَائِمَ وَالتِّوَلَةَ شِرْكٌ »

ترجمہ: (غلط قسم کے) دم، تمائم اور جادو شرک ہے[1]

الفاظِ حدیث کے مشہور محقق علامہ ابنِ اثیر رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

وَفِي حَدِيثِ عَبْدِ اللهِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ «التَّمَائِم والرُّقَى مِنَ الشِّرْك» التَّمَائِم جَمْعُ تَمِيمَة، وَهِيَ خَرَزات كَانَتِ الْعَرَبُ تُعلّقها عَلَى أَوْلَادِهِمْ يَتَّقُون بِهَا الْعَيْنَ فِي زَعْمهم، فأبْطلها الْإِسْلَامُ.[2]

ترجمہ: "تمیمۃ: "یہ خرزات (پتھر، منکے اور کوڑیوں کی مالا) کو کہتے ہیں جنہیں (زمانہ جاہلیت میں) عرب لوگ (موثر بالذات سمجھ کر) بچوں کو اس کے ذریعہ سے نظر بد سے بچانے کے عقیدہ سے پہناتے تھے".

قرآن مجید اور احادیثِ نبویہ میں شعر و شاعری کی بکثرت ممانعت موجود ہے اور ان کی اجازت و ترغیب بھی ہے۔ معتدل و محقق علمائے کرام نے دونوں نصوص کو اپنے اپنے مواقع پر درست مانتے ہوئے یہ فیصلہ کیا ہے اچھے مضامین کے حامل اشعار جائز ہیں اور برے کلام کی ممانعت ہے۔ یہی طرز زیرِ نظر موضوع میں مناسب ہے۔ کلام برحق والا دم اور تعویز جائز سمجھنا چاہیے اور شرکیہ کلام والے دم و تعویز کی اجازت نہیں دی جاسکتی۔

---

1 سنن أبی داود، محوله سابقا، كتابالطب، باب في تعليق التمائم، الرقم: ٣٨٨٣

2 النهاية في غريب الحديث والأثر، المبارك بن محمد الجزري ابن الاثير(بيرات، داراحياء التراث العربى، ١٣٨٣هـ)، حرف التاء : ١٩٧/١

عالمی سطح پر رائج اس مخصوص دم وپر اسرار طریقہ علاج کے بارے میں دارالافتاء جامعہ دار العلوم کراچی سے شرعی مسئلہ دریافت کیا گیا، اور ساتھ ہی اس کا طریقہ کار مستند حوالے سے پیش کیا گیا۔ مفتیانِ عظام اس طریقہ کار کی شرعی جانچ پڑتال کے بعد جس نتیجے پر پہنچے، وہ درجِ ذیل ہے:

Sin Ilahi Sin Hu کے بارے میں سوال کے ساتھ منسلک کاغذات کا مطالعہ کیا گیا۔ ان کا حاصل یہ ہے کہ یہ ایک طریقہ علاج جس میں درج ذیل امور انجام دیے جاتے ہیں:

(۱) اس میں دو قسم توانائی استعمال کی جاتی ہے، انسانی جسم کی اور روحانی یعنی مختلف اوراد واذکار کی (۲) روحانی توانائی حاصل کرنے کے لیے مختلف آیات، اذکار اور اسمائے حسنیٰ کے علاوہ ایک نقشہ بھی استعمال کیا جاتا ہے جسکی تفصیل منسلکہ کاغذات کے مطابق یہ ہے کہ یہ نقشہ عربی لفظ "لا" اور "اللہ" کا مجموعہ ہے۔ یہ طریقۂ علاج سیکھنے کے لیے الفاظ کو پڑھ کر یا تصوراتی طور پر یہ نقشہ دل پر لکھ کر توانائی کو انسانی بدن کے مختلف حصوں میں حلول کرنے کی اجازت دی جاتی ہے اور مریض کا علاج کرنے سے پہلے یا دوران علاج بھی اُس کے بدن پر یہ نقشہ لکھا جاتا ہے۔ (۳) اُس میں "یوگا" کی طرز پر مخصوص طریقوں کے ساتھ کچھ جسمانی ریاضتیں بھی کی جاتی ہیں اور ہر اتوار اور جمعرات شب دس بجے دنیا میں کسی بھی جگہ موجود شخص مخصوص الفاظ کہہ کر وہ ریاضتیں کرتا ہے اور اس طرح دنیا بھر میں گروپ کی صورت میں دو دن یہ ریاضتیں کی جاتی ہیں (۴) اس میں "ٹیلی پیتھی" سیکھی جاتی ہے جس میں خیالی طاقت کے ذریعے کسی بھی جگہ جا کر حالات جاننے اور دوسروں کو احکامات دے کر اُن پر عمل کرانے کی کوشش کی جاتی ہے۔ (۵) اس میں گزشتہ اور آیندہ پیش آمدہ واقعات جاننے کے لیے ماضی، حال اور مستقبل میں جھانکنے کی جستجو اور اسکے لیے مشقیں کی جاتی ہیں (۶) اس سارے عمل کو سیکھنے کے لیے انڈونیشین کرنسی میں لاکھوں روپے ادا کرنے پڑتے ہیں۔

اس طریقۂ علاج کے ذریعے روحانی، جسمانی اور نفسیاتی امراض کا علاج کیا جاتا ہے اور مریض کے متاثرہ حصے پر معالج اپنا ہاتھ رکھ کر قدرتی توانائی کو متاثرہ حصے پر مرتکز کر کے مرض کے دور ہونے کا تصور کرتا ہے۔ نیز مریض کے جسم پر ہاتھ سے یہ نقشہ بناتا ہے۔ جبکہ دور رہنے والے مریض کے علاج کے لیے ٹیلی پیتھی کو استعمال کرتا ہے۔

منسلکہ کاغذات میں دی گئی تفصیل کی رو سے اس طریقہ علاج کا شرعی حکم یہ ہے کہ علاج کے اس طریقہ میں جو نقش استعمال کیا جاتا ہے اگر اسکو بنانے والے نے اس عقیدہ کے تحت اسکو بنایا ہے کہ اللہ نہیں ہے (نعوذ باللہ) تو چونکہ یہ کفریہ عقیدہ ہے نیز اس میں گزشتہ اور آیندہ پیش آمدہ حالات واقعات جاننے کی جستجو کرنا اور اسکے لیے ریاضتیں کرنا درحقیقت غیب دانی کی کوشش ہے جو کہ جائز نہیں ہے۔ نیز اس میں ٹیلی پیتھی کو استعمال کیا جاتا ہے جو اگرچہ سحر (جادو) میں داخل نہیں ہے لیکن خیالی قوت کے ذریعے دوسرے کسی شخص سے اُس کی مرضی کے بغیر کوئی کام لینا بھی جائز نہیں ہے۔ اس لیے یہ طریقہ علاج شرعاجائز نہیں ہے۔

وفی الصحیح لمسلم: عَنْ عَائِشَةَ زَوْجِ النَّبِىِّ -صلى الله عليه وسلم- أَنَّهَا قَالَتْ كَانَ إِذَا اشْتَكَى رَسُولُ اللهِ -صلى الله عليه وسلم- رَقَاهُ جِبْرِيلُ قَالَ بِاسْمِ اللهِ يُبْرِيكَ وَمِنْ كُلِّ دَاءٍ يَشْفِيكَ وَمِنْ شَرِّ حَاسِدٍ إِذَا حَسَدَ وَشَرِّ كُلِّ ذِى عَيْنٍ.

وفی شرح مسلم للنووی: وَالرُّقَى الْمَجْهُولَة ، وَالَّتِى بِغَيْرِ الْعَرَبِيَّة ، وَمَا لَا يُعْرَف مَعْنَاهَا ، فَهَذِهِ مَذْمُومَة لِاحْتِمَالِ أَنَّ مَعْنَاهَا كُفْر ، أَوْ قَرِيب مِنْهُ ، أَوْ مَكْرُوه۔

وفی فتح الباری: . وَقَالَ الْقُرْطُبِىّ : الرُّقَى ثَلَاثَة أَقْسَام ، أَحَدهَا مَا كَانَ يُرْقَى بِهِ فِى الْجَاهِلِيَّة مِمَّا لَا يُعْقَل مَعْنَاهُ فَيَجِب اِجْتِنَابه لِئَلَّا يَكُون فِيهِ شِرْك أَوْ يُؤَدِّى إِلَى الشِّرْك . الثَّانِى : مَا كَانَ بِكَلَامِ الله أَوْ بِأَسْمَائِهِ فَيَجُوز ، فَإِنْ كَانَ مَأْثُورًا فَيُسْتَحَبّ . الثَّالِث : مَا كَانَ بِأَسْمَاءِ غَيْر الله مِنْ مَلَك أَوْ صَالِح أَوْ مُعَظَّم مِنْ الْمَخْلُوقَات كَالْعَرْشِ ، قَالَ : فَهَذَا لَيْسَ مِنْ الْوَاجِب اِجْتِنَابه وَلَا مِنْ الْمَشْرُوع الَّذِى يَتَضَمَّن الِالْتِجَاء إِلَى الله وَالتَّبَرُّك بِأَسْمَائِهِ فَيَكُون تَرْكه أَوْلَى ، إِلَّا أَنْ يَتَضَمَّن تَعْظِيم الْمَرْقِىّ بِهِ فَيَنْبَغِى أَنْ يُجْتَنَب كَالْحَلِفِ بِغَيْرِ الله تَعَالَى .

وفی المرقاۃ: فی الحدیث دلیل علی جواز الرقیۃ بالقرآن وبذکر اللہ وأخذ الأجرۃ علیہ

وفی الشامی: وَلَا بَأْسَ بِالْمُعَاذَاتِ إِذَا كُتِبَ فِيهَا الْقُرْآنُ، أَوْ أَسْمَاءُ اللهِ تَعَالَى، وَيُقَالُ رَقَاهُ الرَّاقِي رَقْيًا وَرُقْيَةً إِذَا عَوَّذَهُ وَنَفَثَ فِي عُوذَتِهِ قَالُوا: إِنَّمَا تُكْرَهُ الْعُوذَةُ إِذَا كَانَتْ بِغَيْرِ لِسَانِ الْعَرَبِ، وَلَا يُدْرَى مَا هُوَ وَلَعَلَّهُ يَدْخُلُهُ سِحْرٌ أَوْ كُفْرٌ أَوْ غَيْرُ ذَلِكَ، وَأَمَّا مَا كَانَ مِنَ الْقُرْآنِ أَوْ شَيْءٍ مِنَ الدَّعَوَاتِ فَلَا بَأْسَ بِهِ اھ (فتاوی جامعہ دار العلوم کراچی: 25/1188)

بَابُ الرُّقَى بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ:

باب: سورة الفاتحہ سے دم کرنا۔

عنوان کی وضاحت:

اسی مضمون کی حدیث اگلے باب میں بھی بیان کی گئی ہے، اگلے باب کی مناسبت سے تفصیلی تشریح وہاں کی جائے گی۔ اس باب میں اس حدیث کو ذکر کر کے امام بخاری رحمہ اللہ سورۃ الفاتحہ کی تاثیر اور اسے بطور دم پڑھنے کے فوائد بتانا چاہتے ہیں کہ کافر پر بھی اس کا اثر خالی نہ گیا اور وہ اس دم کے بعد اللہ تعالی کے حکم سے تکلیف دہ بیماری سے ٹھیک ہو گیا۔

۵۴۰۴ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ: "أَنَّ نَاسًا مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَتَوْا عَلَى حَيٍّ مِنْ أَحْيَاءِ الْعَرَبِ فَلَمْ يَقْرُوهُمْ، فَبَيْنَمَا هُمْ كَذَلِكَ إِذْ لُدِغَ سَيِّدُ أُولَئِكَ، فَقَالُوا: هَلْ مَعَكُمْ مِنْ دَوَاءٍ أَوْ رَاقٍ، فَقَالُوا: إِنَّكُمْ لَمْ تَقْرُونَا وَلَا نَفْعَلُ حَتَّى تَجْعَلُوا لَنَا جُعْلًا، فَجَعَلُوا لَهُمْ قَطِيعًا مِنَ الشَّاءِ، فَجَعَلَ يَقْرَأُ بِأُمِّ الْقُرْآنِ، وَيَجْمَعُ بُزَاقَهُ، وَيَتْفِلُ، فَبَرَأَ فَأَتَوْا بِالشَّاءِ، فَقَالُوا: لَا نَأْخُذُهُ حَتَّى نَسْأَلَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَسَأَلُوهُ فَضَحِكَ، وَقَالَ: وَمَا أَدْرَاكَ أَنَّهَا رُقْيَةٌ خُذُوهَا وَاضْرِبُوا لِي بِسَهْمٍ."

ترجمہ: **ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ کے چند صحابہ عرب کے ایک قبیلہ پر گزرے۔ قبیلہ والوں نے ان کی میزبانی نہیں کی۔ کچھ دیر بعد اس قبیلہ کے سردار کو بچھو نے کاٹ لیا، اب قبیلہ والوں نے ان صحابہ سے کہا کہ آپ لوگوں کے پاس کوئی دوا یا کوئی جھاڑنے والا ہے۔ صحابہ نے کہا کہ تم لوگوں نے ہمیں مہمان نہیں بنایا، اب ہم اس وقت تک دم نہیں کریں گے جب تک تم ہمارے لیے اس کا بدلہ نہ مقرر کر دو۔ چنانچہ ان لوگوں نے چند بکریاں دینی منظور کر لیں۔ پھر ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سورۃ فاتحہ پڑھنے لگے اور اس پر دم کرنے میں منہ کا تھوک بھی اس جگہ پر ڈالنے لگے۔ اس سے وہ شخص اچھا ہو گیا۔ قبیلہ والے بکریاں لے کر آئے لیکن صحابہ نے کہا کہ جب تک ہم نبی کریم ﷺ سے نہ پوچھ لیں یہ بکریاں نہیں لے سکتے پھر جب نبی کریم ﷺ سے پوچھا تو آپ مسکرائے اور فرمایا تمہیں کیسے معلوم ہو گیا تھا کہ سورۃ فاتحہ سے دم بھی کیا جا سکتا ہے! ان بکریوں کو لے لو اور اس میں میرا بھی حصہ لگاؤ۔**

بَابُ الشَّرْطِ فِي الرُّقْيَةِ بِقَطِيعٍ مِنَ الْغَنَمِ:

باب: دم کرنے کے عوض بکریاں لینے کی شرط لگانا

عنوان کی وضاحت:

کلامِ الٰہی سے جھاڑ پھونک کے ابواب میں اس باب کا اضافہ ایک خاص پہلو کے لحاظ سے کیا گیا ہے۔ اس باب میں عہدِ رسالت میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور قبیلہ کے سردار کے درمیان پیش آمدہ واقعہ محفوظ کیا گیا ہے جس میں بیمار سردار سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے سورہ فاتحہ کے دم پر اجرت مقرر کر کے وصول کی۔ اسی بنیادی مسئلہ کو امام بخاری رحمہ اللہ نے عنوان کے طور نقل کیا ہے کہ جائز دم جھاڑ کرنے میں اجرت لینے کی شرط لگانا جائز ہے کیونکہ نبی کریم ﷺ نے بکریوں کی اس مشروط اجرت کو برقرار رکھا اور فرمایا کہ جن چیزوں پر تم اجرت لے سکتے ہو ان میں سے زیادہ اس کی مستحق اللہ کی کتاب ہی ہے۔ بلکہ گزشتہ باب کی روایت میں یہ بھی اضافہ ہے کہ، ان بکریوں کو لے لو اور اس میں میرا بھی حصہ لگاؤ۔ علامہ عینی رحمہ اللہ کے بقول، اس جملے سے صرف صحابہ کرام کی حوصلہ افزائی مطلوب نہیں تھی، اس اجرت کے حلال ہونے کی تاکید بھی تھی۔[1]

۵۴۰۵ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ: أَنَّ نَفَرًا مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَرُّوا بِمَاءٍ فِيهِمْ لَدِيغٌ أَوْ سَلِيمٌ، فَعَرَضَ لَهُمْ رَجُلٌ مِنْ أَهْلِ الْمَاءِ، فَقَالَ: هَلْ فِيكُمْ مِنْ رَاقٍ، إِنَّ فِي الْمَاءِ رَجُلًا لَدِيغًا أَوْ سَلِيمًا، فَانْطَلَقَ رَجُلٌ مِنْهُمْ فَقَرَأَ بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ عَلَى شَاءٍ، فَبَرَأَ، فَجَاءَ بِالشَّاءِ إِلَى أَصْحَابِهِ، فَكَرِهُوا ذَلِكَ، وَقَالُوا: أَخَذْتَ عَلَى كِتَابِ اللهِ أَجْرًا، حَتَّى قَدِمُوا الْمَدِينَةَ، فَقَالُوا: يَا رَسُولَ اللهِ أَخَذَ عَلَى كِتَابِ اللهِ أَجْرًا، فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "إِنَّ أَحَقَّ مَا أَخَذْتُمْ عَلَيْهِ أَجْرًا كِتَابُ اللهِ."

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ چند صحابہ ایک پانی سے گزرے جس کے پاس کے قبیلہ میں بچھو کا کاٹا ہوا ایک شخص تھا۔ قبیلہ کا ایک شخص ان کے پاس آیا اور کہا کیا آپ لوگوں میں کوئی دم جھاڑ کرنے والا ہے۔

---

1 وإنما قال اضربوا إلى معكم بسهم أي بنصيب تطييباالقلوبهم ومبالغة في تعريفهم أنه حلال (عمدة القاري شرح حيح البخاري، محوله سابقا، كتاب الطب، باب النفث في الرقية: ٢١/٤٠٣)

ہمارے قبیلہ میں ایک شخص کو بچھونے کاٹ لیاہے چنانچہ صحابہ کی اس جماعت میں سے ایک صحابی اس شخص کے ساتھ گئے اور چند بکریوں کی شرط کے ساتھ اس شخص پر سورۃ فاتحہ پڑھی، اس سے وہ اچھا ہو گیا۔ وہ صاحب بکریاں اپنے ساتھیوں کے پاس لائے تو انہوں نے اسے قبول کر لینا پسند نہیں کیا اور کہا کہ اللہ کی کتاب پر تم نے اجرت لے لی۔ آخر جب سب لوگ مدینہ آئے تو عرض کیا کہ یار سول اللہ! ان صاحب نے اللہ کی کتاب پر اجرت لے لی ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ جن چیزوں پر تم اجرت لے سکتے ہو ان میں سے زیادہ اس کی مستحق اللہ کی کتاب ہی ہے۔

1.0 میڈیکل فیس کی اہم دلیل:

اس حدیث سے استدلال کرتے ہوئے مالکی و شافعی علماء رحمہم اللہ کہتے ہیں کہ کتاب اللہ کی تعلیم و دیگر نیک کاموں کی اجرت لینا جائز ہے۔ جبکہ حنفی و حنبلی علماء رحمہم اللہ کے نزدیک یہ نہیں جائز، ہر عبادت بلاعوض ادا کرنی چاہیے۔

محقق حنفی عالم علامہ شامی رحمہ اللہ فقہ حنفی کا اصولی موقف یوں بیان کرتے ہیں کہ ہر وہ عبادت جو مسلمان کے ساتھ انفرادی طور پر وابستہ ہو اس پر اجرت نہیں لی جاسکتی۔ عبادت جب بھی ادا کی جاتی ہے وہ ادا کرنے والے ہی کی ہوتی ہے،، لہذا اس میں دوسرے سے اجرت لینا جائز نہیں ہو سکتا، یہ ایسا ہی کہ کوئی کوئی روزہ رکھے اور دوسرے سے اجرت طلب کرے۔[1]

حنفی علماء اس ممانعت کی متعدد احادیث سے بھی دلیل پیش کرتے ہیں:

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے۔ کہ ان کا گزر ایک قصہ گو کے پاس سے ہوا جو قرآن پڑھ کر سوال کر رہا تھا آپ نے ''انا للہ وانا الیہ راجعون'' پڑھا اور کہا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے:

---

1 (قَوْلُهُ وَلَا لِأَجْلِ الطَّاعَاتِ) الْأَصْلُ أَنَّ كُلَّ طَاعَةٍ يَخْتَصُّ بِهَا الْمُسْلِمُ لَا يَجُوزُ الِاسْتِئْجَارُ عَلَيْهَا عِنْدَنَا لِقَوْلِهِ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ {اقْرَءُوا الْقُرْآنَ وَلَا تَأْكُلُوا بِهِ } وَفِي آخِرِ مَا عَهِدَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إلَى عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ { وَإِنْ اُتُّخِذْتَ مُؤَذِّنًا فَلَا تَأْخُذْ عَلَى الْأَذَانِ أَجْرًا } وَلِأَنَّ الْقُرْبَةَ مَتَى حَصَلَتْ وَقَعَتْ عَلَى الْعَامِلِ وَلِهَذَا تَتَعَيَّنُ أَهْلِيَّتُهُ ، فَلَا يَجُوزُ لَهُ أَخْذُ الْأُجْرَةِ مِنْ غَيْرِهِ كَمَا فِي الصَّوْمِ وَالصَّلَاةِ هِدَايَةٌ .(رد المختار، محوله سابقا، كِتَابُ الْإِجَارَةِ ،مَطْلَبٌ فِي الِاسْتِئْجَارِ عَلَى الطَّاعَاتِ:۶/۵۵)

« مَنْ قَرَأَ الْقُرْآنَ فَلْيَسْأَلِ اللهَ بِهِ فَإِنَّهُ سَيَجِيءُ أَقْوَامٌ يَقْرَءُونَ الْقُرْآنَ يَسْأَلُونَ بِهِ النَّاسَ »[1]

ترجمہ: ”جو شخص قرآن پڑھے تو وہ اللہ تعالیٰ ہی سے سوال کرے۔ عنقریب کچھ لوگ ایسے بھی آئیں گے جو قرآن پڑھ کر لوگوں سے سوال کریں گے۔"

مسند احمد، میں ایک روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

« اقْرَءُوا الْقُرْآنَ وَلاَ تَغْلُوا فِيهِ وَلاَ تَجْفُوا عَنْهُ وَلاَ تَأْكُلُوا بِهِ وَلاَ تَسْتَكْثِرُوا بِهِ »

”قرآن پڑھو اور اس میں غلو نہ کرو اور اس سے اعراض نہ کرو، اسے کھانے کمانے کا ذریعہ نہ بناؤ اور نہ ہی اس سے بہت سے دنیوی فوائد حاصل کرو“۔

اس باب کی مرکزی حدیث میں ایک صحابی نے سورت فاتحہ کے ساتھ دم کر کے شفاء حاصل ہونے پر مریض سے بطور اجرت بکریوں کا ایک ریوڑ لیا تھا، یہ عبادت و نیکی پر اجرت لینے میں داخل ہی نہیں کیونکہ دم و جھاڑ پھونک ایک طرح کا علاج ہے، جس طرح دیگر علاج معالجہ پر اجرت لی جاسکتی ہے، اسی طرح روحانی علاج کا معاوضہ لینا درست ہے۔ تعلیم و تلاوتِ قرآن، اذان و امامت محض عبادت ہیں، علاج معالجہ نہیں، لہذا ان کا عوض نہیں لیا جاسکتا۔

یہ تو حنفی فقہ کا اصولی مؤقف تھا، لیکن یہاں یہ بات قابل لحاظ ہے کہ سلفِ صالحین اور امام ابو حنیفہ رحمہم اللہ کے زمانے میں علمائے کرام کو اپنی ضروریات کی تکمیل اور زندگی گزارنے کے لئے بیت المال کی جانب سے وظائف، جاگیریں اور بڑی اعانتیں مقرر تھیں جس سے فراخی اور وسعت کے ساتھ ان کی ضروریات پوری ہو جاتی تھیں، خلافت راشدہ کے اختتام، مملکت کی اسلامی تعلیمات سے دوری اور بادشاہوں کے علمائے کرام سے لاپرواہی کی بنا پر یہ صورت ختم ہوگئی اور ان کے لئے بظاہر اپنی معاشی ضروریات کی تکمیل کے لئے کوئی ظاہری سہارا باقی نہ رہا۔ ان حالات میں یہ بات ناگزیر ہوگئی کہ بڑی مصلحتوں کے تحفظ کے لئے دینی خدمات پر اجرت لینے کی اجازت دی جاتی، لہذا دینی احکامات کو باقی رکھنے کی خاطر فقہائے متاخرین (بعد کے فقہائے کرام) نے یہ فتویٰ دیا کہ ایسی عبادات جن پر دین کی بقاء موقوف ہو (یعنی دین کا باقی رہنے سے ان کا تعلق ہو) ان پر اجرت لینا جائز ہے مثلاً فرض نمازوں کی امامت، موذن، تدریس، قضاء، فتوی دینا۔ البتہ اور وہ عبادات جن پر بقائے دین کا مدار نہیں ان پر اجرت لینا جائز نہیں ہے۔ مثلاً قرآن خوانی، تراویح، وغیرہ[2]

---

1 سنن الترمذی، محولہ سابقا، کتاب فضائل القرآن، الرقم: ۲۹۱۷

2 رد المختار، محولہ سابقا، كِتَابُ الْإِجَارَةِ ،مَطْلَبٌ تَحْرِيرٌ مُهِمٌّ فِي عَدَمِ جَوَازِ الِاسْتِئْجَارِ عَلَى التِّلَاوَةِ وَالتَّهْلِيلِ وَنَحْوِهِ مِمَّا لَا ضَرُورَةَ إلَيْهِ: ۵۵/۶

بَابُ رُقْيَةِ الْعَيْنِ:

باب: نظرِ بد کا دم

عنوان کی وضاحت:

اس باب کا بنیادی مقصد تو نظر بد کا دم سے علاج ہے۔ امام بخاری رحمہ اللہ بتانا چاہتے ہیں کہ جھاڑ پھونک نظر بد میں بھی مؤثر ہے اور اس سلسلے میں انہوں نے دو واضح احادیث کو ذکر کیا ہے۔

نظر بد کی احادیث کتاب الطب میں ذکر کرنے سے ایک پیغام صاحبِ بخاری ہر ایک مسلم طبیب کو دے رہے ہیں کہ غیر محسوس اسبابِ مرض کو بھی پیشِ نظر رکھیں اور صرف ظاہری اور جسمانی امراض پر ہی توجہ نہ رکھیں۔ نظر بد کی تفصیلات اگلے باب میں مستقلا آ رہی ہیں۔

٥٤٠٦ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا، قَالَتْ: "أَمَرَنِي رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَوْ أَمَرَ أَنْ يُسْتَرْقَى مِنَ الْعَيْنِ."

ترجمہ: عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھے حکم دیا کہ نظر بد لگ جانے پر معوذتین سے دم کر لیا جائے۔

٥٤٠٧ عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا "أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَأَى فِي بَيْتِهَا جَارِيَةً فِي وَجْهِهَا سَفْعَةٌ، فَقَالَ: اسْتَرْقُوا لَهَا فَإِنَّ بِهَا النَّظْرَةَ".

ترجمہ: ام سلمہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے ان کے گھر میں ایک بچی دیکھی جس کے چہرے پر کالے دھبے پڑ گئے تھے۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ اس پر دم کرا دو کیونکہ اسے نظر بد لگ گئی ہے۔

تشریح:

اس باب کی اس دوسری حدیث میں نبی کریم ﷺ نے ایک چھوٹی لڑکی پر دم کرنے کا حکم فرمایا اور ساتھ ہی اس کی وجہ بھی ارشاد فرمائی کہ اسے نظر بد لاحق ہوئی ہے۔ نبی کریم ﷺ نے یہ تشخیص کیسے فرمائی؟ ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ اس بچی کا چہرہ ہی سب کچھ بتا رہا تھا اور نبی کریم ﷺ نے اس کے

چہرے کے کالے دھبے دیکھ کر اس کی اصل بیماری کی طرف راہنمائی فرمائی۔ حدیث کے لفظ سَفْعَۃٌ زردی اور سیاہ کو کہتے ہیں۔ آدمی جب کمزور ہوتا ہے اصل رنگ باقی نہیں رہتا، اصل رنگ میں واقع ہونے والی اس زرد یا سیاہ تبدیلی کو سَفْعَۃٌ کہا جاتا ہے[1]۔

1.0 مرض کی تشخیص (Diagnosis) کے نبوی طریقے

کسی مریض کی تشخیص سے متعلق تین مراحل اساسی ہوا کرتے ہیں۔

۱: احوال (History) سن کر تشخیص کرنا

۲: ظاہری حالت دیکھ کر (Physical Inspection) تشخیص کرنا

۳: ہاتھ سے چھو کر (Palpation) مرض کی تشخیص کرنا

نبی کریم ﷺ سے تینوں طریقے ہی ثابت ہیں۔

1.1۔ مریض کے احوال (history) سے مرض کی تشخیص کرنا

اسی کتاب کے باب الدواء بالعسل میں حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ کی روایت گزری کہ ایک آدمی نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ میرے بھائی کو پیٹ (میں اسہال) کی شکایت ہے۔ آپ نے فرمایا کہ اسے شہد پلا دو۔

پھر باب الدواء بالبان الابل میں حضرت انس رضی اللہ عنہ نے روایت کی کہ قبیلہ عرینیہ کے آٹھ آدمی رسول اللہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپ ﷺ سے اسلام پر بیعت کی۔ انہیں (مدینہ کی) آب وہوا موافق نہ آئی اور ان کے بدن کمزور ہو گئے۔ انہوں نے اس بات کی شکایت نبی ﷺ سے کی تو آپ نے فرمایا تم ہمارے

---

1 فتح الباری، محولہ سابقا، کتاب الطب، بَابُ رُقْيَةِ الْعَيْنِ: ۲۰۲/۱۰

چرواہوں کے ساتھ ہمارے اونٹوں میں کیوں نہیں نکل جاتے ان کا پیشاب اور دودھ پیو۔ انہوں نے عرض کیا کیوں نہیں! وہ نکلے اور انہوں نے اونٹوں کا پیشاب اور دودھ پیا اور تندرست ہو گئے۔

مذکورہ واقعات میں آپ ﷺ نے مرض کے احوال سننے کے بعد علاج تجویز فرمایا۔

1.2۔ مریض کی ظاہری حالت دیکھ کر (physical inspection) مرض کی تشخیص کرنا

مریض کے ظاہری احوال، بات چیت کرنے کا انداز، چلنے پھرنے کا طریقہ، چہرے کی رنگت وغیرہ سے بہت سارے امراض کی تشخیص میں معاونت ملتی ہے۔ چنانچہ ایک روایت میں مذکور ہے کہ (ایک مرتبہ) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ پیٹ کے بل لیٹے ہوئے تھے۔ حضور ﷺ نے دریافت فرمایا کیا پیٹ میں درد ہے؟ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا جی ہاں۔[1]

حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ایک شخص کی عیادت کیلئے گیا۔ مریض کی پشت پر ورم (پھوڑا) تھا۔ لوگوں نے دریافت کیا یارسول اللہ ﷺ ! اس کے پیپ بھر گئی ہے (کیا کریں)؟ آپ نے (دیکھ کر) ارشاد فرمایا: بطواعنہ (اس کا آپریشن کردو)۔ چنانچہ حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں (مریض کا) آپریشن کروا رہا تھا اور آپ ﷺ ملاحظہ فرمارہے تھے۔[2]

1.3۔ ہاتھ سے چھو کر (Palpation) مرض کی تشخیص کرنا

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ (ایک مرتبہ) میں بیمار ہو گیا تو رسول اللہ ﷺ میری عیادت کیلئے تشریف لائے۔ آپؐ نے اپنا ہاتھ مبارک میرے سینے پر رکھا یہاں تک کہ میں نے اس کی ٹھنڈک اپنے سینے کے اندر تک محسوس کی۔ پھر آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ تمہیں تو دل کی تکلیف ہے۔[3]

---

1 سنن ابنِ ماجه، محوله سابقا، كتاب الطب، باب الصلاة شفاء، الرقم:۳۴۵۸

2 زادالمعاد، محوله سابقا، فصل في هديه صلى الله عليه و سلم في علاج الأورام والخرجات:۱۰۴/۴

3 سننِ ابى داؤد،محوله سابقا، كتاب الطب، باب فى تمرة العجوة، الرقم:۳۸۷۵

بَابُ الْعَيْنُ حَقٌّ:

باب: نظر بد حق ہے

عنوان کی وضاحت:

نظر بد کے اثرات کے انکاری امام بخاری رحمہ اللہ کے عہد میں بھی موجود تھے۔ اس باب میں انہی کی تردید مستند احادیث سے کی گئی ہے۔

1.0 نظر بد کی حقیقت:

نظر بد ایک حقیقت ہے، جس طرح اللہ تعالی نے بچھو کے ڈنک اور سانپ کے منہ میں زہر رکھا ہے اسی طرح بعض مرتبہ نظروں میں بھی زہریلی اثرات ہوتے ہیں۔ یہ نظر جس گھر، انسان یا مال واسباب کو لگ جاتی ہے اس کو بد حال کر دیتی ہے۔ البتہ جس طرح مضر غذا نقصان دینے میں تقدیرِ الٰہی کی پابند ہے اسی طرح آنکھوں کے مسمریزم بھی خدائی اختیار ہی کے پابند ہوتے ہیں۔

چنانچہ حق تعالیٰ شانہ ارشاد فرماتے ہیں:

وَإِنْ يَكَادُ الَّذِينَ كَفَرُوا لَيُزْلِقُونَكَ بِأَبْصَارِهِمْ لَمَّا سَمِعُوا الذِّكْرَ وَيَقُولُونَ إِنَّهُ لَمَجْنُونٌ

ترجمہ: جن لوگوں نے کفر اپنا لیا ہے جب وہ نصیحت کی یہ بات سنتے ہیں تو ایسا لگتا ہے کہ یہ اپنی (تیز تیز) آنکھوں سے تمہیں ڈگمگا ڈیں گے، اور وہ کہتے ہیں کہ یہ شخص تو دیوانہ ہے۔[1]

مکہ میں ایک شخص نظر لگانے میں بہت مشہور تھا۔ اونٹوں یا جانوروں کو نظر لگا دیتا تو وہ فوراً مر جاتے تھے۔ کفار مکہ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے جانی دشمنی تھی اور ہر طرح کی کوشش آپ کو قتل کرنے اور

---

1 سورۃ القلم، آیت: ۵۱

ایذا پہنچانے کی کیا کرتے تھے۔ ان کو یہ سوجھی کہ اس شخص سے رسول اللہ ﷺ کو نظر لگوائی جائے۔ چنانچہ اس کو بلا کر لائے۔ اس نے نظر بد لگانے کی اپنی کوشش کر لی مگر اللہ تعالیٰ نے آپکی حفاظت فرمائی۔ یہ آیات اسی سلسلے میں نازل ہوئیں اور ان میں اسی نگاہِ بد لگانے کو بیان کیا گیا ہے۔[1]

بیماری کے اسباب جس طرح مادی ہوتے ہیں اسی طرح غیر مادی بھی ہوتے ہیں۔ جس طرح نفسیاتی امراض کے نفسیاتی اسباب ایک مسلمہ حقیقت ہے اسی طرح سے مادی امراض کا لگنا بھی ایک حقیقت ہے۔

2.0 نظرِ بد کا علاج کب کروائیں؟

نظر بد (یا جادُو اور آسیب) کا اثر ہونے کی بہت سی علامات ہو سکتی ہیں، کچھ علامات ایسی ہوتی ہیں جن کا سبب کوئی جسمانی یا نفسیاتی بیماری یا غیر معمولی رویہ بھی ہو سکتا ہے، لہذا ہمیں اچھی طرح سے یہ سمجھ لینا چاہیے کہ کسی پر جسمانی مشکلات نمودار ہونے کی صُورت میں جسمانی طور پر اس کا طبی معاینہ (Medical Checkup) بھی کروایا جائے اور کسی صحیح مستند نفسیاتی طبیب (Psychiatrist) سے بھی اس کا معاینہ کروایا جائے۔ فی الفور اس پر یقین نہیں کر لینا چاہیے کہ نظر ہی لگی ہے، یا کوئی جادُو یا آسیب وغیرہ کا اثر ہو گیا ہے، وھم ایسی خوفناک بیماری ہے جو بہت سی بیماریوں کا سبب بن جاتی ہے اور بسا اوقات انسان کو موت تک لے جاتی ہے

جسمانی، نفسیاتی اور مادی ذرائع تشخیص وعلاج (diagnosis and treatment) کے اختیار کرنے سے پہلے بھی بطور احتیاط ہم روحانی عِلاج شروع کر سکتے ہیں کہ اگر وہ عِلاج اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وسلم کی مقرر کردہ حدود میں ہو گا تو اِن شاء اللہ اس کا کوئی نقصان نہیں، بلکہ فائدہ ہی ہو گا، خواہ وہ شخص واقعتاً نظر بد کا یا کسی جادُو یا کسی آسیب وغیرہ کا شکار ہو یا نہ ہو۔

۵۴۰۸ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: "الْعَيْنُ حَقٌّ وَنَهَى عَنِ الْوَشْمِ۔"

1 معارف القرآن، محولہ سابقا: ۵۳۹/۸، سورۃ القلم، آیت نمبر: ۵۱

ترجمہ: ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل فرماتے ہیں کہ نظر بد لگنا حق ہے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جسم پر گودنے سے منع فرمایا۔

تشریح:

اس حدیث میں نظر بد اور جسم گودوانے (وشم) کو ایک جملے میں ذکر کیا گیا ہے۔ ان دونوں میں مناسبت ہونا ضروری نہیں، ہو سکتا ہے کہ سائل نے دونوں کے بارے میں شرعی مسئلہ پوچھا ہو اور آپ نے دونوں ہی کی شرعی حیثیت بیان کردی۔

3.0 جسم پر ٹیٹو (Tattoo) بنوانا

بعض لوگ اپنے بازو پر یا ہاتھ کی پشت پر اپنا نام یا کوئی ڈیزائن وغیرہ بنواتے ہیں جس کا طریقہ یہ ہوتا ہے کہ بازو یا ہاتھ پر مشین یا سوئی کے ذریعے نام لکھ کر اس میں مخصوص رنگ بھرتے ہیں جس کی وجہ سے کچھ دن بازو یا ہاتھ پر زخم سا بن جاتا ہے، جب وہ زخم ٹھیک ہوتا ہے تو وہ نام یا ڈیزائن واضح ہو جاتا ہے۔ یہ عمل کئی وجوہ سے ناجائز ہے۔

۱۔ اللہ کی تخلیق میں تبدیلی کرنا ہے جو کہ ناجائز اور شیطانی کام ہے۔ چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

ولأمرنهم فليغيرن خلق الله

ترجمہ: (شیطان بولا) میں انہیں حکم دوں گا تو وہ اللہ کی تخلیق میں تبدیلی پیدا کریں گے۔ (سورۃ النساء، آیت 119)

۲۔ اس عمل میں جسم کو گودا جاتا ہے جب کہ بدن گودنے پر حدیث میں لعنت آئی ہے، جس سے معلوم ہوا کہ یہ عمل گناہ کبیرہ ہے۔ چنانچہ حدیث پاک میں ہے:

لَعَنَ اللهُ الْوَاشِمَاتِ، وَالْمُسْتَوْشِمَاتِ، وَالْمُتَنَمِّصَاتِ وَالْمُتَفَلِّجَاتِ لِلْحُسْنِ، الْمُغَيِّرَاتِ خَلْقَ اللهِ تَعَالَى

ترجمہ: اللہ تعالیٰ نے حسن کے لیے گودنے والیوں، گدوانے والیوں پر اور چہرے کے بال اکھاڑنے والیوں پر اور دانتوں کے درمیان کشادگی پیدا کرنے والیوں پر، جو اللہ کی خلقت کو بدلیں ان سب پر لعنت بھیجی ہے۔ [1]

اس حدیث میں لفظ اَلْوَاشِمَاتِ ہے، اس کی شرح محدثین یہ بیان کرتے ہوئے کہ واشمہ وہ عورت جو سوئی وغیرہ کے ذریعہ اپنے اعضاء میں سرمہ یا نیل گودوالے۔

۳۔ اس کے علاوہ ٹیٹو بنانے میں بلاوجہ جسم کو ایذاء دی جاتی ہے اور بلاوجہ شرعی اپنے آپ کو تکلیف پہنچانا گناہ ہے۔ چنانچہ شارحِ بخاری علامہ ابنِ حجر رحمہ اللہ خودکشی کی مذمت پر مبنی حدیث کی تشریح میں لکھتے ہیں کہ اس حدیث سے یہ اصول اخذ کیا جاتا ہے کہ انسان کی اپنے نفس پر زیادتی گناہ ہے جیسا کہ دوسرے پر زیادتی گناہ ہے کیونکہ انسان اپنے نفس کا ہر طرح سے مالک نہیں ہے بلکہ یہ اللہ تعالیٰ کی ملکیت ہے پس اس میں صرف وہی تبدیلی جائز ہے جس کی اجازت دی گئی ہے۔ [2]

---

1 صحيح البخارى، محوله سابقا، كتاب اللباس، باب الْمُتَفَلِّجَاتِ لِلْحُسْنِ، الرقم:٥٥٨٧

2 وَيُؤْخَذ مِنْهُ أَنَّ جِنَايَة الْإِنْسَان عَلَى نَفْسه كَجِنَايَتِهِ عَلَى غَيْره فِي الْإِثْم لِأَنَّ نَفْسه لَيْسَتْ مِلْكًا لَهُ مُطْلَقًا بَلْ هِيَ لِلَّهِ تَعَالَى فَلَا يَتَصَرَّف فِيهَا إِلَّا بِمَا أُذِنَ لَهُ فِيهِ (فتح البارى ، محوله سابقا، كتاب الايمان و النذور ، بَاب مَنْ حَلَفَ بِمِلَّةٍ سِوَى الْإِسْلَام :٥٣٩/١١)

بَابُ رُقْيَةِ الحَيَّةِ وَالْعَقْرَبِ:

باب: سانپ اور بچھو کے کاٹے پر دم

عنوان کی وضاحت:

دم و جھاڑ پھونک کسی بھی بیماری میں کیا جاسکتا ہے، چاہے اس بیماری کی وجہ باطنی ہو جیسے نظر بد کی متاثرہ بیماری کے بارے میں گزشتہ باب کی حدیث میں اس کی اجازت دی گئی تھی۔ یا اس بیماری کا سبب ظاہر ہو جیسے سانپ، بچھو یا کسی بھی زہریلے جانور کے ڈسنا۔ اس باب میں اس دوسری قسم کی بیماریوں میں دم کرنے کی حدیث نقل کی گئی ہے۔

۵۴۰۹ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ الْأَسْوَدِ، عَنْ أَبِيهِ، قَالَ: "سَأَلْتُ عَائِشَةَ عَنِ الرُّقْيَةِ مِنَ الْحُمَةِ، فَقَالَتْ: رَخَّصَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الرُّقْيَةَ مِنْ كُلِّ ذِي حُمَةٍ."

ترجمہ: حضرت عبد الرحمٰن بن اسود کہتے ہیں کہ میرے والد نے عائشہ رضی اللہ عنہا سے زہریلے جانور کے کاٹنے میں جھاڑنے کے متعلق پوچھا تو انہوں نے کہا کہ ہر زہریلے جانور کے کاٹنے میں جھاڑ کرنے کی نبی کریم ﷺ نے اجازت دی ہے۔

بَابُ رُقْيَةِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:

باب: رسول اللہ ﷺ کے دم

عنوان کی وضاحت:

اس باب میں امام بخاری رحمہ اللہ نبی کریم ﷺ سے منقول مختلف دم نقل کر رہے ہیں۔

پہلی حدیث

۵۴۱۰ عَنْ عَبْدِ الْعَزِيزِ، قَالَ: "دَخَلْتُ أَنَا وَثَابِتٌ عَلَى أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، فَقَالَ ثَابِتٌ: يَا أَبَا حَمْزَةَ اشْتَكَيْتُ، فَقَالَ أَنَسٌ: أَلَا أَرْقِيكَ بِرُقْيَةِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: بَلَى، قَالَ: اللَّهُمَّ رَبَّ النَّاسِ مُذْهِبَ الْبَاسِ، اشْفِ أَنْتَ الشَّافِي لَا شَافِيَ إِلَّا أَنْتَ، شِفَاءً لَا يُغَادِرُ سَقَمًا"۔

ترجمہ: عبدالعزیز بن صہیب نے بیان کرتے ہیں کہ میں اور ثابت بنانی انس بن مالک رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ ثابت نے کہا: ابو حمزہ (انس رضی اللہ عنہ کی کنیت) میری طبیعت خراب ہو گئی ہے۔ انس رضی اللہ عنہ نے کہا پھر کیوں نہ میں تم پر وہ دعا پڑھ کر دم کر دوں جسے رسول اللہ ﷺ پڑھا کرتے تھے، ثابت نے کہا کہ ضرور کیجئے۔ انس رضی اللہ عنہ نے اس پر یہ دعا مانگ کر دم کیا:

اللَّهُمَّ رَبَّ النَّاسِ مُذْهِبَ الْبَاسِ، اشْفِ أَنْتَ الشَّافِي لَا شَافِيَ إِلَّا أَنْتَ، شِفَاءً لَا يُغَادِرُ سَقَمًا۔

"اے اللہ! لوگوں کے رب! تکلیف کو دور کر دینے والے! شفاء عطا فرما، تو ہی شفاء دینے والا ہے، تیرے سوا کوئی شفاء دینے والا نہیں، ایسی شفاء عطا فرما کہ بیماری بالکل باقی نہ رہے"۔

1.0 بیماری کا اظہار اور بندگی کے تقاضے

اس حدیث میں حضرت ثابت رضی اللہ عنہ سے حال دریافت کیا گیا اور انہوں نے واضح الفاظ میں بتادیا کہ ان کی طبیعت خراب ہے۔ سوال یہ ہے کہ کیا اپنی بیماری کا اظہار کرنا عبدیت کے خلاف ہے، کیا یہ رب سے شکوہ ہے؟ اس بارے میں دارالعلوم دیوبند کے بانی حضرت مولانا قاسم نانوتوی رحمہ اللہ کے صاحبزادے حضرت مولانا محمد احمد (والدِ ماجد حضرت قاری طیب صاحب) رحمہ اللہ کے حالات سے اہم راہنمائی ملتی ہے۔

"سوانح نگاروں نے لکھا ہے کہ حافظ صاحب جب بیمار ہوتے تو بعض اوقات تو معمولی سی بیماری پر بہت زیادہ کرّاہ اور ہائے ہائے اور اظہار درد وتکلیف ہوتا تھا اور بعض دفعہ بڑے بڑے مرضوں کے حملے ہوئے اور بالکل خاموش رہتے، عرصہ کے بعد پتہ چلتا کہ فلاں بیماری شدید آئی تھی، جو چلی بھی گئی ہے، اور کبھی دوا کا اہتمام فرماتے ورنہ عام حالات میں دوا بالکل نہیں کرتے تھے۔

ایک دن معمولی سی بیماری میں کراہنے کا سلسلہ جاری تھا تو کسی نے ڈرتے ڈرتے عرض کیا کہ غیر معمولی طور پر یہ کرّاہنا توکل یا رضا بالقضاء (اللہ تعالی کے فیصلے پر رضامندی) کے خلاف تو نہیں؟ تو ہنس کر فرمایا، نالائق ہمیں نصیحت کرنے کیلئے بیٹھا ہے، اور پھر فرمایا کہ بیٹھ جاؤ، اور فرمایا کہ میں نے اپنے تین بزرگوں کو دیکھا ہی نہیں بلکہ برتا ہے۔ میرے پیر مرشد حضرت اقدس حاجی امداداللہ، میرے والد ماجد حضرت نانوتوی اور میرے سرپرست اور مربی حضرت رشید احمد گنگوہی رحمہم اللہ۔ بیماری کے معاملہ میں ان تینوں کے تین الگ ہی حال تھے۔

حضرت حاجی صاحب رحمہ اللہ کا تو یہ حال تھا کہ معمولی سی بیماری بھی آجاتی تو کرّاہ سے مکان سر پر اٹھالیتے، بعض خدام نے عرض کیا کہ حضرت یہ عبدیت کے منافی تو نہیں؟ فرمایا کہ کیا میں اللہ کے سامنے بہادر بنوں؟ کہ آپ کا ہر ابتلاء اور امتحان برداشت کرنے کی طاقت مجھ میں ہے۔ اور میں ہر آزمائش کو اٹھاسکتا ہوں۔ فرمایا بندگی کا تقاضا یہ ہے کہ معمولی سی معمولی ابتلاء میں بھی اپنا ضعف اور عجز بے چارگی آدمی ظاہر کردے اور عرض کردے کہ یا اللہ میں تو بہت کمزور اور ضعیف بندہ ہوں مجھ میں تیری آزمائش اٹھانے کی طاقت کہاں۔ یہی عبدیت ہے۔

حضرت والد ماجد مولانا نانوتوی رحمہ اللہ کا یہ حال تھا کہ بڑی سے بڑی بیماری آجاتی تو کسی کو پتہ نہ دیتے۔ اس قدر ضبط و تحمل ہوتا تھا کہ کسی کو بیماری کا احساس بھی نہیں ہو سکتا تھا۔ مہینوں میں اتفاقیہ اگر باتوں باتوں میں حضرت ہی کی زبان سے کبھی اظہار ہو گیا تو پتہ چل جاتا تھا کہ کسی شدید مرض کا حملہ ہوا تھا۔ ان سے عرض کیا گیا کہ آپ بیماری ظاہر کر دیتے تو کچھ نہ کچھ ضروری درجہ کی علاج کی تدبیر ہو سکتی تھی۔ فرمایا، حق تعالیٰ کی طرف سے جو کچھ بھی آئے اسے تسلیم و رضا کے ساتھ قبول کرنا چاہئے اور گردن جھکا دینی چاہئے کہ۔ "ہر چہ از دوست می رسد کو راست"۔ یہ عبدیت اور فنا ہے کہ کچھ بھی ہو آدمی اف تک نہ کرے اور معاملہ حق تعالیٰ کے سپرد کر دے، جو کچھ کہے ان سے کہے۔

حضرت گنگوہی رحمہ اللہ کا بیماری میں یہ حال تھا کہ نہ تو کوستے نہ کرّاہتے، نہ ساکت رہتے بلکہ علاج کی طرف توجہ زیادہ ہوتی اور اہتمام ہوتا کہ طبیب کو بلاؤ، دوا کا اہتمام کرو اور پرہیز یہ ہونا چاہئے اور غذا فلاں ہونی چاہئے، اور فرماتے کہ بیماری میں علاج کا اہتمام سنت ہے اور سنت کی پیروی ہی مقام عبدیت ہے کہ آدمی اپنا طبعی جذبہ چھوڑ کر شریعت کے احکامات کی پیروی کرے کہ یہی بندگی اور مقام عبدیت کا تقاضا ہے۔

غرض بندگی اور عبدیت کی مختلف شکلیں نکلیں۔ یہی بندگی اور عبدیت ایک جگہ اظہار ضعف و بیچارگی کی شکل میں نمایاں ہوئی اور ایک جگہ تفویض اور تسلیم و تربیت کی شکل میں ظاہر ہوئی اور ایک جگہ اتباعِ سنت اور پیروی شریعت کی صورت میں کھلی اور تینوں رنگ بلاشبہہ اپنی اپنی جہت سے عبدیت ہی کے ہیں۔

حضرت حافظ صاحب نے یہ تین واقعے سنا کر فرمایا کہ جب میں بیمار ہوتا ہوں تو کبھی تو حضرت مرشد صاحب کے حال کی پیروی کرتا ہوں، کبھی اپنے قبلہ والدِ ماجد کے حال کی اور کبھی اپنے مربی اور استاذ حضرت گنگوہی کے حال کی اور یہ تینوں حال چونکہ عبدیت کے ہیں اسی لئے میں کسی حال کی پیروی میں رضا بالقضاء سے الگ نہیں ہوتا۔[1]

---

1 علمائے دیوبند کے آخری لمحات (لاہور، عمر پبلکیشنز)، ابو محمد ثناء اللہ سعد: ۳٦/۱

2.0 ادویہ کے ضمنی اثرات (side effects) شرعاً بھی ناپسندیدہ ہیں

اس باب کی مرکزی حدیث میں نبی کریم ﷺ اپنے رب سے ایسی شفا طلب کر رہے ہیں جس کے بعد بیماری بالکل باقی نہ رہے۔ یعنی نہ تو بیماری کسی درجے میں باقی رہے اور نہ ہی وہ بیماری جاتے جاتے کسی دوسری بیماری کو اپنا نائب بنا جائے۔ اس میں ڈاکٹر اور ماہرِ ادویات کے لیے طبع آزمائی کا عمدہ میدان ہے کہ ایسی ادویہ ایجاد کی جائیں اور صرف انہی دوائیوں کو تجویز کیا جائے جس کے ضمنی اثرات (side effects) بالکل یا قریب قریب نہ ہوں۔ مادی فوائد کے حصول کی غرض سے بلاوجہ اتنی دوائیاں تجویز نہیں کرنی چاہیے جس سے مریض کا بدن بیماریوں کی آماجگاہ اور جراثیم کا میدانِ جنگ بن جائے۔

اس حدیث میں مریضوں کے لیے بھی ہدایات ہیں کہ علاج کے انتخاب میں احتیاط برتی جائے۔ اکثر ادویہ کا کوئی نہ کوئی سائیڈ افیکٹ ضرور ہوتا ہے، اس لیے جب تک ضروری نہ ہو، دوا نہیں کھانی چاہیے، اور وہ بھی ماہر ڈاکٹر کی تجویز کردہ ہی ہونی چاہیے۔ صحیح وقت پر صحیح دوا جہاں ہماری جان بچاتی ہے وہیں اس کا غلط یا بے جا استعمال مزید بیماریوں کا سبب بھی بن جاتا ہے۔

مثلاً درد اکثر بیماریوں میں ایک مشترکہ شکایت ہوتی ہے، جسکے ازالے کے لیے درد کش (pain killers) ادویات کا استعمال کیا جاتا ہے، لیکن ان میں مضر ضمنی اثرات (side effects) بھی ہوتے ہیں۔ لہٰذا ان کا غیر ضروری یا طویل استعمال فائدہ کے بجائے نقصان کا ذریعہ بھی بن سکتا ہے۔ انہی درد کش (pain killers) ادویات میں NSAIDs کا عموماً سب سے زیادہ استعمال کیا جاتا ہے۔ تاہم ماہرین کے مطابق ان کے غیر ضروری یا طویل استعمال سے کئی نقصان دہ اثرات لاحق ہونے کا خطرہ ہوتا ہے، جیسے بلڈ پریشر، دل کی بیماریاں، گردے کی خرابی، السر اور ان سے خون کا جاری ہونا۔ ان خطرات و خدشات کا اظہار امریکی شعبہ صحت وانسانی خدمات کے ادارہ Food and Drug Administration (FDA) نے اپنی حالیہ رپورٹ میں کیا ہے۔[1]

[1] Medication Guide for Non-Steroidal Anti-Inflammatory Drugs (NSAIDs),Source: https://www.fda.gov/downloads/drugs/drugsafety/postmarketdrugsafetyinformationforpatientsandproviders/ucm106241.pdf

درد کش (pain killers) ادویات کی ایک معروف قسم OPIODs کہلاتی ہیں۔ ان کے نقصان دہ اثرات میں سب سے خطرناک اثر نشہ کا عادی ہو جانا ہے جو بسا اوقات جان لیوا بھی ثابت ہوتا ہے۔ امریکہ ہی کے شعبہ صحت وانسانی خدمات کی رپورٹ نے انکشاف کیا کہ ڈاکٹرز کے بلاضرورت وبے جا ان دوائیوں کے تجویز کرنے کی وجہ سے امریکہ میں اس کے نشہ کا تناسب بڑھ گیا ہے جسکی شدت کی وجہ سے اسے National Opioids Crisis کا عنوان دیا گیا ہے۔[1]

دوسری حدیث

۵۴۱۱ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا "أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُعَوِّذُ بَعْضَ أَهْلِهِ يَمْسَحُ بِيَدِهِ الْيُمْنَى، وَيَقُولُ: اللَّهُمَّ رَبَّ النَّاسِ، أَذْهِبِ الْبَاسَ اشْفِهِ وَأَنْتَ الشَّافِي، لَا شِفَاءَ إِلَّا شِفَاؤُكَ، شِفَاءً لَا يُغَادِرُ سَقَمًا"

ترجمہ: عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ اپنے گھر کے بیماروں کے لیے پناہ کی دعا مانگتے، اور اپنا داہنا ہاتھ پھیرتے اور یہ دعا مانگتے:

اللَّهُمَّ رَبَّ النَّاسِ، أَذْهِبِ الْبَاسَ اشْفِهِ وَأَنْتَ الشَّافِي، لَا شِفَاءَ إِلَّا شِفَاؤُكَ، شِفَاءً لَا يُغَادِرُ سَقَمًا۔

”اے اللہ! لوگوں کے پالنے والے! تکلیف کو دور کر دے، اسے شفاء دیدے تو ہی شفاء دینے والا ہے۔ تیری شفاء کے سوا کوئی شفاء نہیں، ایسی شفاء دے کہ کسی قسم کی بیماری باقی نہ رہ جائے“۔

تیسری حدیث

۵۴۱۲ عَنْ عَائِشَةَ أَنّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ "كَانَ يَرْقِي يَقُولُ امْسَحْ الْبَاسَ رَبَّ النَّاسِ بِيَدِكَ الشِّفَاءُ لَا كَاشِفَ لَهُ إِلَّا أَنْتَ.

[1] https://www.hhs.gov/opioids/

ترجمہ: عائشہ رضی اللہ عنہا روایت کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ دم کیا کرتے تھے اور یہ دعا مانگتے تھے: امْسَحْ الْبَاسَ رَبَّ النَّاسِ بِيَدِكَ الشِّفَاءُ لَا كَاشِفَ لَهُ إِلَّا أَنْتَ. " تکلیف کو دور کر دے، اے لوگوں کے پالنہار! تیرے ہی ہاتھ میں شفاء ہے، تیرے سوا تکلیف کو دور کرنے والا کوئی اور نہیں ہے۔"

چوتھی حدیث:

۵۴۱۳ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا، أَنّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَقُولُ لِلْمَرِيضِ "بِسْمِ اللَّهِ تُرْبَةُ أَرْضِنَا بِرِيقَةِ بَعْضِنَا يُشْفَى سَقِيمُنَا بِإِذْنِ رَبِّنَا."

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی کریم ﷺ مریض کے لیے یہ دعا مانگتے تھے: بِسْمِ اللهِ تُرْبَةُ أَرْضِنَا بِرِيقَةِ بَعْضِنَا يُشْفَى سَقِيمُنَا بِإِذْنِ رَبِّنَا "اللہ کے نام کی مدد سے ہماری زمین کی مٹی ہم میں سے کسی کے تھوک کے ساتھ تاکہ ہمارا مریض شفاء پائے ہمارے رب کے حکم سے"۔

پانچویں حدیث

۵۴۱۴ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: "كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ فِي الرُّقْيَةِ: "تُرْبَةُ أَرْضِنَا، وَرِيقَةُ بَعْضِنَا يُشْفَى سَقِيمُنَا بِإِذْنِ رَبِّنَا."

ترجمہ: عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ دم کرتے وقت یہ دعا مانگا کرتے تھے: "تُرْبَةُ أَرْضِنَا، وَرِيقَةُ بَعْضِنَا يُشْفَى سَقِيمُنَا بِإِذْنِ رَبِّنَا." "ہماری زمین کی مٹی اور ہمارا بعض تھوک ہمارے رب کے حکم سے ہمارے مریض کو شفاء ہو"۔

تشریح:

امام نووی رحمہ اللہ نے لکھا ہے کہ نبی کریم ﷺ کے اس دم کا طریقہ یہ تھا آپ انگوٹھے کے برابر والی انگلی سے لعاب مبارک (اپنا تھوک) لیتے، پھر اسے مٹی میں رکھتے اور مٹی لگ جانے کے بعد اس انگلی کو مریض کے زخم یا درد والی جگہ رکھ کر یہ دعائیہ کلمات ارشاد فرماتے۔[1]

اس ترکیب میں جسمانی اور ذہنی دونوں ہی علاج معالجہ کے اصول اپنائے گئے ہیں۔ مٹی کی تاثیر ٹھنڈی ہوتی ہے اس لیے اس سے زخم و درد ٹھیک ہو جاتا ہے اور زخم خشک ہونے لگتا ہے، اسی طرح لعاب میں بھی یہی خصوصیت ہے۔ اسی طرح زمین کی مٹی سے فطرتِ انسانی کی طرف اشارہ ہے اور لعاب سے نطفہ کی طرف اشارہ ہے، گویا زبانِ حال سے کہا جارہا ہے کہ اے اللہ تونے اس بندے کی اصل مٹی سے بنائی، پھر اس کی بنیاد معمولی پانی سے بنائی، آپ کے لیے اس شفا دینے میں کوئی مشکل نہیں، لہذا اسے شفایاب کر دیجیے۔[2]

3.0 مٹی و تھوک سے مسنون علاج اور جدید سائنس

موجودہ سائنس نے بھی انسانی تھوک میں موجود بعض ایسے مادوں کی نشاندہی کی ہے جو زخموں کے جلد ٹھیک ہونے میں مددگار ہوتے ہیں۔ اس سلسلے میں دو سائنسی مضامین سے اقتباسات درجِ ذیل ہیں:

۲۰۰۸ کی ایک رپورٹ میں یوں انکشاف کیا گیا ہے:

A report by scientists from the Netherlands identifies a compound in human saliva that greatly speeds wound healing. This research may offer hope to people suffering from chronic wounds related to diabetes and other disorders, as well as traumatic injuries and burns. In addition, because the

---

1 شرح النووی علی الصحیح لمسلم، محوله سابقا، کتاب السلام، باب استحباب الرقیة من العین والنملة والحمة والنظرة:۱۸۴/۱۴

2 کشف الباری عمّا فی صحیح البخاری، محولہ سابقہ، کتاب الطب، بَابُ رُقْيَةِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:۷۸

compounds can be mass produced, they have the potential to become as common as antibiotic creams and rubbing alcohol.[1]

جبکہ ۲۰۱۷ میں شائع ہونے والے ایک مضمون میں یہ لکھا گیا ہے:

Prof Vicente Torres, of the Institute for Research in Dental Sciences at the University of Chile, Santiago, said: "These findings open new alternatives to better understand the biology underlying the differences between oral and skin wound healing.

"We believe the study could help the design of better approaches to improve wound healing in tissues other than the mouth."

The research published in The FASEB (Federation of American Societies for Experimental Biology) Journal revealed the salivary protein histatin-1 aids wound healing.

Prof Torres and colleagues made the breakthrough by delving into the mystifying fact mouth wounds mend better and quicker.[2]

اسی طرح مٹی کے اندر بعض ایسے جراثیم کا انکشاف ہوا ہے جو قوتِ مدافعت بڑھانے اور انسانی مزاج کو خوش گوار بنانے میں مددگار ہوتے ہیں۔ اس سلسلے میں بی بی سی کی 2007 میں شائع شدہ ایک رپورٹ میں یوں تبصرہ کیا گیا ہے:

Exposure to dirt may be a way to lift mood as well as boost the immune system, UK scientists say.

Lung cancer patients treated with "friendly" bacteria normally found in the soil have anecdotally reported improvements in their quality of life.

Mice exposed to the same bacteria made more of the brain's "happy" chemical serotonin, the Bristol University authors told the journal Neuroscience.[3]

---

[1]Licking Your Wounds: Scientists Isolate Compound In Human Saliva That Speeds Wound Healing,Federation of American Societies for Experimental Biology, Source: https://www.sciencedaily.com/releases/2008/07/080723094841.htm

[2]"HumanSalivaHealingQualitiesChemicalHelps RecoveryProcess", Source: https://www.express.co.uk/life-style/health/838582/Human-saliva-healing-qualities-chemical-helps- recovery-process

[3]"Dirt exposure 'boosts happiness" Source:http://news.bbc.co.uk/2/hi/health/6509781.stm

بَابُ النَّفْثِ فِي الرُّقْيَةِ:

باب: دم کرتے ہوئے تھتکارنا

عنوان کی وضاحت:

اس باب میں امام المحدثین نے جھاڑنے اور دم کرنے کی کیفیت کو ذخیرہ احادیث سے ڈھونڈ کر امت کے سامنے پیش کر رہے ہیں۔ دم کرتے ہوئے آدمی پھونکتا ہے اس پھونک کے ساتھ بسا اوقات لعاب کے تھوڑے سے ذرات شامل ہوتے ہیں۔ اردو میں اسے تھتھکارنا اور عربی میں نفث کہتے ہیں[1]۔ درج ذیل تینوں روایات میں اسی عمل کا تذکرہ مقصود ہے۔

۵۴۱۵ سَمِعْتُ أَبَا قَتَادَةَ، يَقُولُ: سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، يَقُولُ: "الرُّؤْيَا مِنَ اللهِ، وَالْحُلْمُ مِنَ الشَّيْطَانِ، فَإِذَا رَأَى أَحَدُكُمْ شَيْئًا يَكْرَهُهُ، فَلْيَنْفِثْ حِينَ يَسْتَيْقِظُ ثَلاثَ مَرَّاتٍ، وَيَتَعَوَّذْ مِنْ شَرِّهَا فَإِنَّهَا لَا تَضُرُّهُ"، وَقَالَ أَبُو سَلَمَةَ: وَإِنْ كُنْتُ لَأَرَى الرُّؤْيَا أَثْقَلَ عَلَيَّ مِنَ الْجَبَلِ، فَمَا هُوَ إِلَّا أَنْ سَمِعْتُ هَذَا الْحَدِيثَ فَمَا أُبَالِيهَا.

ترجمہ: **ابو قتادہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا کہ بیشک اچھا خواب اللہ کی طرف سے ہوتا ہے، اور برا خواب شیطان کی طرف سے ہوتا ہے اس لیے جب تم میں سے کوئی شخص کوئی ایسا خواب دیکھے جو ناپسندیدہ ہو تو جاگتے ہی تین مرتبہ بائیں طرف تھو تھو کرے اور اس خواب کی برائی سے اللہ کی پناہ مانگے، اس طرح خواب کا اسے نقصان نہیں ہو گا۔ ابو سلمہ کہتے ہیں کہ پہلے بعض خواب مجھ پر پہاڑ سے بھی زیادہ بھاری ہوتے تھے، جب سے میں نے یہ حدیث سنی، اب مجھے کوئی پرواہ نہیں ہوتی۔**

---

1 کشف الباری، محولہ سابقہ، کتاب الطب: ۷۹

۵۴۱۶ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا، قَالَتْ: "كَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا أَوَى إِلَى فِرَاشِهِ نَفَثَ فِي كَفَّيْهِ، قُلْ هُوَ اللهُ أَحَدٌ، وبالمعوذتين ، جَمِيعًا، ثُمَّ يَمْسَحُ بِهِمَا وَجْهَهُ، وَمَا بَلَغَتْ يَدَاهُ مِنْ جَسَدِهِ سُوَرَةُ، قَالَتْ عَائِشَةُ: فَلَمَّا اشْتَكَى كَانَ يَأْمُرُنِي أَنْ أَفْعَلَ ذَلِكَ بِهِ،

ترجمہ: عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ جب اپنے بستر پر آرام فرمانے کے لیے لیٹتے تو اپنی دونوں ہتھیلیوں پر سورہ اخلاص، سورۃ الفلق اور سورۃ الناس سب پڑھ کر تھتکارتے ، پھر دونوں ہاتھوں کو اپنے چہرہ پر اور جسم کے جس حصہ تک ہاتھ پہنچ پاتا پھیرتے۔ عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ پھر جب آپ بیمار ہوتے تو آپ مجھے اسی طرح کرنے کا حکم دیتے تھے۔

۵۴۱۷ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ: "أَنَّ رَهْطًا مِنْ أَصْحَابِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ انْطَلَقُوا فِي سَفْرَةٍ سَافَرُوهَا حَتَّى نَزَلُوا بِحَيٍّ مِنْ أَحْيَاءِ الْعَرَبِ، فَاسْتَضَافُوهُمْ، فَأَبَوْا أَنْ يُضَيِّفُوهُمْ، فَلُدِغَ سَيِّدُ ذَلِكَ الْحَيِّ، فَسَعَوْا لَهُ بِكُلِّ شَيْءٍ لَا يَنْفَعُهُ شَيْءٌ، فَقَالَ بَعْضُهُمْ: لَوْ أَتَيْتُمْ هَؤُلَاءِ الرَّهْطَ الَّذِينَ قَدْ نَزَلُوا بِكُمْ لَعَلَّهُ أَنْ يَكُونَ عِنْدَ بَعْضِهِمْ شَيْءٌ، فَأَتَوْهُمْ، فَقَالُوا: يَا أَيُّهَا الرَّهْطُ إِنَّ سَيِّدَنَا لُدِغَ، فَسَعَيْنَا لَهُ بِكُلِّ شَيْءٍ لَا يَنْفَعُهُ شَيْءٌ، فَهَلْ عِنْدَ أَحَدٍ مِنْكُمْ شَيْءٌ، فَقَالَ بَعْضُهُمْ: نَعَمْ وَاللهِ إِنِّي لَرَاقٍ، وَلَكِنْ وَاللهِ لَقَدِ اسْتَضَفْنَاكُمْ فَلَمْ تُضَيِّفُونَا، فَمَا أَنَا بِرَاقٍ لَكُمْ حَتَّى تَجْعَلُوا لَنَا جُعْلًا، فَصَالَحُوهُمْ عَلَى قَطِيعٍ مِنَ الْغَنَمِ، فَانْطَلَقَ فَجَعَلَ يَتْفُلُ وَيَقْرَأُ الْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ سورة الفاتحة آية 2، حَتَّى لَكَأَنَّمَا نُشِطَ مِنْ عِقَالٍ، فَانْطَلَقَ يَمْشِي مَا بِهِ قَلَبَةٌ، قَالَ: فَأَوْفَوْهُمْ جُعْلَهُمُ الَّذِي صَالَحُوهُمْ عَلَيْهِ، فَقَالَ بَعْضُهُمْ: اقْسِمُوا، فَقَالَ الَّذِي رَقَى: لَا تَفْعَلُوا حَتَّى نَأْتِيَ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَنَذْكُرَ لَهُ الَّذِي كَانَ، فَنَنْظُرَ مَا يَأْمُرُنَا، فَقَدِمُوا عَلَى رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَذَكَرُوا لَهُ، فَقَالَ: وَمَا يُدْرِيكَ أَنَّهَا رُقْيَةٌ أَصَبْتُمُ اقْسِمُوا وَاضْرِبُوا لِي مَعَكُمْ بِسَهْمٍ ."

ترجمہ: ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے چند صحابہ ایک سفر کے لیے روانہ ہوئے۔ راستے میں انہوں نے عرب کے ایک قبیلہ میں پڑاؤ کیا اور چاہا کہ قبیلہ والے ان کی مہمانی کریں لیکن انہوں نے انکار کیا۔ پھر اس قبیلہ کے سردار کو بچھو نے کاٹ لیا اسے اچھا کرنے کی ہر طرح کی کوشش انہوں نے کر ڈالی

لیکن کسی سے کچھ فائدہ نہیں ہوا۔ آخر انہیں میں سے کسی نے کہا کہ یہ لوگ جنہوں نے تمہارے قبیلہ میں پڑاؤ کر رکھا ہے ان کے پاس بھی چلو، ممکن ہے ان میں سے کسی کے پاس کوئی علاج ہو۔ چنانچہ وہ صحابہ کے پاس آئے اور کہا لوگو! ہمارے سردار کو بچھو نے کاٹ لیا ہے ہم نے ہر طرح کی بہت کوشش اس کے لیے کر ڈالی لیکن کسی سے کوئی فائدہ نہیں ہوا کیا تم لوگوں میں سے کسی کے پاس اس کے لیے علاج ہے؟ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے ایک صاحب (ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ) نے کہا کہ ہاں واللہ میں جھاڑنا جانتا ہوں لیکن ہم نے تم سے کہا تھا کہ ہماری مہمانی کرو، تو تم نے انکار کر دیا تھا اس لیے میں بھی اس وقت تک نہیں جھاڑوں گا جب تک تم میرے لیے اس کا بدلہ نہ طے کر دو۔ چنانچہ ان لوگوں نے کچھ بکریوں پر معاملہ کر لیا۔ اب یہ صحابی روانہ ہوئے۔ یہ تھتکارتے اور سورۃ الفاتحہ پڑھتے جاتے۔ اس کی برکت سے وہ ایسا ہو گیا جیسے اس کی رسی کھل گئی ہو اور وہ اس طرح چلنے لگا جیسے اسے کوئی تکلیف ہی نہ رہی ہو۔ پھر وعدہ کے مطابق قبیلہ والوں نے ان صحابی کی اجرت ادا کر دی۔ بعض لوگوں نے کہا کہ ان کو تقسیم کر لو لیکن جنہوں نے جھاڑا تھا انہوں نے کہا کہ ابھی نہیں، پہلے ہم رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوں پوری صورت حال آپ کے سامنے بیان کر دیں پھر دیکھیں نبی کریم ﷺ ہمیں کیا حکم فرماتے ہیں۔ چنانچہ سب لوگ نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ سے اس کا ذکر کیا آپ ﷺ نے فرمایا کہ تمہیں کیسے معلوم ہو گیا تھا کہ اس سے دم کیا جا سکتا ہے؟ اچھا جاؤ ان کو تقسیم کر لو اور میرا بھی اپنے ساتھ ایک حصہ لگاؤ۔

بَابُ مَسْحِ الرَّاقِي الْوَجَعَ بِيَدِهِ الْيُمْنَى:

باب: بیمار پر دم کرتے وقت درد کی جگہ پر داہنا ہاتھ پھیرنا

عنوان کی وضاحت:

شرعی دم کی مسنون تعلیمات کی احادیث کے سلسلے کو جاری رکھتے ہوئے امام بخاری رحمہ اللہ اس باب میں اس کا مسنون طریقہ بھی نقل کر رہے ہیں کہ نبی کریم ﷺ دم کرتے ہوئے متاثرہ حصہ پر ہاتھ بھی پھیرتے تھے۔

۵۴۱۸ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا قَالَتْ: "كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُعَوِّذُ بَعْضَهُمْ يَمْسَحُهُ بِيَمِينِهِ أَذْهِبْ الْبَاسَ رَبَّ النَّاسِ وَاشْفِ أَنْتَ الشَّافِي، لَا شِفَاءَ إِلَّا شِفَاؤُكَ، شِفَاءً لَا يُغَادِرُ سَقَمًا"-

ترجمہ: **عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ اپنے گھر کے لوگوں پر دم کرتے وقت اپنا داہنا ہاتھ پھیرتے (اور یہ دعا مانگتے تھے): أَذْهِبْ الْبَاسَ رَبَّ النَّاسِ وَاشْفِ أَنْتَ الشَّافِي، لَا شِفَاءَ إِلَّا شِفَاؤُكَ، شِفَاءً لَا يُغَادِرُ سَقَمًا" تکلیف کو دور کر دے اے لوگوں کے رب! اور شفاء دے، تو ہی شفاء دینے والا ہے، شفاء وہی ہے جو تیری طرف سے ہو ایسی شفاء کہ بیماری ذرا بھی باقی نہ رہ جائے۔**

1.0 مزاج پرسی کا مسنون انداز

مریض کے جسم پر ہاتھ رکھنا یہ صرف دم کرنے کی ہی سنت نہیں بلکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا مزاج پرسی کا مستقل انداز ہے۔ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں مکہ مکرمہ میں شدید بیمار پڑ گیا، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم میری عیادت کیلئے تشریف لائے۔ آپ نے اپنا ہاتھ میری پیشانی پر رکھا اور میرے منہ اور پیٹ پر پھیرا پھر دعا کی « اللَّهُمَّ اشْفِ سَعْدًا وَأَتْمِمْ لَهُ هِجْرَتَهُ » اے اللہ! سعد کو شفاء عطا فرما اور اس کی ہجرت کو مکمل فرمادے۔ اس کے بعد سے آج تک جب خیال کرتا ہوں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دست مبارک کی ٹھنڈک اپنے جگر میں محسوس کرتا ہوں۔[1]

---

1 صحیح البخاری، محولہ سابقا، کتاب المرضی، باب وَضْعِ الْيَدِ عَلَى الْمَرِيضِ، الرقم: ۵۳۳۵

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب کسی بیمار کی عیادت فرماتے تو اپنا ہاتھ جسم کے اس حصہ پر رکھتے جہاں تکلیف ہوتی۔[1]

حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا مریض کی پیشانی یا فرمایا اس کے ہاتھ پر ہاتھ رکھنا اور اس سے اس کی کیفیت دریافت کرنا مکمل عیادت ہے۔[2]

تاہم اس میں مریض کے مزاج کی رعایت رکھنی ضروری ہے۔ ہر شخص کے لیے مناسب نہیں کہ وہ مریض کے سر پر ہاتھ رکھے کیونکہ اس سے بسا اوقات مریض کو تکلیف بھی ہوتی ہے۔ ہاں اگر وہ خود رکھنے کو کہے یا رشتہ ایسی نیاز مندی کا ہو تو ہاتھ رکھ لینا اچھا ہے۔

1.1 مریض کے جسم پر ہاتھ رکھنے کے فوائد

مریض کے جسم پر ہاتھ رکھنی کی افادیت جدید سائنس میں بھی بیان کی گئی ہے، جسکے مطابق ہاتھ رکھنے سے نہ صرف مریض کو تسلی ہوتی ہے بلکہ اس کے متعدد جسمانی مفید اثرات بھی ہیں، جیسے قوتِ مدافعت کا بڑھنا اور بیماری کا گھٹنا۔

مشہور برطانوی اخبار Independent میں ۲۰۰۶ کی ایک رپورٹ میں انہی فوائد کو درجِ ذیل الفاظ میں بیان کیا گیا ہے:

Touch, a key component of traditional healing, is being increasingly studied in mainstream medicine, with some trials showing symptom benefits in a number of areas, from asthma and high blood pressure to migraine and childhood diabetes. Other research findings hint that not only does touch lower stress levels, but that it can boost the immune system and halt or slow the progress of disease.[3]

---

1 مجمع الزوائد ومنبع الفوائد، محوله سابقا، كتاب الجنائز، باب عيادة المريض، الرقم: ۳۷۸۰

2 سنن الترمذي، محوله سابقا، كتاب الاستئذان، باب ما جاء في المصافحة، الرقم: ۲۷۳۱

3 Roger Dobson , how the power of touch reduces pain and even fights disease, Source: http://www.independent.co.uk/life-style/health-and-families/health-news/how-the-power-of-touch-reduces-pain-and-even-fights-disease-419462.html

بَابٌ فِي الْمَرْأَةِ تَرْقِي الرَّجُلَ:

باب: عورت مرد پر دم کر سکتی ہے

عنوان کی وضاحت:

امام بخاری رحمہ اللہ ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ دم صرف مردوں کے ساتھ خاص نہیں بلکہ عورت بھی اپنے محرم مرد پر دم کر سکتی ہے۔ دلیل میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا نبی کریم ﷺ پر معوذتین پڑھ کر دم کرنا نقل کیا ہے۔

۵۴۱۹ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا "أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَنْفِثُ عَلَى نَفْسِهِ فِي مَرَضِهِ الَّذِي قُبِضَ فِيهِ بِالْمُعَوِّذَاتِ، فَلَمَّا ثَقُلَ، كُنْتُ أَنَا أَنْفِثُ عَلَيْهِ بِهِنَّ فَأَمْسَحُ بِيَدِ نَفْسِهِ لِبَرَكَتِهَا"

ترجمہ: عائشہ رضی اللہ عنہا بتاتی ہیں کہ نبی کریم ﷺ اپنے مرض وفات میں معوذات پڑھ کر پھونکتے تھے۔ پھر جب آپ کے لیے یہ دشوار ہو گیا تو میں آپ پر دم کیا کرتی تھی اور برکت کے لیے نبی کریم ﷺ کا ہاتھ آپ کے جسم پر پھیرتی تھی۔

تشریح:

بلاشبہ خدمت گزار بیوی شوہر کے جسمانی علاج کے ساتھ ساتھ اس کے روحانی علاج کی بھی فکر کرتی ہے اور مسنون کلمات کے ذریعے اس پر دم بھی کرتی ہے۔

1.0 شوہر کی تیمارداری کی عظیم مثالیں:

اُم المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے جناب اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے مرض الوفات میں آپ کی عیادت اور تیمارداری جس شوق، رغبت، محبت اور عقیدت واحترام کے ساتھ کی وہ انہی کا خاصہ تھی جس کا تفصیلی تذکرہ کتب سیر میں ملتا ہے۔

اسی طرح حضرت ایوب علیہ السلام کو حق تعالیٰ شانہ نے ابتدا میں مال ودولت اور جائیداد شاندار مکانات، سواریاں، اولاد اور حشم وخدم بہت کچھ عطا فرمایا تھا، پھر اللہ تعالیٰ نے ان کو پیغمبرانہ آزمائش میں مبتلا کیا، یہ سب چیزیں ان کے ہاتھ سے جاتی رہیں۔ صرف ان کی بیوی ان کی خبر گیری کرتی تھیں جو حضرت یوسف علیہ السلام کی بیٹی یا پوتی تھیں جن کا نام ''لیا'' بتلایا جاتا ہے۔ ان کی زوجہ محترمہ رحمہا اللہ تعالی محنت مزدوری کرکے اپنے اور ان کیلئے روزی اور ضروریات فراہم کرتی اور ان کی خدمت کرتی تھیں۔ سات سال چند ماہ اسی حال میں گزرے اور یہ اللہ کی بندی دن رات ان کی خبر گیری کرتی رہی۔[1]

قبیلہ خولان کی ایک بوڑھی عورت حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کی خدمت میں اپنے دو بیٹوں کے ساتھ آئی اور عرض کیا کہ میں آپ سے کچھ پوچھنا چاہتی ہوں کیا آپ بتائیں گے؟ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نے کہا جی ہاں! جو چاہے پوچھو۔ اس نے کہا یہ بتائیے کہ شوہر کا بیوی پر کیا حق ہے؟ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: حتی الامکان اللہ تعالی سے ڈرے اور اس کی اطاعت وفرمانبرداری کرے۔ اس نے کہا آپ کو اللہ تعالی کی قسم! ٹھیک ٹھیک بتائیے۔ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کیا تم اتنے پر راضی نہیں ہو؟ وہ کہنے لگی کہ لڑکوں کا باپ بہت بوڑھا ہو گیا ہے میں اس کا حق کس طرح ادا کروں؟ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نے فرمایا ''جب یہ بات ہے تو تم اس کے حق سے کبھی سبکدوش نہیں ہو سکتی ہو، اگر جذام نے اس کا گوشت پھاڑ دیا ہو اور اس میں سے خون اور پیپ بہہ رہا ہو اور تم اپنا منہ اس میں لگاؤ تب بھی حق ادا نہ ہو گا۔[2]

---

1 معارف القرآن، محولہ سابقہ: ۲۱۵/۶، سورۃ الانبیاء، آیت نمبر: ۸۴

2 مجمع الزوائد ومنبع الفوائد، محوله سابقا، كتاب النكاح، باب حق الزوج على المرأة، الرقم: ۷۶۴۲

بَابُ مَنْ لَمْ يَرْقِ:

باب: دم نہ کرانے کی فضیلت

عنوان کی وضاحت:

اس باب کے ذریعے امام بخاری رحمہ اللہ جھاڑ پھونک کی بحث کا اختتام کر رہے ہیں اور مزاجِ شریعت میں اس کا معتدل مقام بتارہے ہیں کہ بلاشبہ دم کرنا سنت سے ثابت ہے اور اس کا انکار ان تمام صحیح احادیث کا انکار ہے جو اب تک امام بخاری پیش کرتے آئے ہیں لیکن مزاجِ شریعت میں جھاڑ پھونک، دم درود، تعویذات اور عاملوں کے چکر بہت زیادہ پسندیدہ نہیں۔ اس لیے حضرت نے اس باب میں عکاشہ رضی اللہ عنہ کی نسبت سے معروف حدیث پیش کی ہے جس میں نبی کریم صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نے ایسے اصحابِ یقین وتوکل کے جنت میں بلاحساب کتاب داخلے کی خوشخبری دی ہے جو جھاڑ پھونک نہیں کراتے ہیں۔

۵۴۲۰ عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا، قَالَ: خَرَجَ عَلَيْنَا النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمًا، فَقَالَ: "عُرِضَتْ عَلَيَّ الْأُمَمُ فَجَعَلَ يَمُرُّ النَّبِيُّ مَعَهُ الرَّجُلُ، وَالنَّبِيُّ مَعَهُ الرَّجُلَانِ، وَالنَّبِيُّ مَعَهُ الرَّهْطُ، وَالنَّبِيُّ لَيْسَ مَعَهُ أَحَدٌ، وَرَأَيْتُ سَوَادًا كَثِيرًا سَدَّ الْأُفُقَ، فَرَجَوْتُ أَنْ تَكُونَ أُمَّتِي، فَقِيلَ هَذَا مُوسَى وَقَوْمُهُ، ثُمَّ قِيلَ لِي: انْظُرْ، فَرَأَيْتُ سَوَادًا كَثِيرًا سَدَّ الْأُفُقَ، فَقِيلَ لِي انْظُرْ هَكَذَا وَهَكَذَا، فَرَأَيْتُ سَوَادًا كَثِيرًا سَدَّ الْأُفُقَ، فَقِيلَ هَؤُلَاءِ أُمَّتُكَ وَمَعَ هَؤُلَاءِ سَبْعُونَ أَلْفًا يَدْخُلُونَ الْجَنَّةَ بِغَيْرِ حِسَابٍ"، فَتَفَرَّقَ النَّاسُ وَلَمْ يُبَيَّنْ لَهُمْ، فَتَذَاكَرَ أَصْحَابُ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالُوا: أَمَّا نَحْنُ فَوُلِدْنَا فِي الشِّرْكِ وَلَكِنَّا آمَنَّا بِاللهِ وَرَسُولِهِ وَلَكِنْ هَؤُلَاءِ هُمْ أَبْنَاؤُنَا فَبَلَغَ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ: هُمُ الَّذِينَ لَا يَتَطَيَّرُونَ، وَلَا يَسْتَرْقُونَ، وَلَا يَكْتَوُونَ، وَعَلَى رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُونَ فَقَامَ عُكَّاشَةُ بْنُ مِحْصَنٍ، فَقَالَ: أَمِنْهُمْ أَنَا يَا رَسُولَ اللهِ، قَالَ: نَعَمْ، فَقَامَ آخَرُ، فَقَالَ: أَمِنْهُمْ أَنَا، فَقَالَ: سَبَقَكَ بِهَا عُكَّاشَةُ .

ترجمہ: ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ایک دن ہمارے پاس باہر تشریف لائے اور فرمایا کہ مجھ پر تمام امتیں پیش کی گئیں۔ بعض نبی گزرتے اور ان کے ساتھ (ان کی اتباع کرنے والا) صرف ایک ہوتا۔ بعض گزرتے اور ان کے ساتھ دو ہوتے، بعض کے ساتھ پوری جماعت ہوتی اور بعض کے ساتھ کوئی بھی نہ ہوتا۔ پھر میں نے ایک بڑی جماعت دیکھی جس سے آسمان کا کنارہ ڈھک گیا تھا۔ میں سمجھا کہ یہ میری

ہی امت ہو گی لیکن مجھ سے کہا گیا کہ یہ موسیٰ علیہ السلام اور ان کی امت کے لوگ ہیں۔ پھر مجھ سے کہا کہ دیکھو! میں نے ایک بہت بڑی جماعت دیکھی جس نے آسمانوں کا کنارہ ڈھانپ لیا ہے۔ پھر مجھ سے کہا گیا کہ ادھر دیکھو، ادھر دیکھو، میں نے دیکھا کہ بہت سی جماعتیں ہیں جو تمام افق پر محیط تھیں۔ کہا گیا کہ یہ آپ کی امت ہے اور اس میں سے ستر ہزار وہ لوگ ہوں گے جو بے حساب جنت میں داخل کئے جائیں گے۔

پھر صحابہ مختلف جگہوں میں اٹھ کر چلے گئے اور نبی کریم ﷺ نے اس کی وضاحت نہیں کی کہ یہ ستر ہزار کون لوگ ہوں گے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے آپس میں اس کے متعلق مذاکرہ کیا اور کہا کہ ہماری پیدائش تو شرک میں ہوئی تھی البتہ بعد میں ہم اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لے آئے لیکن یہ ستر ہزار ہماری اولاد ہو گی جو پیدائش ہی سے مسلمان ہیں۔ جب رسول اللہ ﷺ کو یہ بات پہنچی تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ یہ ستر ہزار وہ لوگ ہوں گے جو بدفالی نہیں کرتے، نہ جھاڑ پھونک کراتے ہیں اور نہ داغ لگاتے ہیں بلکہ اپنے رب پر بھروسہ کرتے ہیں۔ یہ سن کر عکاشہ بن محصن رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: یارسول اللہ! کیا میں بھی ان میں سے ہوں؟ فرمایا: ہاں۔ ایک دوسرے صاحب سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ نے کھڑے ہو کر عرض کیا میں بھی ان میں سے ہوں؟ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ عکاشہ تم سے بازی لے گئے۔

1.0 عاملوں کی خرابیاں

اس حدیث میں جائز دم و تعویذ سے بھی پرہیز کو قابلِ تعریف عمل اور جنت میں اولین داخلے کا سبب قرار دیا گیا ہے۔ اس تناظر میں مشہور محقق و محدث حضرت مولانا اعجاز احمد صاحب اعظمی رحمہ اللہ کا مضمون پیش کر دینا کافی معلوم ہوتا ہے:

"تعویذات کے سلسلے میں لوگوں کے عقائد بہت بگڑے ہوئے ہیں۔ اگر اہل حاجت (جسکو تعویذ کی ضرورت ہے) سے تعویذ لکھنے والا یہ کہے خود دعاء کرو اور میں بھی دعاء کرتا ہوں تو انہیں اطمینان نہیں ہوتا جب تک کچھ لکھ کر نہ دیا جائے۔ مزید ستم یہ کہ ہر تعویذ کو اللہ کا کلام سمجھتے ہیں، اور بہت سے تعویذ کا دھندہ کرنے والے یہی باور کراتے ہیں، حالانکہ تعویذ میں کبھی اعداد کے نقوش ہوتے ہیں، کبھی کچھ اور کلمات ہوتے ہیں ان کے بارے میں یہ اعتقاد رکھنا کہ یہ اللہ کا کلام ہے محض گمراہی ہے۔ ایسے ہی عوام کا اعتقاد ہر تعویذ دینے والے اور عملیات کرنے والے کے بارے میں بزرگی اور خدارسیدگی کا ہوتا ہے مگر عجیب مصیبت ہے کہ آدمی خوفناک صورت بنالے، اور شریعت کے ہر حکم سے آزاد ہو مگر عامل ہو تو وہ بزرگ سمجھا جاتا ہے، اور کوئی واقعی احکام الٰہی کا پابند ہو، نیک و دیندار ہو مگر عملیات سے واسطہ نہ رکھتا ہو تو وہ کچھ نہیں، کس قدر غلط خیال دلوں میں بیٹھا ہوا ہے۔

عامل کا سارا تعلق عملیات سے ہوتا ہے، اللہ سے نہیں۔ یہ ایک پُر خطر چیز ہے، اس میں عامل اپنے تصرفات عجیبہ (عجیب نتائج) کو دیکھتا ہے تو اس کا نفس پھول جاتا ہے اور دوسرے بھی اس کے عجیب وغریب اثرات کو دیکھ کر فریب میں مبتلا ہوتے ہیں، حالانکہ اسے ذرا بھی قربِ الٰہی نصیب نہیں ہوتا۔ پھر بہت سے خود غرض لوگ بھی اس کے ساتھ لگ جاتے ہیں، ان کی خوشامد اور خدمت کرتے ہیں، اور پھر ان سے الٹے سیدھے کام کرانے لگتے ہیں۔

اس کے علاوہ اس میں ایک اور فتنہ ہے، اور بہت بڑا فتنہ ہے، جو اکثر عاملوں کو اپنی زد میں لے لیتا ہے، وہ ہے عورتوں کا فتنہ، سحر کا زیادہ اثر انہیں پر ہوتا ہے، یہ مریض ہو کر عامل کے پاس جاتی ہیں، عامل ان پر اپنے عملیات کو آزمالیتا ہے اور شیطان ان کے ایمان اور تقویٰ کو آزمائش میں ڈالتا ہے۔

پھر یہ ایک اندھا علم ہے جس سے دوسرا شخص بالکل نابلد (ناواقف) ہوتا ہے عامل کیا کرتا ہے، کیا پڑھتا ہے، کیا لکھتا ہے اس کی دوسرے کو بالکل خبر نہیں ہوتی۔ اکثر دیکھا جاتا ہے کہ عامل ہر ایک کو کچھ نہ کچھ ضرور بتاتا ہے، کسی پر سحر، کسی پر آسیب پھر وہ یہ بھی بتلاتا ہے کہ کچھ کھلایا گیا ہے، یا زمین میں گاڑا گیا ہے جن ہیں تو کتنے؟ غرض جو الٹا سیدھا وہ بتاتا ہے معمولی (مریض) کو بے چوں چرا اس تسلیم کرنا پڑتا ہے، اس کے پاس اس کے جھوٹ و سچ کو پرکھنے کا کوئی ذریعہ نہیں ہوتا، یہی وجہ ہے کہ عملیات کی دنیا میں جتنا دھوکہ فریب ہے، کہیں اور کم ہوگا۔

مزید یہ کہ اپنے کسی عمل کے واسطے کبھی یہ متعین کرتا ہے کہ فلاں نے سحر کیا ہے، فلاں نے چوری کی ہے، حالانکہ جن دلائل سے وہ تعین کرتا ہے وہ سرے سے دلائل ہیں ہی نہیں، محض اوہام ہیں، جب کہ پوچھنے والا یقین کرلیتا ہے، جو شرعاً غلط ہے، پھر آپس میں بدگمانیاں شکایتیں اور لڑائیاں ہوتی ہیں، غرض اس کی وجہ سے چند در چند خرابیاں وجود میں آسکتی ہیں اور آتی رہتی ہیں اوپر جتنی خرابیاں ہم نے ذکر کی ہیں سب ایمان کے لئے مہلک ہیں۔[1]"

---

1 المآثر شمارہ ۳، جلد ۵، اور شمارہ ۲، جلد ۶ بحوالہ علاج معالجہ کے اسلامی احکام، انعام الحق سیتامڑی، محولہ سابقہ، تعویذ کی خرابیاں: ۱۶۸

بَابُ الطِّيَرَةِ:

باب: بدشگونی

عنوان کی وضاحت:

انسان روح اور بدن دونوں کا مرکب ہے اس لئے اس میں پیدا ہونے والے امراض کی بھی دو ہی قسمیں ہیں:

(۱) روح اور دل کے امراض (۲) جسم کے امراض

جس طرح انسان میں بیماریوں کی دو قسمیں ہیں اس طرح مریض کا علاج بھی ان دونوں پہلو سے کرنا ضروری ہے۔ چنانچہ طب کو بھی دو قسموں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے۔

(ا) طب روحانی: انسان کے ایمان و نظریات کے لیے نقصان دہ افکار اور اعمال کا علاج کرنے کو طبِ روحانی کہتے ہیں ۔ یہی انبیاء کرام علیہم السلام کی بعثت کا اصل مقصد ہوا کرتا ہے۔

(ب) طب جسمانی: انسان کے ظاہری جسم کی حفاظت اور اسے نقصان پہنچانے والی بیماریوں سے بچاؤ کی تدبیریں طب جسمانی کا موضوع ہوتی ہیں۔

ان دونوں کی ضرورت اور اہمیت کو امام شافعی رحمہ اللہ ان الفاظ میں واضح فرماتے ہیں:

الْعِلْمُ عِلْمَانِ: عِلْمُ الْأَدْيَانِ وَعِلْمُ الْأَبْدَانِ

"علم (در حقیقت) دو ہی ہیں ایک دین کا علم اور دوسرے بدنِ انسانی کا علم"۔[1]

سمجھدار اور حقیقی معالج وہی ہے جو بدنی بیماریوں کے ساتھ مریض کی قلبی اور روحانی بیماریوں کی تشخیص کی اہمیت سمجھتا ہو اور ان کے علاج میں بھی ماہر ہو یا کم از کم مریضوں کی اس طرف راہنمائی کر سکتا ہو۔

---

1 الموسوعة الفقهية الكويتية، محوله سابقا، تَطْبِيبٌ: ۱۲/۱۳۶

اس حقیقت کو سمجھانے کے لیے امام بخاری رحمہ اللہ روحانی بیماریوں اور ان کے اسباب پر مشتمل کچھ ابواب ذکر کر رہے ہیں۔ جسمانی بیماریوں (مثلاً طاعون، ذات الجنب، جذام، وغیرہ) کا ذکر کرنے کے بعد اب روحانی بیماریوں کا (بدشگونی، وغیرہ) کا تذکرہ کر رہے ہیں۔ اسی طرح امام بخاری نے جسمانی دوائیوں (شہد، مشروم، وغیرہ) کے ساتھ ساتھ روحانی دوائیوں (تعویز، دم، وغیرہ) کو بھی اس کتاب میں شامل کر کے مریض وطبیب دونوں کو اپنی نظر وسیع کرنے اور بیماری وعلاج کے دونوں پہلو پر نظر رکھنے کی نصیحت کی ہے۔ اسی تناظر میں امام بخاری رحمہ اللہ نے جادو وکہانت کو کتاب الطب میں زیر بحث لائے ہیں، بظاہر اس کا تعلق طبی مباحث سے نہیں، لیکن امام بخاری رحمہ اللہ بیماریوں کی دونوں قسموں کو اپنی کتاب الطب میں شامل کرنا چاہتے ہیں۔

1.0 مریض کی اخلاقی تربیت

اس تفصیل سے مسلم طبیب کی ایک اہم خصوصیت بھی نکھر کر سامنے آجاتی ہے کہ وہ مریض کی اخلاقی بہتری کی بھی کوشش کرتا ہے۔ مثلاً:

۱: مرض کی حالت میں انسان کے جذبات اور احساسات بہت نرم ہو جاتے ہیں اور اس کے دل کے کسی گوشے میں سویا ہوا یہ خیال جاگ اٹھتا ہے کہ سب سے بالاتر ایک ایسی ہستی بھی ہے جس کے ہاتھ میں مرض وشفا اور زندگی وموت ہے۔ ایک مسلمان ڈاکٹر کو مریض کی اس ذہنی کیفیت کو مریض کی دینوی اور اخروی فائدے کے لیے استعمال کرنا چاہیے اور اس کے جسمانی علاج کے ساتھ ساتھ اس کے روحانی بہتری کے لیے بھی کوشش کرنی چاہیے۔

ڈاکٹر ایک ایسا خوش نصیب انسان ہے کہ اپنی پیشہ ورانہ زندگی میں اسے لاتعداد لوگوں سے رابطے کا موقع ملتا ہے اور یہ سب لوگ خود چل کر اس کے پاس آتے ہیں۔ اگر وہ ان لوگوں کے ساتھ رابطے کو دعوتِ دین کے لیے استعمال کرے گا تو ایک کثیر آبادی کی اصلاح ہو جائے۔

۲: ڈاکٹر کو ابتدا ہی سے یہ بات مریض اور اس کے لواحقین کے ذہن نشین کروا دینی چاہیے کہ اگرچہ ہم مرض کا بہترین علاج کرنے کی کوشش کریں گے لیکن شفا دینا اللہ تعالیٰ ہی کے اختیار میں ہے۔ اس لیے اپنی ساری

امیدیں اللہ تعالیٰ ہی سے وابستہ رکھیں۔ اس سے انھیں اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرنے کی ترغیب ہوگی اور اللہ تعالیٰ سے مدد مانگنے کے لیے انھیں قرآن میں تجویز کردہ درج ذیل نسخے کی تعلیم دینی چاہیے۔

"اے لوگو جو ایمان لائے ہو صبر اور نماز سے مدد لو۔ اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔"[1]

یہی تعلیم نبی کریم ﷺ نے اپنی امت کو دی جیسا کہ درج ذیل حدیث سے واضح ہے:

"حضرت ابوہریرہ رضي اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ ایک مرتبہ میری عیادت کے لیے تشریف لائے۔ مجھے پیٹ درد کی شکایت تھی۔ آپ نے مجھ سے پوچھا۔ ابوہریرہ! کیا تمھیں دردِ شکم ہے؟ میں نے عرض کیا۔ ہاں یارسول اللہ! آپ نے فرمایا۔ پھر تم نماز پڑھو۔ نماز میں شفا ہے۔"[2]

یہاں یہ بات بھی پیش نظر رہنی چاہیے کہ سب مریض صحت مند انسان کی طرح وضو کرنے اور نماز پڑھنے کے قابل نہیں ہوتے۔ ایسی صورت میں انھیں مرض کی حالت میں نماز ادا کرنے کے طریقے کی تعلیم بھی دینی چاہیے۔ مریض عورتوں کو پردے کی بھی تلقین کرنی چاہیے۔

۴: ہمارے معاشرے میں مریض اور اس کے لواحقین بعض اوقات کمزور ایمان کی وجہ سے شفا کے لیے ایسے ذرائع استعمال کرتے ہیں جن میں شرک کی آلائش ہوتی ہے۔ اگر ڈاکٹر کو کوئی ایسی چیز نظر آئے تو مریض کو ایسا کرنے سے منع کر دینا چاہیے۔ اس بارے میں درج ذیل حدیث ہماری رہنمائی کرتی ہے۔

"عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہا اپنی بیوی کے پاس آئے اور اس پر خسرہ سے بچاؤ کا تعویذ دیکھا تو اسے سختی سے کاٹ دیا، پھر فرمایا:

"یقیناً عبد اللہ کا خاندان شرک سے بے زار ہے، نبی اکرم ﷺ سے جو باتیں ہم نے یاد کی ہیں ان میں سے یہ بھی ہے کہ بے شک شرکیہ دم، گھونگے اور منکے وغیرہ اور محبت کے تعویذ شرک ہیں۔[1]"

1 البقرہ۔۱۵۳

2 سنن ابن ماجه، محوله سابقا، كتاب الطب، باب الصلاة شفاء، الرقم:۳۴۵۸

یہاں یہ بات بتادیناضروری ہے کہ اس حدیث میں زمانہ جاہلیت کے تعویذ گنڈے اور جھاڑ پھونک کا ذکر ہے جو کہ غیر اللہ کے نام پر کیے جاتے تھے۔ لیکن قرآنی آیات، اور مسنون دعاؤں کے ذریعے تعویذ کرنا یا پھونکنا شرک نہیں ہے۔[2]

پہلی حدیث

۵۴۲۱ عَنْ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا أَنّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: "لَا عَدْوَى، وَلَا طِيَرَةَ، وَالشُّؤْمُ فِي ثَلَاثٍ: فِي الْمَرْأَةِ، وَالدَّارِ، وَالدَّابَّةِ."

ترجمہ: عبد اللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما اس حدیث کے راوی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا "امراض میں چھوت چھات کی اور بدشگونی کی کوئی اصل نہیں اور نحوست تو صرف تین چیزوں میں ہوتی ہے: عورت میں، گھر میں اور سواری میں"۔

2.0 بدشگونی کا علاج

توحید اسلامی تعلیمات کا سرچشمہ ہے، جس کا تقاضا یہ ہے کہ اللہ تعالی کو اس کی ذات وصفات اور ربوبیت والوہیت میں ایک جانا جائے، اسی سے ڈرا جائے، اسی کے سامنے ہاتھ پھیلایا جائے اور اسی کو نفع ونقصان کا مالک سمجھا جائے۔ جب توحید کے اس تصور میں کمی آتی ہے تو انسان کا رشتہ اپنے خالق ومالک سے کمزور پڑنے لگتا ہے اور اسی کے ساتھ بدشگونی، بدفالی اور نحوست پیدا ہوتی ہے۔

بدفالی اور بدشگونی کو عربی میں تطیر کہتے ہیں کیوں کہ اہل عرب اکثر پرندوں کی آواز سے بدفالی لیا کرتے تھے اس لئے یہ لفظ طیر سے مشتق ہوا جسکے معنی پرندہ کے ہیں. زمانہ جاہلیت میں مشرکین جب کوئی کام کرنا چاہتے یا سفر کا ارادہ کرتے تو صبح سویرے پرندوں کے گھونسلوں کے پاس جاکر اسے اڑاتے، اگر پرندہ دائیں جاب اڑتا تو نیک

---

[1] المستدرك بتعليق الذهبي، محوله سابقا، كتاب الطب، الرقم: ٧٥٠٥

[2] اسلامی طبی اخلاقیات، محولہ سابقہ: ۵۰

فال تصور کرتے ہوئے ارادے کو عملی جامہ پہناتے اور اگر بائیں جانب اڑتا تو بدشگونی لیتے ہوئے سفر سے گریز کرتے۔ دائیں طرف اڑنے والے پرندے کو مساغ اور بائیں طرف جانے والے کو بارح کہا کرتے تھے۔[1]

بدفالی انسان کے دین اور دنیا دونوں کے لیے بہت زیادہ خطرناک ہے، یہ انسان پر وساوس اور نفسیاتی بیماریوں کے مختلف دروازے کھول دیتی ہے، چنانچہ وہ ہر چیز سے ڈرنے لگتا ہے، ہر چھوٹی بڑی چیز اس کے لیے ڈراؤنی بن جاتی ہے۔ اسی لیے امام ماوردی رحمہ اللہ لکھتے ہیں: اعْلَمْ أَنَّهُ لَيْسَ شَيْءٌ أَضَرَّ بِالرَّأْيِ وَلَا أَفْسَدَ لِلتَّدْبِيرِ مِنْ اعْتِقَادِ الطِّيَرَةِ" جان لو! کہ بدشگونی سے زیادہ عقل کو نقصان پہنچانے والی اور تدبیر کو بگاڑنے والی کوئی چیز نہیں ہے"۔[2]

بدشگونی کا سب سے پہلا ضرب عقیدہ توحید پر پڑتا ہے، کیونکہ بدشگونی لینے والے کا اعتماد اللہ سے اٹھ جاتا ہے اور اس سے بڑھ کر مصیبت اور کیا ہوگی کہ انسان اللہ کے علاوہ کسی دوسرے کو بھی نفع ونقصان کا مالک سمجھ بیٹھے۔ اسی لیے بدفالی کبیرہ گناہوں میں سے ایک عظیم گناہ ہے بلکہ ایک قسم کا شرک ہے، اللہ کے رسول ﷺ نے ایک ہی حدیث میں تین مرتبہ فرمایا: الطِّيَرَةُ شِرْكٌ بدفالی شرک ہے۔[3]

تاہم بدشگونی کے وسوسے کا محض دل میں آجانا گناہ نہیں۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ سے نقل کرتے ہیں «وَمَا مِنَّا إِلَّا وَلَكِنَّ اللهَ يُذْهِبُهُ بِالتَّوَكُّلِ »۔[4] "ہم میں سے کوئی ایسا نہیں ہے جسے ایسا وہم نہ گذرتا ہو لیکن اللہ تعالی توکل سے اس کو دفع کر دیتا ہے"۔ تاہم بدفالی کا خیال آتے ہی ڈر کر اپنے کام سے رک جائے تو یہ شرک کے اثرات ہیں۔ اللہ کے نبی علیہ السلام نے فرمایا:

---

1 کشف الباری، محولہ سابقہ، کتاب الطب، باب الطیرۃ: ۸۵

2 أدب الدنيا والدين، ابو الحسن الماوردی، (بیروت، دار اقراء، ۱۴۰۵ھ) الْبَابُ الْخَامِسُ أَدَبُ النَّفْسِ، الْفَصْلُ السَّادِسُ فِي الطِّيَرَةِ وَالْفَأْلِ: ۳۲۱

3 سننِ ابی داؤد، محوله سابقا، کتاب الطب، باب فِي الطِّيَرَةِ، الرقم: ۳۹۱۰

4 سننِ ابی داؤد، محوله سابقا، کتاب الطب، باب فِي الطِّيَرَةِ، الرقم: ۳۹۱۰

« مَنْ رَدَّتْهُ الطِّيَرَةُ مِنْ حَاجَةٍ فَقَدْ أَشْرَكَ »[1]

" جسے بدفالی اپنے کام سے روک دے اس نے شرک کیا"۔

اب سوال یہ ہے کہ بدشگونی سے نجات پانے کا شرعی طریقہ کیا ہے ؟تو آیئے ذیل میں ہم اس کا علاج ڈھونڈتے ہیں۔

(1) جب اس طرح کے خیالات دل میں پیدا ہوں تو فوری طور پر اس کا کفارہ ادا کریں. حدیث میں آیا ہے:" جسے بدفالی اپنے کام سے روک دے اس نے شرک کیا"لوگوں نے پوچھا" :اس کا کفارہ کیا ہو گا؟" آپ ﷺ نے فرمایا: یہ کہے: اللّٰهُمَّ لاَ خَيْرَ إِلاَّ خَيْرُكَ وَلاَ طَيْرَ إِلاَّ طَيْرُكَ وَلاَ إِلَهَ غَيْرُكَ ''۔اے اللہ! تیری بھلائی کے سوا کوئی بھلائی نہیں اور تیرے نقصان کے سوا کوئی نقصان نہیں،اور آپ کے علاوہ کوئی حاجت روانہیں ہے"۔[2]

(3)جب کسی بات کو سن کر یا کسی کام کو دیکھ کر ایک شخص کے دل میں بدشگونی کے خیالات پیدا ہو رہے ہوں تو اسے چاہیے کہ وہ بدفالی لینے کی بجائے اس سے نیک فال لے اور اچھا گمان کرے۔ اللہ کے رسول ﷺ کو نیک فال پسند تھا۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :

« لاَعَدْوَى ، وَلاَ طِيَرَةَ ، وَيُعْجِبُنِي الْفَأْلُ » ''یعنی ایک کی بیماری دوسرے کو نہیں لگتی نہ بدفالی کوئی چیز ہے البتہ نیک فال مجھے پسند ہے"۔لوگوں نے پوچھا: نیک فال کیا چیز ہے ؟ آپ ﷺ نے فرمایا : عمدہ لفظ جو انسان دوسرے سے سنتا ہے۔[3]مثلاً ایک بیمار شخص لفظ سالم(تندرست) سن کر اپنی بیماری سے شفایابی کا خیال کرتا ہے، یا ایک شخص کوئی کام کر رہا ہے اور اسی دوران سہل(آسان) یا فلح(کامیاب) سنا اور اپنے معاملہ کے آسان ہونے کا خیال کیا تو ایسا کرنا صحیح ہے بلکہ مطلوب ہے۔ کیونکہ نیک فال اللہ تعالی سے اچھے گمان کی علامت ہے۔

3.0 کیا تین چیزوں میں نحوست ہے؟

---

1 مجمع الزوائد ومنبع الفوائد،محوله سابقا،كتاب الطب، باب مايقول اذا تطير، الرقم:٨٤١٢

2 مجمع الزوائد ومنبع الفوائد،محوله سابقا،كتاب الطب، باب مايقول اذا تطير، الرقم:٨٤١٢

3 صحيح البخاری،محوله سابقا،كتاب الطب، باب لاَ عَدْوَى، الرقم: ٥٤٤٠

الغرض بدشگونی کی اسلام میں کوئی حیثیت نہیں لیکن اس باب کی مرکزی حدیث کے آخری الفاظ ہیں ”نحوست تو صرف تین چیزوں میں ہوتی ہے: عورت میں، گھر میں اور گھوڑے میں“۔ اس تضاد کو ختم کرنے کے لیے دوسری حدیث کو مدِ نظر رکھیے:

« إِنْ كَانَ الشُّؤْمُ فِي شَيْءٍ فَفِي الدَّارِ وَالْمَرْأَةِ وَالْفَرَسِ »[1]

ترجمہ: اگر نحوست ہوتی تو تین چیزوں میں ہوتی ایک گھوڑے میں دوسرے عورت میں تیسرے گھر میں۔

دراصل احادیث ایک دوسرے کی تفسیر کرتی ہیں۔ اس موضوع پر تمام احادیث کو یکجا کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ درست عقیدہ تو یہ ہے کہ نحوست کسی چیز میں ہوتی ہی نہیں ہے۔ اور بالفرض اگر نحوست کا کوئی وجود ہوتا تو یہ گھوڑے، عورت اور گھر میں ہوتی۔

اس مقصد کے لئے گھوڑے، عورت اور گھر ہی کا انتخاب کیوں کیا گیا؟ ان تینوں میں ایسی کیا مشترک بات ہے؟

دراصل عموماً انسان کو سواری، عورت (بمعنی بیوی) اور گھر (بمعنی مال و دولت) سے محبت ہوتی ہے۔ یہ چیزیں اس دنیا میں انسان کی آزمائش کا سبب ہیں۔ نحوست کی نسبت ان کی جانب کرنے کی وجہ یہ نہیں کہ یہ چیزیں بذاتِ خود منحوس ہیں بلکہ یہاں نحوست سے مراد ان چیزوں کا انسان کے لئے آزمائش ہونا ہے۔ اور اس بات میں کس کو اختلاف ہو سکتا ہے کہ عورت آزمائش ہے، سواری یا گھر (مال و دولت) آزمائش ہیں، یہ دل لبھانے والی، زیب و زینت اور آرائش سے بھرپور چیزیں ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان میں انسانوں کے لئے خوب کشش رکھی ہے۔ اور یہی کشش ان کے آزمائش ہونے کا باعث ہے۔[2]

قرآنِ کریم میں اسی حقیقت کو دوسری تعبیر دی گئی ہے:

---

1 صحيح البخارى،محوله سابقا، كتاب النكاح، باب مَا يُتَّقَى مِنْ شُؤْمِ الْمَرْأَةِ، الرقم:۴۸۰۶

2 والصحيح أن المعنى إن خيف من شيء أن يكون سببا لما يخاف شره ويتشاءم به فهذه الأشياء لا على السبيل الذي يظنها أهل الجاهلية من الطيرة والعدوى وقال الخطابي لما كان الإنسان لا يستغني عن هذه الأشياء الدار والفرس والزوجة وكن لا يسلمن من عارض مكروه فأضيف إليها الشؤم إضافة محل(عمدة القاري شرح صحيح البخارى، محوله سابقا،كتاب الطب، باب الطيرة: ۴۰۶/۲۱)

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِنَّ مِنْ أَزْوَاجِكُمْ وَأَوْلَادِكُمْ عَدُوًّا لَّكُمْ فَاحْذَرُوهُمْ [التغابن : ۱۴]

اے لوگو جو ایمان لائے ہو، تمہاری بیویوں اور تمہاری اولاد میں سے بعض تمہارے دشمن ہیں، ان سے ہوشیار رہو۔

دوسری حدیث

۵۴۲۲ أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ، قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، يَقُولُ: "لَا طِيَرَةَ وَخَيْرُهَا الْفَأْلُ"، قَالُوا: وَمَا الْفَأْلُ، قَالَ: "الْكَلِمَةُ الصَّالِحَةُ يَسْمَعُهَا أَحَدُكُمْ."

ترجمہ: **ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا، نبی کریم ﷺ نے فرمایا "بدشگونی کی کوئی اصل نہیں البتہ نیک فال لینا کچھ برا نہیں ہے"۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: نیک فال کیا چیز ہے؟ فرمایا "کوئی اچھی بات سننا"۔**

بَابُ الْفَأْلِ:

باب: نیک فال

عنوان کی وضاحت:

نیک فال لینا مسنون ہے۔ مثلاً ایک بیمار شخص لفظ ''سالم (تندرست)'' سن کر اپنی بیماری سے شفایابی کا خیال کرتا ہے، یا ایک شخص کوئی کام کر رہا ہے اور اسی دوران ''سہل'' (آسان) یا فلح (کامیاب) سنا اور اپنے معاملہ کے آسان ہونے کا خیال کیا تو ایسا کرنا صحیح ہے بلکہ مطلوب ہے۔ کیونکہ نیک فال اللہ تعالیٰ سے اچھے گمان کی علامت ہے۔

۵۴۲۳ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مُحَمَّدٍ، أَخْبَرَنَا هِشَامٌ، أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ عُبَيْدِ اللهِ بْنِ عَبْدِ اللهِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "لاَ طِيَرَةَ وَخَيْرُهَا الفَأْلُ"، قَالَ: وَمَا الفَأْلُ يَا رَسُولَ اللهِ ﷺ، قَالَ: "الكَلِمَةُ الصَّالِحَةُ يَسْمَعُهَا أَحَدُكُمْ"۔

ترجمہ: ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا ''بدشگونی کی کوئی اصل نہیں اور اس میں بہتر فال نیک ہے''۔ لوگوں نے پوچھا کہ نیک فال کیا ہے یارسول اللہ؟ فرمایا ''اچھی بات جو تم میں سے کوئی سنے''۔

۵۴۲۴ عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: "لاَ عَدْوَى وَلاَ طِيَرَةَ وَيُعْجِبُنِي الفَأْلُ الصَّالِحُ الكَلِمَةُ الحَسَنَةُ."

ترجمہ: انس رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا چھوت لگ جانے کی کوئی اصل نہیں اور نہ بدشگونی کی کوئی اصل ہے اور مجھے اچھا فال پسند ہے۔ یعنی کوئی کلمہ خیر اور نیک بات۔

بَابُ لاَ هَامَةَ:

باب:الو کو منحوس سمجھنا غلط ہے

عنوان کی وضاحت:

بدشگونی ہی کی ایک رسم زمانہ جاہلیت میں جانوروں سے نحوست لینے کی تھی۔ جیسے پرندوں کے بائیں طرف اڑنے سے بدشگونی لیتے تھے اسی طرح گھر میں الو کے آنے کو بھی نحوست خیال کرتے تھے۔اس باب میں اسی روحانی بیماری کا علاج مقصود ہے۔

۵۴۲۵ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: "لَا عَدْوَى وَلَا طِيَرَةَ وَلَا هَامَةَ وَلَا صَفَرَ"۔

ترجمہ: **ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے نبی کریم ﷺ کا ارشاد نقل کرتے ہیں کہ چھوت لگ جانا بدشگونی یا الو یا صفر کی نحوست یہ کوئی چیز نہیں ہے۔**

بَابُ الْكَهَانَةِ:

باب: کہانت (Foretelling)

عنوان کی وضاحت:

کہانت غیب کی خبریں بتانے کے پیشہ کو کہتے ہیں اور اس پیشہ کو اختیار کرنے والا کاہن (Foreteller) کہلاتا ہے۔ کہانت کی عموماً تین قسمیں ہوتی ہیں:

۱: غیب کی یہ خبریں بعض کاہن شیاطین وجنات سے حاصل کرتے ہیں جنہیں وہ فرشتوں کی باتوں سے اچک لیا کرتے تھے، تاہم نبی کریم ﷺ کی آمد کے ساتھ ہی وحی کے حفاظتی انتظامات کے تحت جنات کی آسمانوں کے قریب پرواز ممنوع ہوگئی اور اس کی خلاف ورزی پر شہابِ ثاقب سے گولہ باری کی جاتی ہے (سورہ صافات: ۱۰)

۲: بعض لوگ اپنے حواس، تجربہ اور اندازے سے غیب کی خبریں بتاتے ہیں۔

۳: بعض جنات کے ساتھ لوگوں کا رابطہ ہوتا ہے اور انہیں دور کی خبریں بتا دیتے ہیں جن میں سے اکثر جھوٹ شامل کیا جاتا ہے اور بعض خبریں سچی بھی نکل آتی ہیں۔[1]

اسلام نے ان تمام صورتوں کی مذمت کی ہے اور کاہن و نجومی کے پاس غیب اور راز کی باتیں معلوم کرنے کی غرض سے جانا حرام ٹھہرایا ہے۔ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا:

« مَنْ أَتَى عَرَّافًا فَسَأَلَهُ عَنْ شَيْءٍ لَمْ تُقْبَلْ لَهُ صَلَاةٌ أَرْبَعِينَ لَيْلَةً »[2]

"جو آدمی کاہن کے پاس آیا اور اس سے کسی چیز کے متعلق سوال کیا تو اس کی چالیس دن نماز قبول نہیں کی جائے گی۔"

---

1 فتح الباری، محولہ سابقا، کتاب الطب، بَابُ الْكَهَانَةِ: ۱۰ /۲۱۷

2 الصحيح لمسلم، محولہ سابقا، كتاب السلام، باب تحريم الكهانة وإتيان الكهان، الرقم: ۲۲۳۰

پہلی حدیث

۵۴۲۶ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ: "أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَضَى فِي امْرَأَتَيْنِ مِنْ هُذَيْلٍ، اقْتَتَلَتَا فَرَمَتْ إِحْدَاهُمَا الْأُخْرَى بِحَجَرٍ، فَأَصَابَ بَطْنَهَا وَهِيَ حَامِلٌ، فَقَتَلَتْ وَلَدَهَا الَّذِي فِي بَطْنِهَا، فَاخْتَصَمُوا إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَضَى أَنَّ دِيَةَ مَا فِي بَطْنِهَا غُرَّةٌ عَبْدٌ أَوْ أَمَةٌ، فَقَالَ وَلِيُّ الْمَرْأَةِ الَّتِي غَرِمَتْ: كَيْفَ أَغْرَمُ يَا رَسُولَ اللهِ مَنْ لَا شَرِبَ، وَلَا أَكَلَ، وَلَا نَطَقَ، وَلَا اسْتَهَلَّ، فَمِثْلُ ذَلِكَ يُطَلُّ، فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّمَا هَذَا مِنْ إِخْوَانِ الْكُهَّانِ"۔

ترجمہ: ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ قبیلہ ہذیل کی دو عورتوں نے جھگڑا کیا، یہاں تک کہ ان میں سے ایک عورت نے دوسری کو پتھر مارا جو اسکے پیٹ میں جا کر لگا۔ یہ عورت حاملہ تھی اس لیے اس کے پیٹ کا بچہ مر گیا۔ یہ معاملہ دونوں فریق نبی کریم ﷺ کے پاس لے گئے تو آپ نے فیصلہ کیا کہ عورت کے پیٹ کے بچہ کی دیت ایک غلام یا باندی آزاد کرنا ہے۔ جس عورت پر تاوان واجب ہوا تھا اس کے ولی نے کہا یا رسول اللہ! میں ایسی چیز کی دیت کیسے دے دوں جس نے نہ کھایا نہ پیا نہ بولا اور نہ ولادت کے وقت اس کی آواز ہی سنائی دی؟ ایسی صورت میں تو کچھ بھی دیت نہیں ہو سکتی۔ آپ ﷺ نے اس پر فرمایا کہ یہ شخص تو کاہنوں کا بھائی معلوم ہوتا ہے۔

دوسری حدیث

۵۴۲۷ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ: "أَنَّ امْرَأَتَيْنِ رَمَتْ إِحْدَاهُمَا الْأُخْرَى بِحَجَرٍ فَطَرَحَتْ جَنِينَهَا، فَقَضَى فِيهِ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِغُرَّةٍ عَبْدٍ أَوْ وَلِيدَةٍ."

ترجمہ: ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ دو عورتیں تھیں، ایک نے دوسری کو پتھر دے مارا جس سے اس کے پیٹ کا حمل گر گیا۔ نبی کریم ﷺ نے اس معاملہ میں ایک غلام یا باندی کا دیت میں دیئے جانے کا فیصلہ کیا۔

تیسری حدیث

۵۴۲۷ عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيِّبِ: "أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَضَى فِي الْجَنِينِ، يُقْتَلُ فِي بَطْنِ أُمِّهِ بِغُرَّةٍ عَبْدٍ أَوْ وَلِيدَةٍ، فَقَالَ الَّذِي قُضِيَ عَلَيْهِ: كَيْفَ أَغْرَمُ مَا لَا أَكَلَ، وَلَا شَرِبَ، وَلَا نَطَقَ، وَلَا اسْتَهَلَّ، وَمِثْلُ ذَلِكَ يُطَلُّ، فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِنَّمَا هَذَا مِنْ إِخْوَانِ الْكُهَّانِ."

ترجمہ: سعید بن مسیب بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے جنین جسے اس کی ماں کے پیٹ میں مار ڈالا گیا ہو، کی دیت کے طور پر ایک غلام یا ایک باندی دیئے جانے کا فیصلہ کیا۔ جسے دیت ادا کرنی تھی اس نے کہا کہ ایسے بچہ کی دیت آخر کیوں دوں جس نے نہ کھایا، نہ پیا، نہ بولا اور نہ ولادت کے وقت ہی آواز نکالی؟ ایسی صورت میں تو دیت نہیں ہو سکتی۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ یہ شخص تو کاہنوں کا بھائی معلوم ہوتا ہے۔

1.0 بناوٹی باتیں ناپسندیدہ ہیں

ان تینوں احادیث میں ایک ہی واقعہ مختلف الفاظ کے ساتھ بیان کیا گیا ہے کہ قبیلہ بنو ہذیل کی دو عورتیں لڑ پڑیں تو ان میں سے ایک نے دوسری کو پتھر دے مارا اور اسے قتل کر دیا۔ دونوں طرف کے لوگوں نے مقدمہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے پیش کیا تو آپ نے فیصلہ فرمایا کہ مقتولہ کے پیٹ کے بچہ کی دیت ایک غلام یا باندی ہے اور عورت کی دیت کے بارے میں فیصلہ فرمایا کہ وہ قاتلہ کے عاقلہ (قریبی رشتے داروں) پر ہو گی۔ قاتلہ کے بھائی نے مقتولہ کے حمل کی دیت کے بارے میں اپنی ذہنی الجھن کا ذکر کیا کہ کہ میں کیسے ایسے بچہ کی دیت کا تاوان دوں جس نے کھایا نہ پیا نہ بات کی نہ ہی رویا اور اس جیسے کا تو خون لغو ہوتا ہے۔ اس نے اس بات کی ادائیگی کے لیے عربی زبان کے ہم وزن ہم قافیہ الفاظ کا چناؤ کیا۔

نبی کریم ﷺ نے اس کے اس سوال کے بجائے اس سے بھی اہم مسئلہ کی طرف اس کی توجہ مبذول کرائی کہ مال تو آنی جانی چیز ہے، لیکن غلط عادات کی اگر بروقت تصحیح نہ کی جائے تو ان سے چھٹکارا مشکل ہو جاتا ہے، اسلیے آپ نے سب کو تنبیہ کرتے ہوئے فرمایا کہ دیکھو الفاظ کے چناؤ میں بلاوجہ تکلف کرنا اور مسجع کلام کرنا تو

کاہنوں کا کام ہے، وہ بھی اپنی بناوٹی باتوں سے لوگوں کو بیوقوف بناتے ہیں اور تم قافیہ بازی کے ذریعے لوگوں کو قائل کرنا چاہتے ہو۔ ان کی مشابہت اختیار نہ کرو۔ صحیح مسلم کی روایت میں ہے: مِنْ أَجْلِ سَجْعِهِ الَّذِی سَجَعَ نبی کریم ﷺ نے اس سجع بندی کی وجہ سے اسے کاہن کا بھائی قرار دیا۔[1]

نبی کریم ﷺ کو تکلّف کے ساتھ فصاحت وبلاغت سے بھرپور اور بناوٹی کلام کرنا سخت ناپسند تھی۔ آپ ﷺ فرماتے تھے:

« إِنَّ اللهَ يُبْغِضُ الْبَلِيغَ مِنَ الرِّجَالِ الَّذِی يَتَخَلَّلُ بِلِسَانِهِ كَمَا تَتَخَلَّلُ الْبَقَرَةُ »[2]

ترجمہ: "اللہ تعالیٰ ایسے مبالغہ کرنے والے شخص کو ناپسند کرتا ہے جو اپنی زبان ایسے چلاتا ہے جیسے گائے چلاتی ہے"۔

یعنی جیسے گائے چارے کو اپنی زبان سے لپیٹ لپیٹ کر اپنی خوراک بناتی ہے اسی طرح چرب زبان آدمی بات کو لپیٹ لپیٹ کر بیان کرتا چلا جاتا ہے، یہ صورت خاص کر غلط باتوں کے سلسلے ہی میں ہوتی ہے، ایسی فصاحت و بلاغت ناپسندیدہ ہے۔

اپنے رب سے بھی دل کی بات بلا تکلف کرنے کی ترغیب دی۔ دعا میں بھی تکلف اور بناوٹ سے منع فرمایا۔ شارحِ بخاری علامہ ابن بطال رحمہ اللہ کہتے ہیں :

" سجع کلامی میں تکلف اور مشقت ہوتی ہے، جو کہ اللہ تعالی کے سامنے گڑگڑانے اور اخلاص کے منافی ہے، حدیث میں ہے کہ: (بیشک اللہ تعالی کسی غافل اور فضول کام میں ملوّث دل کی دعا قبول نہیں فرماتا) اور اپنی دعا میں قافیہ بندی کی کوشش کرنے والے کا ہدف مقفی کلام ہوتا ہے، اور جو شخص دعا کرتے ہوئے اپنی فکر و سوچ کو مشغول کر دے تو اس کا دل غافل اور فضول چیزوں میں مشغول ہو جاتا ہے"[3]

---

1 الصحيح لمسلم ، محوله سابقا،كتاب القسامة والمحاربين والقصاص والديات ، باب دية الجنين ووجوب الدية في قتل الخطأ ، الرقم: ۱۶۸۱

2 سننِ ترمذی،محوله سابقا،کتاب الادب، باب مَا جَاءَ فِی الْفَصَاحَةِ وَالْبَيَانِ،الرقم: ۳۸۵۳

3 شرح صحيح البخاری لابن بطال،محوله سابقا،كتاب الدعاء، باب مَا يُكْرَهُ مِنَ السَّجْعِ فِی الدُّعَاءِ: ۹۸/۱۰

تاہم اگر خود ہی زبان سخاوت کرے اور بلا تکلف ہم وزن جملے ادا ہو جائیں تو حرج نہیں۔ صحیح بخاری کی مشہور آخری حدیث مُسجّع و مُقفّٰی کلام کیا گیا ہے، ان جملوں کے آخری الفاظ بلا رعایت وزن ہم قافیہ ہیں : « كَلِمَتَانِ حَبِيبَتَانِ إِلَى الرَّحْمَنِ ، خَفِيفَتَانِ عَلَى اللِّسَانِ ، ثَقِيلَتَانِ فِي الْمِيزَانِ » . لیکن یہ سَجْع ممنوع کے قبیل سے نہیں ہے۔ یہ مقفی کلام رسول اللہ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کی زبانِ مبارک سے بلا تکلف ادا ہوا ہے۔ قافیہ بندی وہ ممنوع ہے، جس میں تکلف کا دخل ہو یا جو کسی باطل بات کو شامل ہو۔

چوتھی حدیث

۵۴۲۸ عَنْ أَبِي مَسْعُودٍ، قَالَ: "نَهَى النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ ثَمَنِ الْكَلْبِ، وَمَهْرِ الْبَغِيِّ، وَحُلْوَانِ الْكَاهِنِ"۔

ترجمہ: ابو مسعود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ نبی کریم صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نے کتے کی قیمت، زنا کی اجرت اور کہانت کی وجہ سے ملنے والے ہدیہ سے منع فرمایا ہے۔

پانچویں حدیث

۵۴۲۹ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا، قَالَتْ: "سَأَلَ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَاسٌ عَنِ الْكُهَّانِ، فَقَالَ: لَيْسَ بِشَيْءٍ، فَقَالُوا: يَا رَسُولَ اللهِ إِنَّهُمْ يُحَدِّثُونَا أَحْيَانًا بِشَيْءٍ فَيَكُونُ حَقًّا، فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: تِلْكَ الْكَلِمَةُ مِنَ الْحَقِّ، يَخْطَفُهَا مِنَ الْجِنِّيِّ فَيَقُرُّهَا فِي أُذُنِ وَلِيِّهِ فَيَخْلِطُونَ مَعَهَا مِائَةَ كَذْبَةٍ"

ترجمہ: عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ کچھ لوگوں نے رسول اللہ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سے کاہنوں کے متعلق پوچھا، نبی کریم صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نے فرمایا کہ اس کی کوئی بنیاد نہیں۔ لوگوں نے کہا کہ یا رسول اللہ! بعض اوقات وہ ہمیں ایسی چیزیں بھی بتاتے ہیں جو صحیح ہو جاتی ہیں۔ نبی کریم صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نے فرمایا کہ یہ کلمہ حق ہوتا ہے۔ اسے کاہن کسی جن سے سن لیتا ہے، وہ جن اپنے دوست کاہن کے کان میں ڈال جاتا ہے اور پھر یہ کاہن اس کے ساتھ سو جھوٹ ملا کر بیان کرتے ہیں۔

بَابُ السِّحْرِ:

باب: جادو

عنوان کی وضاحت:

روحانی بیماریوں اور ان کے علاج کے بارے میں نبوی تعلیمات کا سلسلہ جاری ہے۔ اکثر روحانی بیماریوں کا اور بعض جسمانی بیماریوں کا ایک اہم سبب جادو ہوتا ہے اسلیے امام ابخاری رحمہ اللہ اس بارے میں احادیث نقل کر رہے ہیں۔

وَقَوْلِ اللهِ تَعَالَى: وَلَكِنَّ الشَّيَاطِينَ كَفَرُوا يُعَلِّمُونَ النَّاسَ السِّحْرَ وَمَا أُنْزِلَ عَلَى الْمَلَكَيْنِ بِبَابِلَ هَارُوتَ وَمَارُوتَ وَمَا يُعَلِّمَانِ مِنْ أَحَدٍ حَتَّى يَقُولَا إِنَّمَا نَحْنُ فِتْنَةٌ فَلَا تَكْفُرْ فَيَتَعَلَّمُونَ مِنْهُمَا مَا يُفَرِّقُونَ بِهِ بَيْنَ الْمَرْءِ وَزَوْجِهِ وَمَا هُمْ بِضَارِّينَ بِهِ مِنْ أَحَدٍ إِلَّا بِإِذْنِ اللهِ وَيَتَعَلَّمُونَ مَا يَضُرُّهُمْ وَلَا يَنْفَعُهُمْ وَلَقَدْ عَلِمُوا لَمَنِ اشْتَرَاهُ مَا لَهُ فِي الْآخِرَةِ مِنْ خَلَاقٍ سورة البقرة آية 102 وَقَوْلِهِ تَعَالَى: وَلَا يُفْلِحُ السَّاحِرُ حَيْثُ أَتَى سورة طه آية 69 وَقَوْلِهِ: أَفَتَأْتُونَ السِّحْرَ وَأَنْتُمْ تُبْصِرُونَ سورة الأنبياء آية 3 وَقَوْلِهِ يُخَيَّلُ إِلَيْهِ مِنْ سِحْرِهِمْ أَنَّهَا تَسْعَى سورة طه آية 66 وَقَوْلِهِ وَمِنْ شَرِّ النَّفَّاثَاتِ فِي الْعُقَدِ سورة الفلق آية 4 وَالنَّفَّاثَاتُ: السَّوَاحِرُ، تُسْحَرُونَ تُعَمَّوْنَ۔

اور اللہ تعالیٰ کا فرمان ”اور لیکن شیطانوں نے کفر کیا کہ لوگوں کو جادو سکھاتے تھے اور (وہ اس چیز کے پیچھے لگ گئے) جو بابل میں دو فرشتوں ہاروت اور ماروت پر اتاری گئی، حالانکہ وہ دونوں کسی ایک کو نہیں سکھاتے تھے، یہاں تک کہ کہتے ہم تو محض ایک آزمائش ہیں، سو تو کفر نہ کر۔ پھر وہ ان دونوں سے وہ چیز سیکھتے جس کے ساتھ وہ مرد اور اس کی بیوی کے درمیان جدائی ڈال دیتے۔ وہ اس کے ساتھ ہرگز کسی کو نقصان پہنچانے والے نہ تھے مگر اللہ کے اذن کے ساتھ۔ اور وہ ایسی چیز سیکھتے تھے جو انہیں نقصان پہنچاتی اور انہیں فائدہ نہ دیتی تھی۔ حالانکہ بلاشبہ یقیناً وہ جان چکے تھے کہ جس نے اسے خریدا آخرت میں اس کا کوئی حصہ نہیں۔“

تشریح:

امام بخاری رحمہ اللہ کبھی باب کے عنوان سے متعلق قرآنی آیات بھی نقل کرتے ہیں۔ جادو کے باب میں جادو سے متعلق کچھ آیات جمع کی ہیں جن میں جادو، جادوگر یا جادو زدہ افراد کا تذکرہ ہے۔

سورہ بقرہ کی آیات میں اللہ تعالی نے ان یہودیوں کی تردید کی ہے جو حضرت سلیمان علیہ السلام کی طرف جادو کی نسبت کیا کرتے تھے اور خود ان کا برا طریقہ بیان کیا ہے کہ وہ انبیائے کرام کو چھوڑ کر شیاطین کے جادوئی طریقے سیکھتے ہیں اور اسی طرح ہاروت وماروت پر نازل شدہ جادوئی کلمات کو غلط مقاصد میں استعمال کرتے ہیں۔

ایک زمانے میں شہرِ بابل میں جادو کا بہت چرچا تھا، بعض لوگوں کو جادو کے اس عمومی چلن سے شبہ ہوا اور وہ جادو کو نیک یا جائز کام سمجھ کر کرنے لگے۔ اللہ تعالی نے اس شبہ کو دور کرنے کے لیے دو فرشتے ہاروت وماروت نازل کیے کہ وہ لوگوں کو جادو کے طریقوں اور کلمات سے آگاہ کریں تاکہ ان پر جادو کی حقیقت آشکارا ہو جائے اور پیغمبرانہ معجزات اور جادو میں فرق واضح ہو جائے۔ اس کی مثال ایسی ہی ہے کہ لوگ نادانی میں کفریہ کلمات بک دیتے ہیں تو کوئی عالم ان تمام کلمات کو ایک جگہ جمع کر کے شائع کرے تاکہ لوگ ان سے بچ سکیں، اسی طرح وہ فرشتے بھی لوگوں کو جادو سکھاتے وقت نصیحت کیا کرتے تھے کہ دیکھو اس کے ذریعے اللہ تعالی تمہارا امتحان لے رہے ہیں کون جادو کو سمجھ کر لوگوں کو اس سے دور رکھتا ہے اور کون بعد میں اسی کو اپنا مشغلہ بنالیتا ہے۔[1]

1.0 جادو کی حقیقت:

عربی زبان میں سحر ہر اس چیز کو کہتے ہیں جو مخفی و پوشیدہ ہو، لیکن اس کا زیادہ تر استعمال ایسے اثر کے لیے ہوتا ہے جس کا کوئی ظاہری سبب نہ ہو، چاہے وہ سبب معنوی ہو جیسے بعض کلمات کا اثر، یا غیر محسوس ہو جیسے جنات و شیاطین کا اثر یا قوتِ خیالیہ کا اثر۔[2]

---

1 معارف القرآن، محولہ سابقہ: ۱/۲۷۲، سورۃ البقرۃ، آیت ۱۰۳

2 کشف الباری، محولہ سابقہ، کتاب الطب: ۹۷

جادو کے اثر دو طرح ہوتے ہیں:

۱: ایک قسم تو محض نظر بندی ہے، آنکھوں اور نظر کو دھوکہ دیدیا جاتا ہے، حقیقت میں وہ چیز اپنی اصلی حالت پر برقرار رہتی ہے۔ یہ دھوکہ یا نظر بندی کبھی قوتِ خیالیہ کے ذریعے سے کی جاتی ہے جسے مسمیریزم بھی کہتے ہیں۔ ایک شخص قوتِ خیالیہ کی مدد سے دوسرے آدمی کے خیال پر اس طرح اثر انداز ہوتا ہے کہ جو یہ سوچتا ہے اسے وہی دکھائی دیتا ہے۔ کبھی یہ کام شیاطین کے ذریعے کیا جاتا ہے، وہ اس شخص کے دماغ و آنکھوں پر ایسا اثر ڈالتے ہیں کہ وہ ایک غیر واقعی چیز کو محسوس کرنے لگتا ہے۔ حضرت موسی علیہ السلام کے مقابلے میں آنے والے جادوگروں کا جادو اسی قسم کا تھا، قرآنی الفاظ (**يخيل اليه من سحرهم**) سے معلوم ہوتا ہے وہ لاٹھیاں درحقیقت سانپ نہیں بنی تھیں بلکہ موسی علیہ السلام کی قوتِ خیالیہ متاثر ہوئی اور وہ انہیں سانپ سمجھنے لگے۔

۲: سحر کی دوسری قسم یہ ہے ایک چیز کی حقیقت ہی تبدیل کر دی جائے، مثلا یہودیت سے تائب ہونے والے مشہور تابعی عالم حضرت کعب احبار رحمہ اللہ فرمایا کرتے تھے کہ اگر میں درجِ ذیل دعا نہیں مانگوں تو یہودی مجھے گدھا بنادیں:

أَعُوذُ بِوَجْهِ اللهِ الْعَظِيمِ الَّذِي لَيْسَ شَيْءٌ أَعْظَمَ مِنْهُ وَبِكَلِمَاتِ اللهِ التَّامَّاتِ الَّتِي لَا يُجَاوِزُهُنَّ بَرٌّ وَلَا فَاجِرٌ وَبِأَسْمَاءِ اللهِ الْحُسْنَى كُلِّهَا مَا عَلِمْتُ مِنْهَا وَمَا لَمْ أَعْلَمْ مِنْ شَرِّ مَا خَلَقَ وَبَرَأَ وَذَرَأَ[1]

۵۴۳۰ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا، قَالَتْ: "سَحَرَ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَجُلٌ مِنْ بَنِي زُرَيْقٍ، يُقَالُ لَهُ لَبِيدُ بْنُ الأَعْصَمِ، حَتَّى كَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُخَيَّلُ إِلَيْهِ أَنَّهُ كَانَ يَفْعَلُ الشَّيْءَ وَمَا فَعَلَهُ، حَتَّى إِذَا كَانَ ذَاتَ يَوْمٍ أَوْ ذَاتَ لَيْلَةٍ وَهُوَ عِنْدِي لَكِنَّهُ دَعَا وَدَعَا، ثُمَّ قَالَ: يَا عَائِشَةُ: أَشَعَرْتِ أَنَّ اللهَ أَفْتَانِي فِيمَا اسْتَفْتَيْتُهُ فِيهِ، أَتَانِي رَجُلَانِ فَقَعَدَ أَحَدُهُمَا عِنْدَ رَأْسِي وَالآخَرُ عِنْدَ رِجْلَيَّ، فَقَالَ أَحَدُهُمَا لِصَاحِبِهِ: مَا وَجَعُ الرَّجُلِ؟، فَقَالَ: مَطْبُوبٌ، قَالَ: مَنْ طَبَّهُ؟، قَالَ: لَبِيدُ بْنُ الأَعْصَمِ، قَالَ: فِي أَيِّ شَيْءٍ؟، قَالَ: فِي مُشْطٍ، وَمُشَاطَةٍ وَجُفِّ طَلْعِ نَخْلَةٍ

1 موطأ مالك ، مالك بن أنس(بيروت، دار الغربب الاسلامى،۱۴۰۷ھ)كتاب الجامع، باب ما يؤمر به من التعوذ، الرقم: ۲۷۴۰

ذَكَرٍ، قَالَ: وَأَيْنَ هُوَ؟، قَالَ: فِي بِئْرِ ذَرْوَانَ، فَأَتَاهَا رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي نَاسٍ مِنْ أَصْحَابِهِ، فَجَاءَ، فَقَالَ: يَا عَائِشَةُ كَأَنَّ مَاءَهَا نُقَاعَةُ الْحِنَّاءِ أَوْ كَأَنَّ رُءُوسَ نَخْلِهَا رُءُوسُ الشَّيَاطِينِ، قُلْتُ: يَا رَسُولَ اللهِ أَفَلَا اسْتَخْرَجْتَهُ، قَالَ: قَدْ عَافَانِي اللهُ فَكَرِهْتُ أَنْ أُثَوِّرَ عَلَى النَّاسِ فِيهِ شَرًّا، فَأَمَرَ بِهَا، فَدُفِنَتْ"

ترجمہ: عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ بنی زریق کے ایک شخص یہودی لبید بن اعصم نے رسول اللہ ﷺ پر جادو کر دیا تھا اور اس کی وجہ سے نبی کریم ﷺ کسی چیز کے متعلق خیال کرتے کہ آپ نے وہ کام کر لیا ہے حالانکہ آپ نے وہ کام نہ کیا ہوتا۔ ایک دن یا ایک رات نبی کریم ﷺ میرے یہاں تشریف رکھتے تھے اور مسلسل دعا کر رہے تھے پھر آپ ﷺ نے فرمایا کہ عائشہ! تمہیں معلوم ہے اللہ سے جو بات میں پوچھ رہا تھا، اس نے اس کا جواب مجھے دے دیا۔ میرے پاس دو فرشتے آئے۔ ایک میرے سر کی طرف کھڑا ہو گیا اور دوسرا میرے پاؤں کی طرف۔ ایک نے اپنے دوسرے ساتھی سے پوچھا ان صاحب کی بیماری کیا ہے؟ دوسرے نے کہا کہ ان پر جادو ہوا ہے۔ اس نے پوچھا کس نے جادو کیا ہے؟ جواب دیا کہ لبید بن اعصم نے۔ پوچھا کس چیز میں؟ جواب دیا کہ کنگھے اور سر کے بال میں جو نر کھجور کے خوشے میں رکھے ہوئے ہیں۔ سوال کیا یہ جادو ہے کہاں؟ جواب دیا کہ زروان کے کنویں میں۔ پھر نبی کریم ﷺ اس کنویں پر اپنے چند صحابہ کے ساتھ تشریف لے گئے اور جب واپس آئے تو فرمایا عائشہ! اس کا پانی ایسا (سرخ) تھا جیسے مہندی کا نچوڑ ہوتا ہے اور اس کے کھجور کے درختوں کے سر شیطان کے سروں کی طرح تھے۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! آپ نے اس کی تشہیر کیوں نہ کی۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے اس سے عافیت دے دی اس لیے میں نے مناسب نہیں سمجھا کہ اب میں لوگوں میں اس برائی کو مشہور کروں۔ پھر نبی کریم ﷺ نے اس کنگھی کو دفن کرا دیا۔

تشریح:

اس حدیث میں نبی کریم ﷺ پر کیے گئے جادو کا مشہور واقعہ محفوظ کیا گیا ہے۔ مدینہ کے ایک منافق لبید بن اعصم نے ایک کنگھی کے دندانوں اور کنگھی کئے ہوئے بالوں اور نر کھجور کے خوشہ کے چھلکا میں جادو کیا۔ نبی ﷺ کو اپنے نجی معاملات میں یہ خیال ہونے لگا کہ اپنے یہ کام کیا ہے اور حالانکہ کچھ نہیں کیا ہوتا تھا لیکن الحمدللہ

اللہ کے فضل و کرم سے ان کی عقل و شعور اور دینی و تبلیغی معاملات محفوظ رہے۔ اس جادو کا اثر انکی زوجات کے معاملات اور جسمانی عوارض پر ہی ہوا جیسا کہ دیگر احادیث سے معلوم ہوتا ہے۔ اللہ تعالی فرشتوں کے ذریعے انہیں جادو کی اطلاع دی تو نبی ﷺ نے اس کنویں سے جادو کا سامان نکال کر اسے ضائع کروادیا۔ اور معوذتین (قل اعوذ برب الفلق اور قل اعوذ برب الناس) کی برکت سے جادو کے اثرات بالکل ختم ہوگئے۔

2.0: کیا نبی پر جادو ہو سکتا ہے؟

اس سلسلے میں درجِ ذیل نکات اس واقعہ کے تمام پہلو سمجھنے اور ہر طرح کے شبہات کے حل میں معاون ہونگے:

۱: اس حدیث کے الفاظ دوبارہ پڑھیے:

حَتَّى كَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُخَيَّلُ إِلَيْهِ أَنَّهُ كَانَ يَفْعَلُ الشَّيْءَ وَمَا فَعَلَهُ

"یعنی یہاں تک کہ آپ ﷺ کو خیال ہوتا کہ میں نے فلاں کام کر لیا ہے اور در حقیقت کیا نہ ہوتا۔"

ان الفاظ سے یہ بات ثابت ہوئیں ایک یہ جادو کا اثر حافظہ پر تھا عقل پر نہ تھا کیونکہ کام کرنے نہ کرنے کے متعلق یاد نہ رہنا یہ حافظہ کا کام ہے۔ حافظہ اور عقل دو قوتیں الگ الگ ہیں۔ دیکھئے، بچپن میں حافظہ قوی ہوتا ہے اور عقل کم اور معمر ہو کر عقل بڑھ جاتی ہے اور حافظہ میں فرق آجاتا ہے۔ پس حافظہ پر اثر ہونے سے یہ لازم نہیں آتا کہ عقل پر بھی اثر ہو۔

۲: خود نبی کریم ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے خاص خطاب کر کے فرمایا ہے:

وَإِذَا رَأَيْتَ الَّذِينَ يَخُوضُونَ فِي آيَاتِنَا فَأَعْرِضْ عَنْهُمْ حَتَّى يَخُوضُوا فِي حَدِيثٍ غَيْرِهِ وَإِمَّا يُنْسِيَنَّكَ الشَّيْطَانُ فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرَى مَعَ الْقَوْمِ الظَّالِمِينَ[1]

---

1 سورۃ الانعام، آیت:۶۸

ترجمہ: اور جب تم ان لوگوں کو دیکھو جو ہماری آیتوں کو برا بھلا کہنے میں لگے ہوئے ہیں، تو ان سے اس وقت تک کے لیے الگ ہو جاؤ جب تک وہ کسی اور بات میں مشغول نہ ہو جائیں۔ اور اگر کبھی شیطان تمہیں یہ بات بھلا دے تو یاد آنے کے بعد ظالم لوگوں کے ساتھ نہ بیٹھو۔

معلوم ہوا کہ شیطان نبی کریم ﷺ کو بھلا سکتا ہے۔ تو لبید بن الاعصم یہودی نے جو جادو کیا تھا وہ کیا تھا؟ کہ آپ کام کر لیتے، بھول جاتے۔ کہ میں نے یہ کام نہیں کیا۔ اور آپ نے کام نہیں کیا ہوتا اور آپ بھول جاتے کہ شاید یہ کام میں نے کر لیا ہے۔ تو یہ بات تو اللہ نے قرآن میں بھی فرما دی ہے۔

۳: صحیح بخاری کی اس مرکزی حدیث سے یہ بھی واضح ہو گیا کہ حافظہ پر اثر سے یہ مراد نہیں کہ آپ ﷺ کو معاذ اللہ قرآن مجید یا وحی کا مضمون بھول گیا ہو بلکہ یہ صرف اس حد تک تھا کہ جزوی فعل میں کبھی بھول چوک ہو جاتی اور جزوی فعل میں بھول چوک معمولی بات ہے۔ مثلاً نماز میں آپ ﷺ کئی دفعہ رکعتیں بھول گئے اور فرمایا ''إِنَّمَا أَنَا بَشَرٌ مِثْلُكُمْ ، أَنْسَى كَمَا تَنْسَوْنَ ، فَإِذَا نَسِيتُ فَذَكِّرُونِي'' یعنی میں تمہارے جیسا بشر ہوں، جیسے تم بھول جاتے ہو میں بھی بھول جاتا ہوں، جب میں نماز کی رکعات بھول جاؤں مجھے یاد دلا دیا کرو[1]''

۴۔ مفتی محمد شفیع رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

''کسی نبی یا پیغمبر پر جادو کا اثر ہو جانا ایسا ہی ممکن ہے، جیسا کہ بیماری کا اثر ہو جاتا، اس لئے کہ انبیاء علیہم السلام بشری خواص سے الگ نہیں ہوتے، جیسے ان کو زخم لگ سکتا ہے، بخار اور درد ہو سکتا ہے، ایسے ہی جادو کا اثر بھی ہو سکتا ہے، کیونکہ وہ بھی خاص اسبابِ طبعیہ جنات وغیرہ کے اثر سے ہوتا ہے، اور حدیث ثابت بھی ہے کہ ایک مرتبہ رسول اللہ ﷺ پر جادو کا اثر ہو گیا تھا، آیت میں جو کفار نے آپ کو 'مسحور' کہا اور قرآن نے اس کی تردید کی، اس میں ان کی مراد در حقیقت 'مسحور' کہنے سے مجنون کہنا تھا، اس کی تردید قرآن نے فرمائی ہے، اس لئے حدیثِ سحر اس کے خلاف نہیں۔''[2]

1 صحيح البخارى، محوله سابقا، أبواب القبلة، باب التوجه نحو القبلة حيث كان، الرقم: ۳۹۲

2 معارف القرآن، محولہ سابقہ: ۵/ ۴۹۰۔ ۴۹۱، سورۃ بنی اسرائیل: ۴۷

3.0 جادو سے بال بال بچاؤ

اس واقعہ میں ایک دوسرا پہلو بھی غور طلب ہے۔ نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم پر جادو بالوں کے ذریعے کیا گیا۔ شاید یہی وجہ ہے کہ آج سے چند برس قبل تک گھر کے بوڑھے بزرگ خواتین کے سر کے بالوں اور کٹے ہوئے ناخنوں کو سرعام پھینکنا نحوست کی علامت سمجھتے تھے۔ اس لیئے وہ اس بات کی سختی سے تاکید کرتے کہ بالوں اور ناخنوں کو پھینکنے کی بجائے کسی مناسب جگہ پر دفن کر دینا چاہئے۔ لیکن موجودہ دور میں اِن باتوں پر بالکل بھی دھیان نہیں دیا جاتا۔ یہی وجہ ہے کہ خواتین کی لاپرواہی کی وجہ سے اُن کے سر کے بال کوڑا کرکٹ کے ڈھیروں پر پہنچ کر ایسے انسانیت دشمن لوگوں کے ہاتھ لگ جاتے ہیں جو شیطان کے چیلے کہلاتے ہیں۔

ایک رپورٹ کے مطابق ملک کے مختلف علاقوں میں خواتین کے بال سفلی عمل کرنے والے عاملوں کو فروخت ہونے کا انکشاف ہوا ہے۔ ایک ایسا گروہ متحرک ہے جو خواتین کے سر کے بال انتہائی مہنگے داموں خرید رہا ہے جبکہ کئی لوگوں نے اس گینگ سے وابستہ افراد کو کچرے کے ڈھیروں سے ایسے بال اکٹھے کرتے ہوئے بھی دیکھا ہے جو خواتین کوڑے کی نذر کر دیتی ہیں۔ یہ لوگ اس جواز کی بنیاد پر سر کے بال خریدتے ہیں کہ یہ اعضاء کی پیوندکاری میں استعمال ہوتے ہیں لیکن چندروز قبل ملک کے ایک مقبول اخبار نے اس بارے میں جو ہوشربا انکشاف کیا ہے اس کے مطابق سر میں کنگھی کرتے ہوئے خواتین کے جو بال ٹوٹ جاتے ہیں، ان کو کالا جادو کرنے والے عامل اپنے کارندوں کے ذریعے خریدتے ہیں کیونکہ بے اولادی، گھریلو ناچاقی، محبت میں ناکامی، کاروباری خسارے کے توڑ اور دوسروں کو نقصان پہنچانے کی غرض سے خواتین کے بالوں پر کالا جادو کیا جاتا ہے۔ اس طرح بیوٹی پارلرز اور کباڑیوں کے ذریعے بالوں کی خرید و فروخت ایک منافع بخش کاروبار بن گیا ہے۔[1]

---

[1] کالے جادو کیلئے خواتین کے بالوں کی خرید و فروخت, مارچ ۲۰۱۲ء source:https://www.geourdu.com/?p=218319

بَابُ الشِّرْكُ وَالسِّحْرُ مِنَ الْمُوبِقَاتِ:

باب: شرک اور جادو تباہ کن گناہ ہیں

عنوان کی وضاحت:

بیماری کے اسباب جاننا بھی طب کا اہم شعبہ ہے۔ روحانی بیماریوں کے دو اہم سبب شرک اور جادو کو اس باب میں اسی لیے ذکر کیا گیا ہے۔

۵۴۳۱ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: "اجْتَنِبُوا الْمُوبِقَاتِ الشِّرْكُ بِاللهِ وَالسِّحْرُ."

ترجمہ: ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا "تباہ کر دینے والی چیز اللہ کے ساتھ شرک کرنا اور جادو ہے، ان سے بچو"۔

تشریح:

نبی کریم ﷺ نے جادو کا شمار مہلک اور کبیرہ گناہوں میں کیا ہے جو افراد ہی نہیں قوموں کو بھی ہلاک کر دیتا ہے اور آخرت سے پہلے دنیا میں ہی تباہی لاتا ہے۔ حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا، سات ہلاک کر ڈالنے والے گناہوں سے بچو۔ صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ وہ کیا ہیں؟ آپ نے فرمایا "اللہ کے ساتھ شرک کرنا، جادو کرنا، کسی جان کو ناحق قتل کرنا، سود کھانا، یتیم کا مال کھانا، میدان جنگ میں پیٹھ پھیر کر بھاگنا اور بھولی بھالی پاک دامن عورتوں پر تہمت لگانا۔"[1]

جادو کے گناہ کی شدت کا مدار اس میں پڑھے گئے کلمات اور اسکے طریقہ کار پر ہے۔ اگر اس میں کفریہ یا شرکیہ کلمات استعمال کیے گئے تو ایسا سحر کفر اور جادو گر کافر ہے۔ اگر کفریہ کلمات کی نوبت تو نہ آئی ہو لیکن فسق و فجور کی راہ تو اختیار کی گئی ہے مثلاً شیاطین و جنات کو خوش کرنے لے لیے نجس رہنا، غلاظت میں رہنا، نماز نہ پڑھنا تو اس طرح کا سحر گناہِ کبیرہ ہے، اس کا سیکھنا سکھانا بھی حرام ہے۔[2]

---

1 صحيح البخارى، محوله سابقا، كتاب الوصايا، باب قول الله تعالى { إن الذين يأكلون أموال اليتامى ظلما }، الرقم: ۲۶۱۵

2 فَهَذِهِ أَنْوَاعُ السِّحْرِ الثَّلَاثَةِ ، قَدْ تَقَعُ بِمَا هُوَ كُفْرٌ مِنْ لَفْظٍ أَوْ اعْتِقَادٍ أَوْ فِعْلٍ ، وَقَدْ تَقَعُ بِغَيْرِهِ كَوَضْعِ الْأَحْجَارِ .وَلِلسِّحْرِ فُصُولٌ كَثِيرَةٌ فِي كُتُبِهِمْ .فَلَيْسَ كُلُّ مَا يُسَمَّى سِحْرًا كُفْرًا ، إذْ لَيْسَ التَّكْفِيرُ بِهِ لِمَا يَتَرَتَّبُ عَلَيْهِ مِنْ الضَّرَرِ بَلْ لِمَا يَقَعُ بِهِ مِمَّا هُوَ كُفْرٌ كَاعْتِقَادِ انْفِرَادِ الْكَوَاكِبِ : بِالرُّبُوبِيَّةِ أَوْ إهَانَةِ قُرْآنٍ أَوْ كَلَامٍ مُكَفِّرٍ وَنَحْوِ ذَلِكَ ا هـ مُلَخَّصًا ، وَهَذَا مُوَافِقٌ لِكَلَامِ إمَامِ الْهُدَى أَبِي مَنْصُورٍ الْمَاتُرِيدِيِّ ، ثُمَّ إنَّهُ لَا يَلْزَمُ مِنْ عَدَمِ كُفْرِهِ مُطْلَقًا عَدَمُ قَتْلِهِ ؛ لِأَنَّ قَتْلَهُ بِسَبَبِ سَعْيِهِ بِالْفَسَادِ كَمَا مَرَّ .فَإِذَا ثَبَتَ إضْرَارُهُ بِسِحْرِهِ وَلَوْ بِغَيْرِ مُكَفِّرٍ : يُقْتَلُ دَفْعًا لِشَرِّهِ كَالْخَنَّاقِ وَقُطَّاعِ الطَّرِيقِ .(رد المحتار، محوله سابقا، المقدمة، مَطْلَبُ السِّحْرِ أَنْوَاعٌ: ۴۵/۱)

بَابُ هَلْ يَسْتَخْرِجُ السِّحْرَ:

باب: جادو کا توڑ کرنا

عنوان کی وضاحت:

جادو کی حرمت کی وجہ اس کی غلط نیت اور اس کے کفریہ یا فسقیہ کلمات ہیں، اسی وجہ سے یہ کبیرہ گناہ ہے۔ تاہم نقصان سے بچاؤ کے لیے تمام تر احتیاطوں کو بروئے کار لاتے ہوئے جادو سیکھا اور کیا جائے تو اس کی اجازت ہے۔ اسی اجازت کی دلیل میں امام بخاری رحمہ اللہ جلیل القدر تابعی حضرت سعید بن مسیب رحمہ اللہ کا مؤقف نقل کر رہے ہیں۔

وَقَالَ قَتَادَةُ: قُلْتُ لِسَعِيدِ بْنِ الْمُسَيِّبِ: رَجُلٌ بِهِ طِبٌّ أَوْ يُؤَخَّذُ عَنِ امْرَأَتِهِ أَيُحَلُّ عَنْهُ أَوْ يُنَشَّرُ، قَالَ: لَا بَأْسَ بِهِ، إِنَّمَا يُرِيدُونَ بِهِ الْإِصْلَاحَ، فَأَمَّا مَا يَنْفَعُ النَّاسَ فَلَمْ يُنْهَ عَنْهُ.

ترجمہ: قتادہ نے بیان کیا کہ میں نے سعید بن مسیب سے کہا ایک شخص پر اگر جادو ہو یا اس کو بیوی سے روکا گیا ہو (اس کے جماع کی صلاحیت جادو کے ذریعے ختم کر دی گئی) اس کا دفعیہ کرنا اور جادو کے توڑ کے لیے منتر کرنا درست ہے یا نہیں؟ انہوں نے کہا کہ اس میں کوئی قباحت نہیں۔ جادو دفع کرنے والوں کی تو نیت بخیر ہوتی ہے اور اللہ پاک نے اس بات سے منع نہیں فرمایا جس سے فائدہ ہو۔

فقہ حنفی کی مشہور کتاب رد المحتار میں اسی تناسب سے جادو کی تین قسمیں بیان کی گئی ہیں:

۱۔ فرض: مسلمانوں کے دشمنوں کے سحر کو توڑنے کے لیے جادو سیکھنا فرض ہے۔

۲۔ حرام: کسی ناجائز مقصد کے لیے سیکھنا، مثلاً میاں بیوی میں جدائی کروانا

۳۔ جائز: کسی نیک مقصد کی غرض ہو۔ مثلاً میاں بیوی کے درمیان تناؤ دور کرنا۔[1]

۵۴۳۲ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا، قَالَتْ: "كَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سُحِرَ حَتَّى كَانَ يَرَى أَنَّهُ يَأْتِي النِّسَاءَ وَلَا يَأْتِيهِنَّ"، قَالَ سُفْيَانُ: وَهَذَا أَشَدُّ مَا يَكُونُ مِنَ السِّحْرِ، إِذَا كَانَ كَذَا، فَقَالَ: يَا عَائِشَةُ أَعَلِمْتِ أَنَّ اللهَ قَدْ أَفْتَانِي فِيمَا اسْتَفْتَيْتُهُ فِيهِ، أَتَانِي رَجُلَانِ فَقَعَدَ أَحَدُهُمَا عِنْدَ رَأْسِي وَالْآخَرُ عِنْدَ رِجْلَيَّ، فَقَالَ الَّذِي عِنْدَ رَأْسِي لِلْآخَرِ، مَا بَالُ الرَّجُلِ، قَالَ: مَطْبُوبٌ، قَالَ: وَمَنْ طَبَّهُ، قَالَ: لَبِيدُ بْنُ أَعْصَمَ رَجُلٌ مِنْ بَنِي زُرَيْقٍ حَلِيفٌ لِيَهُودَ كَانَ مُنَافِقًا، قَالَ: وَفِيمَ قَالَ: فِي مُشْطٍ وَمُشَاقَةٍ، قَالَ: وَأَيْنَ قَالَ: فِي جُفِّ طَلْعَةٍ ذَكَرٍ تَحْتَ رَاعُوفَةٍ فِي بِئْرِ ذَرْوَانَ، قَالَتْ: فَأَتَى النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْبِئْرَ حَتَّى اسْتَخْرَجَهُ، فَقَالَ: هَذِهِ الْبِئْرُ الَّتِي أُرِيتُهَا، وَكَأَنَّ مَاءَهَا نُقَاعَةُ الْحِنَّاءِ، وَكَأَنَّ نَخْلَهَا رُءُوسُ الشَّيَاطِينِ، قَالَ: فَاسْتُخْرِجَ، قَالَتْ: فَقُلْتُ أَفَلَا أَيْ تَنَشَّرْتَ، فَقَالَ: أَمَّا اللهُ فَقَدْ شَفَانِي، وَأَكْرَهُ أَنْ أُثِيرَ عَلَى أَحَدٍ مِنَ النَّاسِ شَرًّا"۔

ترجمہ: عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ پر جادو کر دیا گیا تھا اور اس کا آپ پر یہ اثر ہوا تھا آپ کو خیال ہوتا کہ آپ نے ازواج مطہرات میں سے کسی کے ساتھ تعلق کیا ہے حالانکہ آپ نے کیا نہیں ہوتا۔ سفیان ثوری نے بیان کیا کہ جادو کی یہ سب سے سخت قسم ہے۔ جب اس کا یہ اثر ہو پھر آپ ﷺ نے فرمایا عائشہ! تمہیں معلوم ہے اللہ تعالیٰ سے جو بات میں نے پوچھی تھی اس کا جواب اس نے دے دیا ہے۔ میرے پاس دو فرشتے آئے ایک میرے سر کے پاس کھڑا ہو گیا اور دوسرا میرے پاؤں کے پاس۔ جو فرشتہ میرے سر کی طرف کھڑا تھا اس نے دوسرے سے کہا ان صاحب کا کیا حال ہے؟ دوسرے نے جواب دیا کہ ان پر جادو کر دیا گیا ہے۔ پوچھا کہ کس نے ان پر جادو کیا ہے؟ جواب دیا کہ لبید بن اعصم نے یہ یہودیوں کے حلیف بنی زریق کا ایک شخص تھا اور منافق تھا۔ سوال کیا کہ کس چیز میں ان پر جادو کیا ہے؟ جواب دیا کہ کنگھے اور بال میں۔ پوچھا جادو ہے کہاں؟ جواب دیا کہ نر کھجور کے خوشے میں جو زروان کے کنویں کے اندر رکھے ہوئے پتھر کے نیچے دفن ہے۔ بیان کیا کہ پھر نبی کریم ﷺ اس کنویں پر تشریف لے گئے اور جادو اندر سے نکالا۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ یہی وہ کنواں ہے جو مجھے خواب میں دکھایا گیا تھا اس کا پانی مہندی کے عرق جیسا رنگین تھا اور اس کے کھجور کے درختوں کے سر شیطانوں کے سروں جیسے تھے۔ پھر وہ جادو کنویں میں سے نکالا گیا۔ عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ میں نے کہا آپ نے اس جادو کا اظہار کیوں نہیں کرایا۔ فرمایا: ہاں اللہ تعالیٰ نے مجھے شفا دی اب میں لوگوں میں ایک شور ہونا پسند نہیں کرتا۔

---

[1] تَعَلُّمُهُ فَرْضٌ لِرَدِّ سَاحِرِ أَهْلِ الْحَرْبِ، وَحَرَامٌ لِيُفَرِّقَ بِهِ بَيْنَ الْمَرْأَةِ وَزَوْجِهَا، وَجَائِزٌ لِيُوَفِّقَ بَيْنَهُمَا (رد المحتار، محوله سابقا، المقدمة، مَطْلَبُ السِّحْرِ أَنْوَاعٌ: ۴۴/۱)

بَابُ السِّحْرِ:

باب: جادو

عنوان کی وضاحت

اس باب کا عنوان بَابُ السِّحْرِ (جادو کا بیان) ہے، یہی عنوان گزشتہ دو ابواب سے پہلے بھی قائم کیا گیا تھا ۔ بظاہر تکرار ہے لیکن حقیقتا دونوں عناوین کا مقصد جدا ہے۔ پہلے باب میں جادو کی حقیقت بیان کرنا تھی جبکہ اس باب میں جادو کا علاج بیان کرنا ہے کہ جادو کے دور کرنے میں دعا سب سے زیادہ مؤثر ہے جیسا کہ اس حدیث میں ذکر ہے کہ نبی کریم ﷺ دعا فرماتے، پھر دعا فرماتے۔[1]

۵۴۳۳ عَنْ عَائِشَةَ، قَالَتْ: "سُحِرَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتَّى إِنَّهُ لَيُخَيَّلُ إِلَيْهِ أَنَّهُ يَفْعَلُ الشَّيْءَ وَمَا فَعَلَهُ، حَتَّى إِذَا كَانَ ذَاتَ يَوْمٍ وَهُوَ عِنْدِي، دَعَا اللهَ وَدَعَاهُ، ثُمَّ قَالَ: أَشَعَرْتِ يَا عَائِشَةُ أَنَّ اللهَ قَدْ أَفْتَانِي فِيمَا اسْتَفْتَيْتُهُ فِيهِ، قُلْتُ: وَمَا ذَاكَ يَا رَسُولَ اللهِ؟، قَالَ: جَاءَنِي رَجُلَانِ فَجَلَسَ أَحَدُهُمَا عِنْدَ رَأْسِي وَالْآخَرُ عِنْدَ رِجْلَيَّ، ثُمَّ قَالَ: أَحَدُهُمَا لِصَاحِبِهِ، مَا وَجَعُ الرَّجُلِ؟، قَالَ: مَطْبُوبٌ، قَالَ: وَمَنْ طَبَّهُ؟، قَالَ: لَبِيدُ بْنُ الْأَعْصَمِ الْيَهُودِيُّ مِنْ بَنِي زُرَيْقٍ، قَالَ: فِيمَا ذَا؟ قَالَ: فِي مُشْطٍ وَمُشَاطَةٍ وَجُفِّ طَلْعَةٍ ذَكَرٍ، قَالَ: فَأَيْنَ هُوَ؟ قَالَ: فِي بِئْرِ ذِي أَرْوَانَ، قَالَ: فَذَهَبَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي أُنَاسٍ مِنْ أَصْحَابِهِ إِلَى الْبِئْرِ، فَنَظَرَ إِلَيْهَا وَعَلَيْهَا نَخْلٌ ثُمَّ رَجَعَ إِلَى عَائِشَةَ، فَقَالَ: وَاللهِ لَكَأَنَّ مَاءَهَا نُقَاعَةُ الْحِنَّاءِ، وَلَكَأَنَّ نَخْلَهَا رُءُوسُ الشَّيَاطِينِ، قُلْتُ: يَا رَسُولَ اللهِ أَفَأَخْرَجْتَهُ؟ قَالَ: لَا، أَمَّا أَنَا فَقَدْ عَافَانِيَ اللهُ، وَشَفَانِي، وَخَشِيتُ أَنْ أُثَوِّرَ عَلَى النَّاسِ مِنْهُ شَرًّا"، وَأَمَرَ بِهَا فَدُفِنَتْ .

ترجمہ: عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ پر جادو کر دیا گیا تھا اور اس کا اثر یہ تھا کہ آپ کو خیال ہوتا کہ آپ کوئی چیز کر چکے ہیں حالانکہ وہ چیز نہ کی ہوتی۔ ایک دن نبی کریم ﷺ میرے یہاں تشریف رکھتے تھے اور مسلسل دعائیں کر رہے تھے، پھر فرمایا: عائشہ! تمہیں معلوم ہے اللہ تعالیٰ سے جو بات میں نے پوچھی تھی اس کا

---

1 کشف الباری، محولہ سابقہ، کتاب الطب، باب السحر: ۱۱۹

جواب اس نے مجھے دے دیا ہے۔ میں نے عرض کی وہ کیا بات ہے یا رسول اللہ! آپ ﷺ نے فرمایا میرے پاس دو فرشتے آئے اور ایک میرے سر کے پاس کھڑا ہو گیا اور دوسرا پاؤں کی طرف پھر ایک نے اپنے دوسرے ساتھی سے کہا ان صاحب کی تکلیف کیا ہے؟ دوسرے نے جواب دیا کہ ان پر جادو کیا گیا ہے۔ پوچھا کس نے ان پر جادو کیا ہے؟ فرمایا بنی زریق کے لبید بن اعصم یہودی نے، پوچھا کس چیز میں؟ جواب دیا کہ کنگھے اور بال میں جو نر کھجور کے خوشے میں رکھا ہوا ہے۔ پوچھا اور وہ جادو رکھا کہاں ہے؟ جواب دیا کہ ذروان کے کنویں میں۔

پھر نبی کریم ﷺ اپنے چند صحابہ کے ساتھ اس کنویں پر تشریف لے گئے اور اسے دیکھا وہاں کھجور کے درخت بھی تھے پھر آپ واپس عائشہ رضی اللہ عنہا کے یہاں تشریف لائے اور فرمایا اللہ کی قسم! اس کا پانی مہندی کے عرق جیسا ہے اور اس کے کھجور کے درخت شیاطین کے سروں جیسے ہیں۔ میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! آپ نے اس جادو کی تشہیر کروائی۔ آپ ﷺ نے فرمایا نہیں، اللہ نے تو مجھ کو شفاء دے دی، تندرست کر دیا۔ اب میں ڈرتا ہوں کہ کہیں لوگوں میں ایک شور نہ پھیلے۔ نبی کریم ﷺ نے اس سامان کے گاڑ دینے کا حکم دیا، وہ دفن کر دیا گیا۔

بَابُ مِنَ الْبَيَانِ سِحْرًا:

باب: جادو بھری تقریریں

عنوان کی وضاحت:

بعض باتوں میں جادو کی سی تاثیر ہوتی ہے، نبی کریم صل اللہ علیہ وسلم کے اس جامع فرمان سے مثبت و منفی دونوں پہلوؤں کی راہنمائی ملتی ہے۔

اس جملے سے تعریف بھی مراد لی جاسکتی ہے کہ بعض لوگوں کی باتوں میں بہت تاثیر ہوتی ہے وہ اپنی اچھی باتوں سے دل خرید لیتے ہیں۔ اسی سے مذمت بھی مراد ہو سکتی ہے کہ بعض لوگوں کی باتیں جادو کی طرح حقیقت کے خلاف محض بناوٹی ہوتی ہیں، سچائی سے ان کا کوئی تعلق نہیں ہوتا بلکہ پروپیگنڈا اور افواہ ہوتی ہیں۔[1]

۵۴۳۴ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا، أَنَّهُ قَدِمَ رَجُلَانِ مِنَ الْمَشْرِقِ فَخَطَبَا فَعَجِبَ النَّاسُ لِبَيَانِهِمَا، فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "إِنَّ مِنَ الْبَيَانِ لَسِحْرًا"، أَوْ إِنَّ بَعْضَ الْبَيَانِ لَسِحْرٌ.

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نقل کرتے ہیں کہ دو آدمی مشرق کی طرف (ملک عراق) سے مدینہ آئے اور لوگوں کو خطاب کیا، لوگ ان کی تقریر سے بہت متاثر ہوئے تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ بعض تقریریں جادو ہوتی ہیں۔

1 کشف الباری، سلیم اللہ خان، محولہ سابقہ، کتاب الطب: ۱۲۲

بَابُ الدَّوَاءِ بِالْعَجْوَةِ لِلسِّحْرِ:

باب: عجوہ کھجور سے جادو کا علاج

عنوان کی وضاحت:

اس باب کی دونوں احادیث میں حضرت سعد رضی اللہ علیہ نبی کریم ﷺ سے منقول جادو کا علاج بیان فرمار ہے ہیں، جو انہیں نبی کرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے تاریخی عارضہ قلب میں تجویز کیا تھا۔ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کی علالت تاریخ طب کا ایک حیرت ناک واقعہ ہے۔

دل کا ایک حیرت انگیز مریض

یہ پہلے مریض تھے جن کے دل کی بیماری کی تشخیص کی گئی۔ڈاکٹروں کو دل کے دورے کے بارے میں انیسویں صدی تک حتمی علم نہ تھا۔

دل کا دورہ پڑنے کے بعد کبھی کوئی مریض مکمل تندرست نہیں ہوا۔دور حاضر کے بہترین علاج اور آپریشن کے بعد بھی مریض کو ساری عمر دوائی کھانی ضروری ہے۔ معمولی مشقت سے دورہ پھر کسی وقت پڑ سکتا ہے۔دورے کے بعد سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے گھوڑے پر کم از کم ڈیڑھ سو میل سفر کیا۔جب کہ آج کے کسی مریض کے لیے سیڑھیاں چڑھنا بھی آسان نہیں ہوتا۔

اس ایک دورے کے بعد حضرت سعد کو کبھی دل کی تکلیف نہیں ہوئی۔ انہوں نے ایک عام آدمی سے زیادہ عمر پائی اور آخری وقت تک تندرست و توانا رہے۔[1]

۵۴۳۵ أَخْبَرَنَا عَامِرُ بْنُ سَعْدٍ، عَنْ أَبِيهِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَنِ اصْطَبَحَ كُلَّ يَوْمٍ تَمَرَاتٍ عَجْوَةً لَمْ يَضُرَّهُ سُمٌّ وَلَا سِحْرٌ ذَلِكَ الْيَوْمَ إِلَى اللَّيْلِ۔

---

1 دل کی بیماریاں اور علاج نبوی، خالد غزنوی، محولہ سابقہ، باب دل کی بیماریاں اور غذا: ۳۴۸

ترجمہ: سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص روزانہ چند عجوہ کھجوریں کھالیا کرے اسے اس دن رات تک زہر اور جادو نقصان نہیں پہنچا سکیں گے۔

۵۴۳۶ سَمِعْتُ سَعْدًا رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ يَقُولُ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، يَقُولُ: "مَنْ تَصَبَّحَ سَبْعَ تَمَرَاتٍ عَجْوَةً لَمْ يَضُرَّهُ ذَلِكَ الْيَوْمَ سُمٌّ وَلَا سِحْرٌ ."

ترجمہ: سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس شخص نے صبح کے وقت سات عجوہ کھجوریں کھالیں اس دن اسے نہ زہر نقصان پہنچا سکتا ہے اور نہ جادو۔

بَابُ لاَ هَامَةَ:

باب: ہامہ کی کوئی حقیقت نہیں

عنوان کی وضاحت:

سات باب قبل بالکل اسی عنوان سے ایک باب اور یہی حدیث اختصار کے ساتھ گزر چکی ہے۔ ایسا بہت ہی نادر ہوتا ہے کہ امام بخاری رحمہ اللہ ایک ہی باب اور حدیث کو مکرر ذکر فرمایا ہو۔

شیخ الحدیث علامہ زکریا رحمہ اللہ کی تحقیق کے مطابق امام بخاری رحمہ اللہ اس مکرر عنوان کے ذریعے ہامہ کی دو تفسیروں کی طرف اشارہ فرمارہے ہیں۔ ہامہ کے دو معنی مشہور ہیں:

۱: اس سے الو مراد ہے۔

۲: اس سے مقتول کی کھوپڑی مراد ہے جسکے بارے میں زمانہ جاہلیت میں یہ خیال پایا جاتا تھا کہ مقتول کی ہڈیاں کھوپڑی کی شکل اختیار کرلیتی ہیں اور اپنے انتقام کا مطالبہ کرتی ہے۔

نبی کریم ﷺ کی اس حدیث میں دونوں خیالات کی نفی فرمائی کہ ان کی کوئی حقیقت نہیں ہے۔ امام بخاری رحمہ اللہ نے پہلے باب میں پہلے مطلب کی نفی کی طرف اشارہ کیا تھا کہ وہاں امام بخاری رحمہ اللہ نحوست اور طیرہ کو بیان فرمارہے تھے اور ہامہ کو الو کے معنی میں نحوست ہی کی وجہ سے لیا جاتا تھا۔ اب اس زیرِ نظر باب کے عنوان سے دوسرے مطلب کی طرف اشارہ کررہے ہیں کہ یہاں جادو کا بیان چل رہاہے اور انسانی روح کا کھوپڑی کی شکل اختیار کرنا بھی جادو کے مشابہ ہے۔[1]

---

[1] کشف الباری، محولہ سابقا، کتاب الطب: ۱۲۷

۵۴۳۷ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "لاَ عَدْوَى وَلاَ صَفَرَ، وَلاَ هَامَةَ"، فَقَالَ أَعْرَابِيٌّ: يَا رَسُولَ اللهِ فَمَا بَالُ الإِبِلِ تَكُونُ فِي الرَّمْلِ كَأَنَّهَا الظِّبَاءُ فَيُخَالِطُهَا البَعِيرُ الأَجْرَبُ، فَيُجْرِبُهَا، فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "فَمَنْ أَعْدَى الأَوَّلَ."

ترجمہ: ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ چھوت لگ جانا، صفر کی نحوست اور ہامہ کوئی چیز نہیں۔ ایک دیہاتی نے کہا: یارسول اللہ! پھر اس اونٹ کے متعلق کیا کہا جائے گا جو ریگستان میں ہرن کی طرح صاف چمکدار ہوتا ہے لیکن خارش والا اونٹ اسے مل جاتا ہے اور اسے بھی خارش لگا دیتا ہے۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا لیکن پہلے اونٹ کو کس نے خارش لگائی تھی؟

۵۴۳۷ وَعَنْ أَبِي سَلَمَةَ: سَمِعَ أَبَا هُرَيْرَةَ بَعْدُ يَقُولُ، قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "لاَ يُورِدَنَّ مُمْرِضٌ عَلَى مُصِحٍّ"، وَأَنْكَرَ أَبُو هُرَيْرَةَ حَدِيثَ الأَوَّلِ، قُلْنَا أَلَمْ تُحَدِّثْ أَنَّهُ لاَ عَدْوَى فَرَطَنَ بِالحَبَشِيَّةِ، قَالَ أَبُو سَلَمَةَ: فَمَا رَأَيْتُهُ نَسِيَ حَدِيثًا غَيْرَهُ.

ترجمہ: اور ابوسلمہ سے روایت ہے انہوں نے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے سنا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ کوئی شخص اپنے بیمار اونٹوں کو کسی کے صحت مند اونٹوں میں نہ لے جائے۔ (تاکہ اگر اللہ تعالی کی تقدیر میں اس صحت منداونٹ کی بیماری مقرر ہے اور بیمار اونٹ سے جراثیم منتقل ہو کر اسے بھی بیمار کر دیتے ہیں تو اس سے اونٹ والے کے یقین میں کمزوری نہ آجائے اور وہ بدشگونی و نحوست کا قائل نہ ہو جائے۔)

بَابُ لاَ عَدْوَی:

باب:امراض میں چھوت لگنے کی کوئی حقیقت نہیں

عنوان کی وضاحت:

امراض کے متعدی ہونے کے بارے میں تفصیل پہلے گزر چکی۔ اس باب میں امام بخاری ان احادیث کو یکجا کر رہے ہیں جن میں اس حقیقت کا اعادہ کیا گیا ہے کہ بیماری میں بذاتِ خود آگے منتقل ہونے کی صلاحیت نہیں ہے۔ بیماری جس کسی کو بھی ہوتی ہے، اللہ تعالی کے حکم وارادہ سے آتی ہے، چاہے ظاہر میں کوئی بھی سبب ہو۔

۵۴۳۸ أن عبد الله بن عمر رضی الله عنهما، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "لَا عَدْوَى وَلَا طِيَرَةَ، إِنَّمَا الشُّؤْمُ فِي ثَلَاثٍ: فِي الْفَرَسِ، وَالْمَرْأَةِ، وَالدَّارِ."

ترجمہ: عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہمانے بیان کیا کہ رسول اللہ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نے فرمایا کہ چھوت لگ جانے کی کوئی حقیقت نہیں ہے، بدشگونی کی کوئی اصل نہیں۔ نحوست تین چیزوں میں ہوتی ہے، گھوڑے میں، عورت میں اور گھر میں۔

۵۴۳۹ أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ، قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، يَقُولُ: "لَا عَدْوَى."

ترجمہ: **ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نے فرمایا کہ چھوت کی کوئی حقیقت نہیں۔**

۵۴۳۹ قَالَ أَبُو سَلَمَةَ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ: سَمِعْتُ أَبَا هُرَيْرَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: "لَا تُورِدُوا الْمُمْرِضَ عَلَى الْمُصِحِّ."

ترجمہ: **ابوسلمہ بن عبدالرحمٰن نے بیان کیا کہ میں نے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے سنا، ان سے نبی کریم صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نے فرمایا کہ بیمار اونٹوں کو اپنے تندرست اونٹوں میں نہ چھوڑو۔ (تاکہ اگر اللہ تعالی کی تقدیر میں اس صحت مند اونٹ کی**

بیماری مقرر ہے اور بیمار اونٹ سے جراثیم منتقل ہو کر اسے بھی بیمار کر دیتے ہیں تو اس سے اونٹ والے کے یقین میں کمزوری نہ آجائے اور وہ بدشگونی ونحوست کا قائل نہ ہو جائے۔)

۵۴۳۹ أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: إِنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "لَا عَدْوَى"، فَقَامَ أَعْرَابِيٌّ فَقَالَ: أَرَأَيْتَ الْإِبِلَ تَكُونُ فِي الرِّمَالِ أَمْثَالَ الظِّبَاءِ، فَيَأْتِيهَا الْبَعِيرُ الْأَجْرَبُ فَتَجْرَبُ، قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَمَنْ أَعْدَى الْأَوَّلَ."

ترجمہ: ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ چھوت کوئی چیز نہیں ہے۔ اس پر ایک دیہاتی نے کھڑے ہو کر پوچھا آپ نے دیکھا ہو گا کہ ایک اونٹ ریگستان میں ہرن جیسا صاف رہتا ہے لیکن جب وہی ایک خارش والے اونٹ کے پاس آجاتا ہے تو اسے بھی خارش ہو جاتی ہے۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا لیکن پہلے اونٹ کو کس نے خارش لگائی تھی؟

۵۴۴۰ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللهُ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: "لَا عَدْوَى وَلَا طِيَرَةَ، وَيُعْجِبُنِي الْفَأْلُ، قَالُوا: وَمَا الْفَأْلُ، قَالَ: "كَلِمَةٌ طَيِّبَةٌ."

ترجمہ: انس بن مالک رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ چھوت لگنا کوئی چیز نہیں ہے اور بدشگونی نہیں ہے البتہ نیک فال مجھے پسند ہے۔ صحابی نے عرض کیا نیک فال کیا ہے؟ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ اچھی بات۔

بَابُ مَا يُذْكَرُ فِي سَمِّ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:

باب: نبی کریم ﷺ کو زہر دیا جانا

عنوان کی وضاحت:

اس باب میں نبی کریم ﷺ کو زہر دیے جانے کا واقعہ منقول ہے جسے سیرت نگاروں نے تفصیل سے لکھا ہے۔ اس باب سے جہاں زہر سے پیدا ہونے والی بیماریوں کے بارے میں ہدایات مل سکتی ہیں وہاں غالباً اس واقعہ کے ذریعے امام بخاری رحمہ اللہ گزشتہ احادیث کی تائید بھی کرنا چاہتے ہیں کہ نبی کے جسمِ اطہر پر جس طرح ظاہری زہر کا اثر ہو سکتا ہے اسی طرح خفیہ کلمات کے ذریعے جادو بھی ہو سکتا ہے۔ اس حدیث میں یہودیوں کا یہ قول منقول ہے کہ اگر سچے ہوں گے تو آپ کو نقصان نہیں پہنچا سکے گا۔ اس کا مطلب یہ نہیں کہ انبیاء پر زہر بالکل اثر انداز نہیں ہوتا بلکہ اس سے مراد یہ ہے کہ اس طرح اثر انداز نہیں ہوتا کہ ان کی زندگی ہی ختم ہو جائے اور دعوت اسلام کے تکمیل سے پہلے ان کی موت واقع ہو جائے۔

۵۴۴۱ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّهُ قَالَ: "لَمَّا فُتِحَتْ خَيْبَرُ أُهْدِيَتْ لِرَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شَاةٌ فِيهَا سَمٌّ، فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اجْمَعُوا إِلَى مَنْ كَانَ هَا هُنَا مِنَ الْيَهُودِ فَجُمِعُوا لَهُ، فَقَالَ لَهُمْ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنِّي سَائِلُكُمْ عَنْ شَيْءٍ فَهَلْ أَنْتُمْ صَادِقِيَّ عَنْهُ، فَقَالُوا: نَعَمْ يَا أَبَا الْقَاسِمِ، فَقَالَ لَهُمْ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ أَبُوكُمْ، قَالُوا: أَبُونَا فُلَانٌ، فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: كَذَبْتُمْ، بَلْ أَبُوكُمْ فُلَانٌ، فَقَالُوا: صَدَقْتَ وَبَرِرْتَ، فَقَالَ: هَلْ أَنْتُمْ صَادِقِيَّ عَنْ شَيْءٍ إِنْ سَأَلْتُكُمْ عَنْهُ فَقَالُوا: نَعَمْ يَا أَبَا الْقَاسِمِ، وَإِنْ كَذَبْنَاكَ عَرَفْتَ كَذِبَنَا كَمَا عَرَفْتَهُ فِي أَبِينَا، قَالَ لَهُمْ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ أَهْلُ النَّارِ، فَقَالُوا: نَكُونُ فِيهَا يَسِيرًا ثُمَّ تَخْلُفُونَنَا فِيهَا، فَقَالَ لَهُمْ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، اخْسَئُوا فِيهَا، وَاللهِ لَا نَخْلُفُكُمْ فِيهَا أَبَدًا، ثُمَّ قَالَ لَهُمْ فَهَلْ أَنْتُمْ صَادِقِيَّ عَنْ شَيْءٍ إِنْ سَأَلْتُكُمْ عَنْهُ، قَالُوا: نَعَمْ، فَقَالَ: هَلْ جَعَلْتُمْ فِي هَذِهِ الشَّاةِ سَمًّا فَقَالُوا: نَعَمْ، فَقَالَ: مَا حَمَلَكُمْ عَلَى ذَلِكَ فَقَالُوا: أَرَدْنَا إِنْ كُنْتَ كَذَّابًا نَسْتَرِيحُ مِنْكَ، وَإِنْ كُنْتَ نَبِيًّا لَمْ يَضُرَّكَ."

ترجمہ: ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ جب خیبر فتح ہوا تو رسول اللہ ﷺ کو ایک بکری ہدیہ میں پیش کی گئی جس میں زہر بھرا ہوا تھا۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ یہاں پر جتنے یہودی ہیں انہیں میرے پاس جمع کرو۔ چنانچہ سب نبی کریم ﷺ کے پاس جمع کئے گئے۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ میں تم سے ایک بات پوچھوں گا کیا تم مجھے صحیح صحیح بات بتادو گے ؟ انہوں نے کہا کہ جی ہاں اے ابو القاسم ! پھر نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ تمہارے اباو اجداد کون ہے ؟ انہوں نے کہا کہ فلاں۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ تم جھوٹ کہتے ہو تمہارا اباو اجداد تو فلاں ہے۔ اس پر وہ بولے کہ آپ نے سچ فرمایا، درست فرمایا۔

پھر نبی کریم ﷺ نے ان سے فرمایا: کیا اگر میں تم سے کوئی بات پوچھوں گا تو تم مجھے سچ سچ بتادو گے ؟ انہوں نے کہا کہ جی ہاں اے ابو القاسم ! اور اگر ہم جھوٹ بولیں بھی تو آپ ہمارا جھوٹ پکڑ لیں گے جیسا کہ ابھی ہمارے اباؤ اجداد کے متعلق آپ نے ہمارا جھوٹ پکڑ لیا۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ دوزخ والے کون لوگ ہیں ؟ انہوں نے کہا کہ کچھ دن کے لیے تو ہم اس میں رہیں گے پھر آپ لوگ ہماری جگہ لے لیں گے۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ تم اس میں ذلت کے ساتھ پڑے رہو گے، واللہ ! ہم اس میں تمہاری جگہ کبھی نہیں لیں گے۔

آپ نے پھر ان سے دریافت فرمایا کیا اگر میں تم سے ایک بات پوچھوں تو تم مجھے اس کے متعلق صحیح صحیح بتادو گے ؟ انہوں نے کہا کہ ہاں ؟ نبی کریم ﷺ نے دریافت فرمایا کیا تم نے اس بکری میں زہر ملایا تھا، انہوں نے کہا کہ ہاں۔ نبی کریم ﷺ نے دریافت فرمایا کہ تمہیں اس کام پر کس جذبہ نے آمادہ کیا تھا؟ انہوں نے کہا کہ ہمارا مقصد یہ تھا کہ اگر آپ جھوٹے ہوں گے تو ہمیں آپ سے نجات مل جائے گی اور اگر سچے ہوں گے تو آپ کو نقصان نہیں پہنچا سکے گا۔

تشریح:

اس یہودی عورت کا نام زینت حارث تھا اور وہ سلام ابن مشکم کی بیوی تھی۔ ایک اور روایت میں یہ بھی منقول ہے کہ اس عورت نے پہلے ہی کچھ لوگوں سے معلوم کر لیا تھا کہ آنحضرت ﷺ کو کس حصہ کا گوشت زیادہ مرغوب ہے، پھر اس نے ایک بکری کا بچہ ذبح کیا اور اس کو بھون کر اس میں ایسا مؤثر زہر ملادیا کہ آدمی کھاتے ہی

مر جائے، دست اور شانہ کے حصہ میں تو اس نے خصوصیت سے بہت زیادہ زہر ملایا کیونکہ وہ نبی کریم ﷺ نسبتا زیادہ پسند تھا۔ پھر وہ بکری لاکر آنحضرت ﷺ اور ان صحابہ کے سامنے پیش کی۔

1.0 جانی دشمنوں سے حسنِ سلوک:

بعض روایتوں میں آیا ہے کہ آنحضرت ﷺ نے اس عورت کو معاف کر دیا اور کوئی سزا نہیں دی، البتہ ایک روایت میں یہ بھی آیا ہے کہ آنحضرت ﷺ نے اس عورت کے قتل کئے جانے کا حکم صادر فرمایا چنانچہ اس کو قتل کر دیا گیا۔ دراصل شروع میں آنحضرت ﷺ نے اس عورت کو معاف کر دیا تھا اور کوئی سزا نہیں دی تھی کیونکہ آپ ﷺ ذاتی انتقام نہیں لیتے تھے۔ تاہم بعد میں آنحضرت ﷺ کے ساتھ اس زہر آلود بکری کو کھانے والوں میں سے ایک صحابی حضرت بشر ابن براء ابن معرور رضی اللہ عنہ کا انتقال اس زہر آلود گوشت کھانے کے سبب ہو گیا۔ انہوں نے آنحضرت ﷺ کے منع کرنے سے پہلے ہی گوشت کا ایک ٹکڑا اپنے حلق سے نیچے اتار لیا تھا۔ آنحضرت ﷺ نے اس یہودی عورت کے قتل کا حکم صادر فرمایا چنانچہ وہ عورت حضرت بشر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قصاص میں قتل کر دی گئی۔[1]

2.0 غیر مسلم سے تحائف کا لین دین

اس حدیث میں نبی کریم ﷺ نے یہودیوں سے گوشت کا تحفہ وصول فرمایا اور اس نوش فرمانے کا ارادہ بھی کر لیا۔ بنیادی طور پر غیر مسلم سے دلی میلان اور اسلام کی طرف راغب کرنے کیلئے تحفہ لیا جا سکتا ہے۔ امام بخاری رحمہ اللہ نے اپنی صحیح بخاری میں ایک باب اس عنوان سے قائم کیا ہے کہ **باب قبول الهدية من المشركين** "یہ باب مشرکین کے تحائف قبول کرنے کے بارے میں ہے۔ اس باب میں امام بخاری نبی ﷺ نے اسی یہودی عورت کی طرف سے زہر آلود بکری بطورِ تحفہ وصول کرنے کا پورا قصہ ذکر کیا ہے۔

---

[1] **سننِ ابی داؤد، محوله سابقا،کتاب الديات، باب فِيمَنْ سَقَى رَجُلاً سَمًّا أَوْ أَطْعَمَهُ فَمَاتَ أَيُقَادُ مِنْهُ، الرقم: ۴۵۱۱**

اسی طرح ایک مسلمان کسی کافر، یا مشرک کو تالیف قلبی، اور اسلام کی طرف رغبت دلانے کیلئے تحائف بھی دے سکتا ہے، اور اگر کافر یا مشرک رشتہ دار یا پڑوسی ہو تو اسے دینے کی خاص طور پر اجازت دی گئی ہے، جیسا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے مشرک بھائی کو مکہ میں ایک سوٹ تحفہ میں دیا تھا۔[1]

لیکن کافر کو اس کے مذہبی تہوار میں مخصوص تحائف دینا جائز نہیں ہے، کیونکہ ان مواقع پر انہیں تحائف دینا ان کے باطل تہوار اور تقریبات کی تائید اور ان میں شرکت کرنے کے مترادف ہے۔ اور اگر ان کو دیے جانے والے تحائف ان کے تہوار میں معاونت شمار ہوں، مثلاً: انکے لئے کھانا تیار کرنا، اور موم بتیاں وغیرہ تحفہ میں دینا، تو اس کی حرمت مزید زیادہ ہو گی، حتی کہ کچھ اہل علم نے اس طرزِ عمل کو کفریہ عمل شمار کیا ہے۔[2]

---

1 صحيح البخارى، محوله سابقا، كتاب الجمعة، باب يلبس أحسن ما يجد، الرقم:۸۴۶

2 (وَالْإِعْطَاءُ بِاسْمِ النَّيْرُوزِ وَالْمِهْرَجَانِ لَا يَجُوزُ) أَيْ الْهَدَايَا بِاسْمِ هَذَيْنِ الْيَوْمَيْنِ حَرَامٌ بَلْ كُفْرٌ ، وَقَالَ أَبُو حَفْصٍ الْكَبِيرُ رَحِمَهُ اللَّهُ لَوْ أَنَّ رَجُلًا عَبَدَ اللَّهَ خَمْسِينَ سَنَةً ثُمَّ جَاءَ يَوْمُ النَّيْرُوزِ ، وَأَهْدَى لِبَعْضِ الْمُشْرِكِينَ بَيْضَةً يُرِيدُ بِهِ تَعْظِيمَ ذَلِكَ الْيَوْمِ فَقَدْ كَفَرَ ، وَحَبِطَ عَمَلُهُ ، وَقَالَ صَاحِبُ الْجَامِعِ الْأَصْغَرِ إذَا أَهْدَى يَوْمَ النَّيْرُوزِ إلَى مُسْلِمٍ آخَرَ ، وَلَمْ يُرِدْ بِهِ التَّعْظِيمَ لِذَلِكَ الْيَوْمِ ، وَلَكِنْ مَا اعْتَادَهُ بَعْضُ النَّاسِ لَا يَكْفُرُ ، وَلَكِنْ يَنْبَغِي لَهُ أَنْ لَا يَفْعَلَ ذَلِكَ فِي ذَلِكَ الْيَوْمِ خَاصَّةً ، وَيَفْعَلُهُ قَبْلَهُ أَوْ بَعْدَهُ كَيْ لَا يَكُونَ تَشَبُّهًا بِأُولَئِكَ الْقَوْمِ ، وَقَدْ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ { مَنْ تَشَبَّهَ بِقَوْمٍ فَهُوَ مِنْهُمْ } ، وَقَالَ فِي الْجَامِعِ الْأَصْغَرِ رَجُلٌ اشْتَرَى يَوْمَ النَّيْرُوزِ شَيْئًا لَمْ يَكُنْ يَشْتَرِيهِ قَبْلَ ذَلِكَ إنْ أَرَادَ بِهِ تَعْظِيمَ ذَلِكَ الْيَوْمِ كَمَا يُعَظِّمُهُ الْمُشْرِكُونَ كَفَرَ ، وَإِنْ أَرَادَ الْأَكْلَ وَالشُّرْبَ وَالتَّنَعُّمَ لَا يَكْفُرُ.﴿تبيين ا قائق شرح كنز الدقائق، فخر الدين الزيلعي،(م ر،مطبعة الكبرى الاميرية)مسائل شتى:۲۲۸/۶﴾

بَابُ شُرْبِ السُّمِّ، وَالدَّوَاءِ بِهِ، وَبِمَا يُخَافُ مِنْهُ:و الخبیث

باب: زہر پینا یا زہریلی اور خوفناک دوا یا ناپاک دوا کا استعمال کرنا

عنوان کی وضاحت:

امام بخاری رحمہ اللہ نے اس باب میں دو احادیث ذکر کی ہیں، ایک میں زہر پی کر خود کشی کرنے والے کے لیے وعید بیان کی گئی ہے اور دوسری حدیث میں عجوہ کھجور کو زہر کا علاج بتایا گیا ہے۔ ان دونوں احادیث سے امام بخاری چار مسئلے ثابت کرتے ہیں۔

۱۔ شُرْبِ السُّمِّ: زہر پینا۔ اس کا حکم واضح ہے کہ پہلی حدیث سے اس کی حرمت ظاہر ہوتی ہے اور یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ زہر کی اتنی مقدار پینا کہ موت واقع ہو جائے یا نقصان پہنچے ناجائز ہے۔ البتہ زہر کی تھوڑی سے مقدار جس میں کوئی جسمانی فائدہ ہو اور نقصان دور کرنے لے لیے اس میں دوائی کے دوسرے اجزاء شامل کیے جائیں تو اس کا استعمال جائز ہے۔

۲۔ وَالدَّوَاءِ بِهِ: زہر کے ذریعے علاج کرنا۔ زہر کی بعض قسمیں مختلف دوائیوں میں استعمال ہوتی ہے۔ اس کے جواز کی طرف امام بخاری رحمہ اللہ نے اس طرح اشارہ کیا ہے کہ زہر کھانا اسلیے حرام ہے کہ اس سے موت واقع ہو جاتی ہے، لیکن اگر اس سے ہی شفا مل جاتی ہو تو اس کا استعمال جائز ہے۔

۳۔ وَبِمَا يُخَافُ مِنْهُ: خوفناک چیز سے علاج کرنا۔ اس کا حکم وہی ہے جو زہر سے علاج کا ہے۔

۴۔ والخبیث؛ ناپاک و نجس دوا کا استعمال۔ ان حرام ادویہ کی شرعی حیثیت (باب: اونٹ کے پیشاب سے دوا کرنا) میں بیان کی جا چکی ہے۔

1.0 زہر سے علاج کی جدید صورتیں:

امام بخاری رحمہ اللہ کی دوررس نگاہ اور ایمانی بصیرت نے ان احادیث سے اہم مسئلہ کی راہنمائی فرمائی جو زمانہ قدیم سے چلا آرہا ہے اور دورِ جدید کی حیرت انگیز طبی تحقیقات کا اہم حصہ ہے۔ یعنی جانوروں میں موجود زہریلے مادہ(Venom) کے ذریعے خطرناک بیماریوں کا علاج بھی کیا جاسکتا ہے۔ اس سلسلے کی صرف دو اہم پیش رفت درجِ ذیل ہیں۔

1.1۔ برازیلی مکھی کے زہر سے کینسر کا علاج

برطانیہ میں لیڈز یونیورسٹی کے پروفیسر پال بیلز کے مطابق مکھیوں کے زہر میں موجود اہم جزو پروسٹیٹ اور مثانے کے کینسر میں مفید ثابت ہوسکتا ہے اس کے علاوہ خون کے سرطان کے علاج کی بھی نئی راہیں کھلیں گی جو کئی دواؤں کو بے اثر کردیتا ہے۔

اس مکھی میں موجود ایم پی ون نامی زہر چن چن کر کینسر خلیات کو تباہ کرتا ہے اور صحت مند خلیات کو بھی کوئی نقصان نہیں پہنچاتا۔ یہ کینسر خلیات کی سطح پر موجود لائپڈز سے عمل کرکے وہاں باریک سوراخ بناتا ہے اور کینسر خلیات بنانے والے اہم مالیکیولز کو نکال باہر کرتا ہے۔ سائنسدانوں کے مطابق اس تحقیق کے بعد ایک بالکل نئی طرز کی دوائیں تیار کی جاسکیں گی جس میں براہِ راست کینسر کے خلیات کو نشانہ بنانا ممکن ہوگا۔

ماہرین نے اس جزو کو ایک ماڈل پر آزمایا جس کے حیرت انگیز نتائج برآمد ہوئے اور صرف چند سیکنڈز میں ہی کینسر کے خلیے میں سوراخ ہوگئے جب کہ اس کے اندر موجود ڈی این اے اور آر این اے باہر آگیا اور اس طرح کینسر زدہ سیلز ختم ہوتے گئے۔ سائنسدانوں کے مطابق مکھی کا زہر براہِ راست کینسر کے خلیات پر حملہ کرتا ہے اور اس طرح مستقبل میں کینسر کے علاج کی نئی راہیں ہموار ہوں گی۔[1]

---

[1] برازیلی مکھی کے زہر سے کینسر کے علاج میں اہم پیش رفت(جمعرات 3 ستمبر 2015) Source:Https://Www.Express.Pk/Story/388537

1.2۔سانپ کے زہر سے کینسر کا علاج

Department of Oral Medicine and Radiology, Yenepoya Dental College and Hospital, Karnataka, India کے Dr.Vagish Kumar نے ایک تحقیقی مقالہ اس سلسلے میں تحریر کیا ہے، اس کے خلاصہ (abstract) میں موصوف لکھتے ہیں:

Snake venoms are folk medicines used since ages. The components of snake venoms have high specific affinity and actions on cells and cell components. Also snake venoms are largely cytotoxic to tumor cells than normal cells. In addition to these, they have several therapeutic actions that make them an attractive option in the management of cancer. The advent of modern technologies has greatly helped in extracting and identifying new components of therapeutic interests in short time. The article highlights the importance of snake venoms in the management of cancer, so as to motivate curious researchers to devote their skills in this fascinating area. This in turn may bring hope, smile and relief to several cancer patients in future.[1]

۵۴۴۲ عَنْ أَبِی هُرَيْرَةَ رَضِیَ اللهُ عَنْهُ، عَنِ النَّبِیِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: "مَنْ تَرَدَّى مِنْ جَبَلٍ فَقَتَلَ نَفْسَهُ فَهُوَ فِی نَارِ جَهَنَّمَ، يَتَرَدَّى فِيهِ خَالِدًا مُخَلَّدًا فِيهَا أَبَدًا، وَمَنْ تَحَسَّى سُمًّا فَقَتَلَ نَفْسَهُ فَسُمُّهُ فِی يَدِهِ يَتَحَسَّاهُ فِی نَارِ جَهَنَّمَ خَالِدًا مُخَلَّدًا فِيهَا أَبَدًا، وَمَنْ قَتَلَ نَفْسَهُ بِحَدِيدَةٍ فَحَدِيدَتُهُ فِی يَدِهِ يَجَأُ بِهَا فِی بَطْنِهِ فِی نَارِ جَهَنَّمَ خَالِدًا مُخَلَّدًا فِيهَا أَبَدًا."

ترجمہ: ابوہریرہ رضی اللہ عنہ یہ حدیث بیان کرتے تھے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ جس نے پہاڑ سے اپنے آپ کو گرا کر خودکشی کرلی وہ جہنم کی آگ میں ہوگا اور اس میں ہمیشہ پڑا رہے گا اور جس نے زہر پی کر خودکشی کر

---

[1]Vagish Kumar Laxman Shanbhag," Applications of snake venoms in treatment of cancer", Asian Pac J Trop Biomed2015; 5(4): 275-276

لی وہ زہر اس کے ساتھ ہو گا اور جہنم کی آگ میں وہ اسے اسی طرح ہمیشہ پیتا رہے گا اور جس نے لوہے کے کسی ہتھیار سے خودکشی کر لی تو اس کا ہتھیار اس کے ساتھ میں ہو گا اور جہنم کی آگ میں ہمیشہ کے لیے وہ اسے اپنے پیٹ میں مارتا رہے گا۔

۵۴۴۳ أَخْبَرَنِي عَامِرُ بْنُ سَعْدٍ، قَالَ: سَمِعْتُ أَبِي يَقُولُ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، يَقُولُ: "مَنِ اصْطَبَحَ بِسَبْعِ تَمَرَاتِ عَجْوَةٍ لَمْ يَضُرَّهُ ذَلِكَ الْيَوْمَ سَمٌّ وَلَا سِحْرٌ."

ترجمہ: مجھے عامر بن سعد اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا: جو شخص صبح کے وقت سات عجوہ کھجوریں کھالے اسے اس دن زہر نقصان پہنچا سکے گا اور نہ جادو۔"

بَابُ أَلْبَانِ الأُتُنِ:

باب: گدھی کا دودھ

عنوان کی وضاحت:

پالتو گدھی کا دودھ مالکی، شافعی اور حنبلی علماء رحمہم اللہ کے نزدیک نجس و حرام اور حنفی علماء رحمہم اللہ کے نزدیک مکروہ تحریمی ہے، جو حرام کے قریب قریب ہے۔[1] علامہ شامی نے اسکی وجہ لکھی ہے کہ دودھ گوشت سے پیدا ہوتا ہے، جب گدھی کا گوشت حلال نہیں تو اس کا دودھ کیسے حلال ہو سکتا ہے[2] اسی وجہ سے اس حدیث میں سائل کے جواب میں گدھی کے گوشت کے متعلق حدیث نقل کی گئی ہے۔

یہ تو عام استعمال کا حکم ہے، البتہ یہاں عام حکم مراد نہیں بلکہ گدھی کے دودھ کو بطور دوا استعمال کرنے کا حکم بیان کرنا مقصود ہے، اسی مقصد کے لیے امام بخاری رحمہ اللہ اسے کتاب الطب میں ذکر کیا ہے اور جو روایت ذکر کیا ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کے نزدیک بطور دوا بھی اسکا استعمال جائز نہیں ہے۔ دیگر ائمہ کرام کے نزدیک علاج کے لیے اسکے استعمال کی وہی شرائط ہیں جو حرام اشیاء سے علاج کی بحث میں ذکر کی جاچکی ہیں۔

۵۴۴۴ عَنْ أَبِي ثَعْلَبَةَ الْخُشَنِيِّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: "نَهَى النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ أَكْلِ كُلِّ ذِي نَابٍ مِنَ السَّبُعِ"،

ترجمہ: ابو ثعلبہ خشنی رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ نے ہر دانت سے کھانے والے درندہ جانور (کے گوشت) سے منع فرمایا۔

۵۴۴۴ وَزَادَ اللَّيْثُ، قَالَ: حَدَّثَنِي يُونُسُ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، قَالَ: وَسَأَلْتُهُ هَلْ نَتَوَضَّأُ أَوْ نَشْرَبُ أَلْبَانَ الأُتُنِ، أَوْ مَرَارَةَ السَّبُعِ، أَوْ أَبْوَالَ الإِبِلِ، قَالَ: قَدْ كَانَ الْمُسْلِمُونَ يَتَدَاوَوْنَ بِهَا فَلاَ يَرَوْنَ بِذَلِكَ بَأْسًا، فَأَمَّا أَلْبَانُ الأُتُنِ،

---

1 الموسوعة الفقهية الكويتية، محوله سابقا، حرف اللام ،لبن :۱۹۷/۳۵

2 رد المحتار، محوله سابقا، كِتَابُ الْحَظْرِ وَالْإِبَاحَةِ: ۳۴۰/۶

فَقَدْ بَلَغَنَا أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهَى عَنْ لُحُومِهَا وَلَمْ يَبْلُغْنَا عَنْ أَلْبَانِهَا، أَمْرٌ وَلَا نَهْيٌ، وَأَمَّا مَرَارَةُ السَّبُعِ، قَالَ ابْنُ شِهَابٍ: أَخْبَرَنِي أَبُو إِدْرِيسَ الْخَوْلَانِيُّ، أَنَّ أَبَا ثَعْلَبَةَ الْخُشَنِيَّ، أَخْبَرَهُ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهَى عَنْ أَكْلِ كُلِّ ذِي نَابٍ مِنَ السَّبُعِ .

ترجمہ: ابن شہاب زہری رحمہ اللہ نے پوچھا کیا ہم (دوا کے طور پر) گدھی کے دودھ سے وضو کر سکتے ہیں یا اسے پی سکتے ہیں یا درندہ جانوروں کے پتہ استعمال کر سکتے ہیں یا اونٹ کا پیشاب پی سکتے ہیں۔ ابو ادریس رحمہ اللہ نے کہا کہ مسلمان اونٹ کے پیشاب کو دوا کے طور پر استعمال کرتے تھے اور اس میں کوئی حرج نہیں سمجھتے تھے۔ البتہ گدھی کے دودھ کے بارے میں ہمیں رسول اللہ ﷺ کی یہ حدیث پہنچی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے اس کے گوشت سے منع فرمایا تھا۔ اس کے دودھ کے متعلق ہمیں کوئی حکم یا ممانعت نبی کریم ﷺ سے معلوم نہیں ہے۔ جہاں تک درندوں کے پتہ کا مسئلہ ہے تو ابو ثعلبہ خشنی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ہر دانت والے شکاری درندے کا گوشت کھانے سے منع فرمایا ہے۔

بَابُ إِذَا وَقَعَ الذُّبَابُ فِي الإِنَاءِ:

باب: جب مکھی برتن میں گر جائے

عنوان کی وضاحت:

کتاب الطب کے آخرے باب اور آخری حدیث کا موضوع مکھی ہے جس کے ایک پر میں شفا اور دوسرے میں بیماری حدیث میں بتائی گئی ہے۔ اس اختتامی حدیث میں غالبا پورے طب کا نچوڑ بیان ہوگیا ہے کہ بیماری وشفا ایک ہی کے حکم کے تابع ہے۔ اسی طبیب حقیقی نے مکھی جیسی کمزور مخلوق کو بیماری وشفا کا مجموعہ بنا کر اس انسان کو دعوتِ فکر دی ہے کہ بیماری اسی کی تخلیق ہیں، علاج معالجہ کی جتنی بھی تدبیریں انسانی عقل میں آتی ہیں وہ بھی اللہ کے حکم سے آتی ہیں، ان کے نتائج بھی اسی کے حکم میں جکڑے ہوئے ہیں۔

۵۴۴۵ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: «إِذَا وَقَعَ الذُّبَابُ فِي إِنَاءِ أَحَدِكُمْ، فَلْيَغْمِسْهُ كُلَّهُ، ثُمَّ لِيَطْرَحْهُ، فَإِنَّ فِي أَحَدِ جَنَاحَيْهِ شِفَاءً وَفِي الآخَرِ دَاءً.«

ترجمہ: ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا "جب مکھی تم میں سے کسی کے برتن میں پڑ جائے تو پوری مکھی کو برتن میں ڈبو دے اور پھر اسے نکال کر پھینک دے کیونکہ اس کے ایک پر میں شفاء اور دوسرے میں بیماری ہے۔"

1.0 جدید سائنس کی گواہی

ڈاکٹر محمد محسن خان اس حدیث کے ضمن میں لکھتے ہیں:

Medically it is well-known now that a fly carries some pathogens on someparts of its body as mentioned by the Prophet (before 1400 years approx. when thehumans knew very little of modern medicine). Similarly Allah tala created

organisms and other mechanisms which kill these pathogens, e.g., Penicillin Fungus kills pathogenic organisms like staphylococci and others etc.

Recently experiments have been done under supervision, which indicate that a fly carries the disease (pathogens)plus the antidote for those pathogenic organisms. Ordinarily when a fly touches a liquid food it infects the liquid with its pathogens, so it must be dipped in order to release also the antidote for those pathogens to act as a counter balance to the pathogens.

Regarding this subject I also wrote through a friend of mine to Dr. Muhammad M. El-Samahy, chief of *Hadith* Dept. in Al-Azhar University, Cairo (Egypt), who has writtenan article upon this *Hadith,* and as regards medical aspects, he has mentioned that the microbiologists have proved that there are longitudinal yeast cells living as parasites inside the belly of the fly and these yeast cells, in order to repeat their lifecycle,protrude through respiratory tubules of the fly and if the fly is dipped in a liquid, these cells burst in the fluid and the content of those cells is an antidote for the pathogen swhich the fly carries[1]

امریکی یونیورسٹی University of Minnesota, کے Department of Pharmacy Practice کے
پروفیسر Erdmann GR نے اپنے تحقیقی مقالے Antibacterial action of Myiasis-causing
flies. میں اس پہلو کو جدید طبی زبان میں یوں بیان کیا ہے:

Some species of calliphorid blowflies lay their eggs in wounds; their larvae develop by feeding on the tissue, and the infection

---

[1] The Translation Of The Meaning Of Sahih Al-Bukhari, Dr Muhammad Muhsin Khan(Darussalam Publishers,Saudi Arabia, 1997), Book Of Medicine, Chapter: If The House Fly Fall In The Utensil:372/7

is known as myiasis or fly-strike. But wounds, from whatever cause, are frequently contaminated with bacteria - many of which can spread in the bloodstream causing septicaemia and/or toxaemia. For example, wound contamination with Clostridium welchii - leading to 'gas gangrene' - was a frequent cause of death amongst battlefield casualties. It is from such situations that early observations were made on the beneficial effect of some blowfly larvae in limiting the bacterial infection of wounds. Indeed, some military surgeons would deliberately infest wounds with blowfly maggots in order to prevent bacterial complications. Now, a century or two later, the search for new antibiotics had led researchers back to these early observations, and in this article, Gory Erdmann describes progress in understanding the antibacterial action of blowfly maggots.[1]

اللہ تبارک و تعالی کے فضل و کرم سے آج ۱۷ شوال ۱۴۳۹ھ مطابق 2 جولائی 2018ء کو صحیح بخاری کی یہ خدمت تکمیل کو پہنچی۔ یہ میرے ربِ کریم کے لطف و کرم و بندہ نوازی کا عالیشان مظاہرہ ہے کہ اس نے بندہ اثیم کو محبوبِ دو جہاں ﷺ کی احادیثِ مبارکہ کی خدمت کی توفیق عطا فرمائی اور فرموداتِ نبوی کی مستند ترین اور مقبول ترین کتاب کے خدام کی فہرست میں کسی درجہ میں شامل فرمادیا۔ اللہ تعالی کی اس کرم نوازی سے بعید نہیں کہ وہ اس کاوش کو قبول فرما کر، بندہ ناکارہ، میرے والدین، اہلِ خانہ اور تمام معاونین کی مغفرت فرمائیں اور تمام قارئین، بالخصوص مسلمان معالجین کو اس مقدس پیغام کو عام کرنے کی توفیق عطا فرمائیں۔

[1]Erdmann GR, "Antibacterial action of Myiasis-causing flies",Parasitology Today, Volume 3, Issue 7, July 1987, Pages 214-216

○ یہ فہرست حروف تہجی کے اعتبار سے ہے

○ اس ترتیب میں "الف لام تعریف" کو نظر انداز کیا گیا ہے

کتابیات

(عربی کتب)

1. أحكام الجراحة الطبية والآثار المترتبة عليها ، محمد بن المختار بن محمد الشنقيطي(جدة،مكتبة الصحابة ، الطبعة الثانية،١٤١٥ ھ)

2. أدب الدنيا والدين، ابو الحسن الماوردی،(بیروت، دار اقراء، ١٤٠٥ھ)

3. اسدالغابة فی معرفة الصحابة، عز الدين ابن الأثير (بيروت، دار الكتب العلمية ، ١٤١٥ھ)

4. البحر الرائق شرح كنز الدقائق،ابن نجيم(بيروت، دار الكتب العلمية)

5. بدائع الصنائع في ترتيب الشرائع، علاء الدين الكاسانی(كوئته، مكتبة رشيدية ،١٤١٦ھ)

6. تاريخ ابن خلدون ، عبد الرحمن بن محمد ابن خلدون﴿ بيروت ،دار الفكر،١٤٢١ھ﴾

7. تبيين الحقائق شرح كنز الدقائق، فخر الدين الزيلعي ،(مصر، مطبعة الكبرى الأميرية)

8. تكملة فتح الملهم بشرح صحيح الإمام مسلم ، محمد تقی عثمانی(كراتشی، مكتبة دار العلوم كراتشی، ١٤٢٤ھ)

9. الجامع لشعب الإيمان ، أبو بكر أحمد بن الحسين البيهقي(رياض، مكتبة الرشد،١٤٢٣ھ)

10. جامع الأصول في أحاديث الرسول،المبارك بن محمد الجزري ابن الأثير (مكتبة الحلواني ،١٣٩١ھ)

11. حاشية رد المحتار على الدر المختار، ابن عابدين (كراتشی، ايج ايم سعيد كمبنی، ١٤٠٦ھ)

12. حجة الله البالغة ، الشاه ولي الله الدهلوي (كراتشی، قديمی كتب خانه)

13. روح المعاني في تفسير القرآن العظيم والسبع المثاني،محمود الألوسي (بيروت، دار إحياء التراث العربي)

14. زاد المعاد في هدي خير العباد، ابن القيم الجوزية (بيروت، مؤسسة الرسالة ،١٣٢٥ ھ)

15. سنن ابن ماجه،محمد بن يزيد القزويني(رياض،دار السلام ، ١٤٢٩ھ)

16. سنن الترمذي، كتاب الأطعمة (رياض، دارالسلام للنشر والتوزيع،١٤٢٩هـ)

17. سنن ابى داؤد، ابوداود سليمان بن اشعت سجستانى(رياض، دارالسلام للنشر والتوزيع، ١٤٢٩هـ)

18. سنن النسائي ، احمد بن شعيب النسائى (بيروت، دارالسلام، ١٤٢٩هـ)

19. السنن الكبرى وفي ذيله الجوهر النقي، أحمد بن الحسين بن علي البيهقي (حيدر آباد ،مجلس دائرة المعارف النظامية الكائنة في الهند ،١٣٥٢هـ)

20. سير أعلام النبلاء، شمس الدين أبو عبد الله محمد الذهبي (بيروت ،مؤسسة الرسالة، ١٤١٣ هـ)

21. شرحِ صحيح البخارى لابنِ بطال،ابن بطال أبو الحسن (رياض ، مكتبة الرشد،١٤٢٣هـ)

22. الشرح الكبير على متن المقنع، عبد الرحمن بن محمد بن أحمد بن قدامة المقدسي (هجر للطباعة والنشر، مصر ،١٤١٥هـ)

23. صحيح ابن حبان،محمد بن حبان الدارمي(بيروت،مؤسسة الرسالة،١٤١٤هـ)

24. صحيح البخارى، محمد بن إسماعيل البخاري(رياض، دارالسلام للنشر والتوزيع،١٤٢٩هـ)

25. صحيح مسلم، مسلم بن الحجاج بن مسلم القشيري(رياض، دارالسلام للنشر والتوزيع،١٤٢٩هـ)

26. عمدة القاري شرح صحيح البخاري، بدر الدين محمود بن احمد العينى(كوئته، مكتبة رشيدية)

27. عون المعبود شرح سنن أبي داود، محمد شمس الحق العظيم آبادي (المدينة المنورة، المكتبة السلفية)

28. الفتاوى الهندية،الشيخ نظام و جماعة من علماء الهند(كوئته، مكتبة رشيدية)

29. فتح القدير شرح هداية، كمال الدين محمد بن عبد الوحد ابن الهمام(كوئته،مكتبة رشيدية)

30. فتح الباري شرح صحيح البخاري ، أحمد بن علي بن حجر أبو الفضل العسقلاني(بيروت ،دار المعرفة ،١٣٧٩هـ)

31. الفصل فى الملل والاهواء والنحل ، علي بن أحمد بن سعيد بن حزم الأندلسي(القاهرة ,مكتبة الخانجي)

32. كتاب الطبقات الكبير ، محمد بن سعد بن منيع أبو عبدالله البصري الزهري(القاهرة، مكتبة الخانجى،١٤٢١هـ)

33. كتاب المجموع شرح المهذب، محيي الدين يحيى بن شرف النووي(رياض، مكتبة الارشاد)

34. كشف المشكل من حديث الصحيحين ،عبد الرحمن ابن الجوزي (رياض،دار الوطن للنشر)

35. المحيط البرهاني في الفقه النعماني،برهان الدين محمود (كراتشى، ادارة القران والعلوم الاسلامية، ١٤٢٣ھ)

36. مرقاة المفاتيح شرح مشكاة المصابيح، على بن سلطان محمد القارى(كوئته ،مكتبه رشيديه)

37. مجمع الزوائد ومنبع الفوائد(بيروت، دارالكتب العلمية، ١٤٢٢ھ - ٢٠٠١م)

38. مجموع الفتاوى لابن تيمية ، ابنِ تيمية،(منصورة، دار الوفاء،١٤٢٦ھ)

39. المستدرك على الصحيحين للحاكم مع تعليقات الذهبي،حاكم النيسابورى، (بيروت، دار المعرفة)

40. مسند أحمد، احمد بن حنبل الشيبانى(بيروت، بيت الافكار الدولية ٢٠٠٥م)

41. مصنف ابن أبي شيبة، عبد الله بن محمد بن أبي شيبة(جدة، شركة دار القبلة،١٤٢٧ھ)

42. المغني في فقه الإمام أحمد بن حنبل الشيباني، عبد الله بن أحمد بن قدامة المقدسي (رياض ، دار عالم الكتب ،١٤١٧ھ)

43. مواهب الجليل لشرح مختصر خليل، شمس الدين أبو عبد الله محمد (رياض، دار عالم الكتب)

44. الموسوعة الفقهية الكويتية، وزارة الأوقاف والشئون الإسلامية(الكويت،طباعة ذات السلاسل،١٤٠٩ھ)

45. موسوعة الفقه الطبى، خالد حمدالجابر(رياض، مؤسسة سليمان بن عبد العزيز،١٤٣٤ھ)

46. موطأ مالك ، مالك بن أنس (بيروت، دار لغربب الاسلامى،١٤٠٧ھ)

47. المفصل في تاريخ العرب قبل الإسلام، جواد على،(عراق، انتشارات الشريف الرضى،١٣٨٠ھ)

48. منهج النقد في علوم الحديث،نور الدين عتر(سورية، دار الفكر دمشق ،الطبعة الثالثة ١٤١٨ھ -١٩٩٧م)

49. النهاية في غريب الحديث والأثر، المبارك بن محمد الجزري ابن الاثير(بيرات، داراحياء التراث العربى، ١٣٨٣ھ)

(اردو کتب)

1. آپ کے مسائل اور ان کا حل، محمد یوسف لدھیانوی (کراچی، مکتبہ لدھیانوی، ۲۰۱۱)
2. اسلامی طبی اخلاقیات (لاہور، پیپا پبلی کیشنز، ۲۰۰۹)
3. امداد الفتاوی، اشرف علی تھانوی (کراچی، مکتبہ دار العلوم کراچی، ۲۰۰۶ء)
4. امراضِ جلد اور طبِ نبوی، خالد غزنوی (لاہور، الفیصل ناشران، ۲۰۱۱)
5. پوسٹ مارٹم اور اسکی شرعی حیثیت، ریاض محمد بگرامی (راولپنڈی، الخلیل پبلکیشن ہاؤس)
6. جدید فقہی مباحث، اسلامک فقہ اکیڈمی انڈیا (کراچی، ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ کراچی، ۲۰۰۹)
7. الحجامہ علاج بھی سنت بھی، ڈاکٹر امجد احسن علی (کرچی، گاباسنز)
8. خصائلِ نبوی شرح شمائلِ ترمذی، محمد زکریا (کراچی، مکتبۃ الشیخ)
9. خیر الفتاویٰ، خیر محمد جالندھری، (ملتان، مکتبہ امدادیہ)
10. درسِ ترمذی، محمد تقی عثمانی (کراچی، مکتبہ دار العلوم کراچی، ۲۰۰۵)
11. سانس کی بیماریاں اور علاجِ نبوی، خالد غزنوی (لاہور، الفیصل ناشران ۲۰۱۲)،
12. ۴۵۰ سوال وجواب برائے صحت وعلاج اور میڈیکل اسٹاف، حافظ عبد اللہ سلیم (لاہور، مکتبہ بیت السلام، ۲۰۱۴)
13. طبِ نبوی اور جدید سائنس، ڈاکٹر خالد غزنوی (لاہور، الفیصل ناشران، ۲۰۱۲)
14. علاجِ نبوی اور جدید سائنس، ڈاکٹر خالد غزنوی (لاہور، الفیصل ناشران، ۲۰۱۱)
15. علاج ومعالجہ کے شرعی احکام، انعام الحق قاسمی سیتامڑی (کراچی، زمزم پبلشرز)
16. علمائے دیوبند کے آخری لمحات (لاہور، عمر پبلکیشنز)
17. فتاوی رحیمیہ، سید عبد الرحیم صاحب لاجپوری (کراچی، دارالاشاعت کمپیوٹر ایڈیشن، ۲۰۰۹)
18. فتاوی عثمانی، محمد تقی عثمانی (کراچی، مکتبہ معارف القرآن، ۲۰۱۰)
19. قراردادیں اور سفارشات، اسلامی فقہ اکیڈمی (جدہ، سعودی عرب)
20. کتاب الفتاوی، خالد سیف اللہ رحمانی (کراچی، زمزم پبلشرز، ۲۰۰۷)
21. مریض ومعالج کے اسلامی احکام، عبد الواحد (کراچی، مجلس نشریاتِ اسلام، پانچواں ایڈیشن ۲۰۱۳)
22. مصباح اللغات، عبد الحفیظ بلیلاوی (کراچی، قدیمی کتب خانہ ۱۹۵۰ء)
23. مظاہر حق شرحِ مشکوۃ المصابیح، علامہ نواب محمد قطب الدین دہلوی رحمہ اللہ (کراچی، دارالشاعت)
24. معارف القرآن، محمد شفیع (کراچی، ادارۃ المعارف، ۲۰۰۲ء)

English Books

1. David C. Lindberg, The Beginnings Of Western Science. The European Scientific Tradition In Philosophical, Religious, And Institutional Context, 600 B.C. To A.D. 1450. (Chicago: University Of Chicago Press, 1992.)
2. Joanne Lynn, MD, Joan Harrold, MD, Janice Lynch Schuster ,Handbook For Mortals: Guidance For People Facing Serious Illness(New York: Oxford University Press, 1999)
3. MD JD Thomas E Levy, Curing The Incurable: Vitamin C, Infectious Diseases, And Toxins (3rd Edition, August 1, 2011)
4. M.D. Kimihiko Okazaki, Good-Bye, Incurable Diseases! (November 4, 2011)
5. Muhammad Z. Siddiqi, Studies In Arabic And Persian Medical Literature(London: Luzac,1959)
6. Muhammad Muhsin Khan , The Translation Of The Meaning Of Sahih Al-Bukhari, (Darussalam Publishers,Saudi Arabia, 1997)
7. Roy Porter, The Greatest Benefit To Mankind: A Medical History Of Humanity From Antiquity To The Present(London, Harpercollins, 1997)

مضامین

1. امام بخاریؒ -چند امتیازی خصوصیات، محمد مجیب الرحمن دیودرگی، ماہنامہ دارالعلوم دیوبند، شمارہ7، جلد:101 ، شوال1438 ہجری مطابق جولائی 2017ء
2. حجامہ علاج بھی سنت بھی، ڈاکٹر شایان احمد، ، ماہنامہ الفاروق، کراچی، صفر ۱۴۳۵ھ
3. حدیث نبوی۔ تمام علوم دینیہ کا اصل ماخذ، زاہد الراشدی، روزنامہ اسلام، لاہور، اپریل ۲۰۱۴ء
4. صحیح بخاری اور علمائے دیوبند کی عظیم خدمات، محمد نجیب قاسمی سنبھلی، ماہنامہ دارالعلوم، شمارہ3، جلد:101 ، جمادی الاخری 1438 ہجری مطابق مارچ 2017ء
5. صحیح بخاری بطور نظام حیات، زاہد الراشدی، روزنامہ اسلام، لاہور، ۲۵ اگست ۲۰۱۵ء
6. عہدِ رسالت میں طبیب خواتین، محمد رضی الاسلام ندوی، ماہنامہ زندگی نو، مئی ۲۰۱۰
7. کیا اونٹ کے دودھ اور پیشاب سے بیماری کا علاج کیا جاسکتا ہے؟، محمد نجیب قاسمی سنبھلی۔
8. کلونجی کے فوائد اور جدید تحقیقات و تجربات، حکیم راحت نسیم سوہدروی
9. قطع حیات بہ جذبۂ رحم(Euthanasia) کی شرعی حیثیت، ڈاکٹر مفتی محمد شمیم اختر قاسمی، ماہنامہ دارالعلوم دیوبند، شمارہ12، جلد:91، ذی الحجہ 1428 ہجری مطابق دسمبر 2007ء، شمارہ 1، جلد:92، محرم الحرام1429 ہجری مطابق جنوری2008ء اور شمارہ2، جلد 92 :، صفر المظفر 1429 ہجری مطابق فروری2008ء
10. مغرب "خدا کے کاموں" میں مداخلت سے باز نہیں آتا، اسد مفتی، روزنامہ جنگ، دسمبر ۲۰۱۲، ۳۰

Articles

1. Amin F. Majdalawieh & Muneera W. Fayyad, Recent advances on the anti-cancer properties of Nigella sativa, a widely used food additive, Journal of Ayurveda and Integrative Medicine 7 (2016) 173e180
2. Erdmann GR, Antibacterial action of Myiasis-causing flies, Parasitology Today, Volume 3, Issue 7, July 1987, Pages 214-216
3. Erik D Schraga, MD, Cooling Techniques for Hyperthermia, Source: https://emedicine.medscape.com /article/149546-overview
4. Federation of American Societies for Experimental Biology ,Licking Your Wounds: Scientists Isolate Compound In Human Saliva That Speeds Wound Healing, Source: https://www.sciencedaily.com/releases/2008/07/080723094841.htm
5. Hamza Andreas Tzortzis,Was al-Harith bin Kalada the Source of the Prophet's Medical Knowledge?, Source:http://www.hamzatzortzis.com/was-al-harith-bin-kalada-the-source-of-the-prophets-medical-knowledge/
6. Human Saliva Healing Qualities Chemical Helps Recovery Process, Source: https://www.express.co.uk/life-style/health/838582/Human-saliva-healing-qualities-chemical-helps-recovery-process
7. Joseph Nordqvist, Everything you need to know about honey, Medical News Today, February 2018, Source: https://www.medicalnewstoday.com/articles/264667.php
8. Myeong Soo Lee,Jong-In Kim,Edzard Ernst (March 2011). Is cupping an effective treatment? An overview of systematic reviews. Journal of Acupuncture and Meridian Studies. 4(1), Pp: 1–4
9. Nouran A. Aleyeidi,Khaled S.Aseri& Others ,Effects of wet-cupping on blood pressure in hypertensive patients: a randomized controlled trial, Journal of Integrative Medicine,13(6), November 2015, Pp: 391-399
10. The power of the placebo effect: Treating yourself with your mind is possible, but there is more to it than positive thinking(May 2017). source:https://www.health.harvard.edu/mental-health/the-power-of-the-placebo-effect
11. Vagish Kumar Laxman Shanbhag, Applications of snake venoms in treatment of cancer, Asian Pac J Trop Biomed2015; 5(4): 275-276
12. Henry Farrell, "Most forensic science isn't real science. Try telling that to the criminal justice system", The Washington Post, April 13, 2017.

WEBSITES

1. http://www.hamzatzortzis.com/
2. https://www.health.harvard.edu
3. https://emedicine.medscape.com
4. http://www.merriam-webster.com
5. http://www.jang.com.pk
6. . http://www.growthhouse.org
7. https://www.britannica.com
8. http://zindgienau.com
9. https://www.medicalnewstoday.com
10. http://www.medicinenet.com
11. www.najeebqasmi.com
12. http://www.premarin.org
13. http://www.urduweb.org
14. http://farooqia.com
15. https://islamqa.info
16. http://www.jadeedmarkaz.com
17. http://www.naturaleyecare.com
18. https://emedicine.medscape.com
19. http://www.who.int
20. https://www.fda.gov
21. https://www.hhs.gov
22. https://www.sciencedaily.com
23. https://www.express.co.uk
24. http://news.bbc.co.uk
25. http://www.independent.co.uk
26. https://www.express.pk
27. https://www.ncbi.nlm.nih.gov

ڈاکٹر مفتی محمد وصی بٹ

مفتی وصی نے درسِ نظامی کی تکمیل معروف تعلیمی ادارے جامعہ دار العلوم کراچی سے کی جہاں انہیں شیخ الاسلام حضرت مفتی محمد تقی عثمانی مدظلہ العالی کی شاگردی کی سعادت حاصل ہوئی۔ فقہ اسلامی میں تخصص (Specialization) کا تعلیمی مرحلہ جامعۃ العلوم الاسلامیہ، علامہ بنوری ٹاؤن کراچی سے مکمل کیا اور کراچی یونیورسٹی سے اسلامی بینکاری کے متعلقات پر پی ایچ ڈی کی ڈگری حاصل کی۔

جدید طب کی اسلامائزیشن ڈاکٹر صاحب کی تحقیقی دلچسپی کا محور ہے، اس سلسلے میں ملکی و غیر ملکی سطح پر متعدد اداروں میں آپ خدمات سر انجام دے رہے ہیں۔ برطانیہ میں ڈاکٹر رفاقت رشید صاحب کے قائم کردہ ادارے البلاغ اکیڈمی سے آپ بطورِ محقق منسلک ہیں جہاں آپ میڈیکل اسٹوڈنٹس کے لیے اسلامی کورسز تیار کرنے میں معاونت فرما رہے ہیں۔ پاکستان میں آپ ڈاکٹرز اور مفتیانِ کرام کے مشترکہ تحقیقاتی ادارے Islamic Medical Learners Association (IMLA) کے بانی رکن ہیں جسکے قیام کا مقصد عالمی سطح پر علاج و معالجہ کو شریعتِ اسلامیہ کے سانچے میں ڈھالنا ہے۔ نیز آپ ملک کے معروف طبی ادارے پشاور میڈیکل کالج کے شریعہ ایڈوائزری بورڈ ممبر ہیں جہاں مختلف جدید طبی شرعی مسائل پر کانفرنسز اور تحقیقات کا سلسلہ جاری ہے۔

For feedback and queries:
Muhammad Wasie Fasih Butt
wasiefasih@hotmail.com

پرائم فاؤنڈیشن پاکستان
publicinfo@prime.edu.pk
فون: 0336-9402929 / 0300-9345311
ویب سائٹ: www.prime.edu.pk
Printed by: Al-ILM Publications Peshawar. 091-2580325